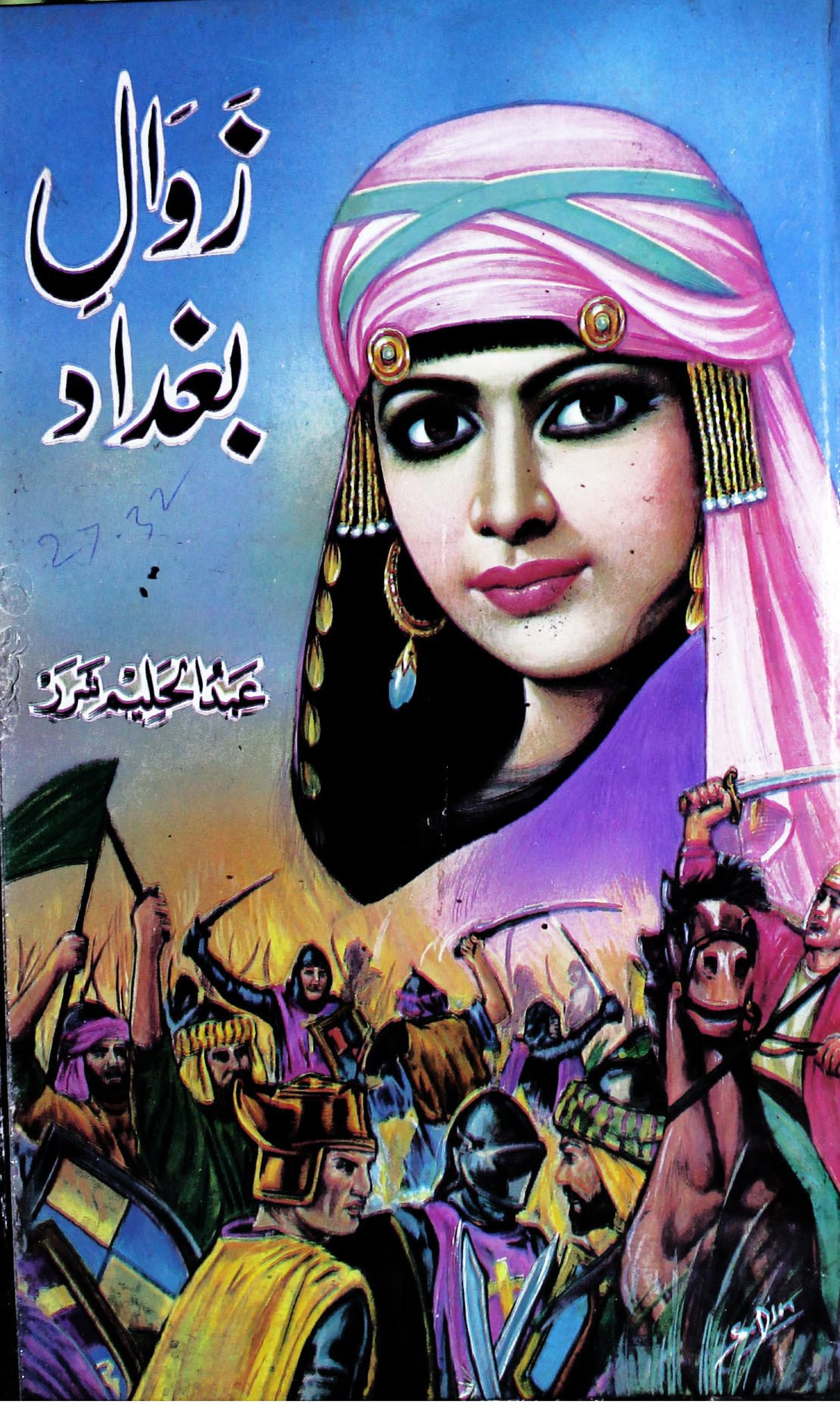

Marfat.com

Marfat.com

اسلامی تاریخی ناول

زوالِ بغداد

مولانا عبدالحلیم شرر

مکتبہ القریش چوک اردو بازار لاہور

Marfat.com

98237

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	☆	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	☆	نیر اسد پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	☆	کلا ئمکس
سن اشاعت	☆	200[illegible]ء
تعداد	☆	600
قیمت	☆	150/=

Ph : 7231595

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

Marfat.com

پیش لفظ

زوالِ بغداد

اشرف حسینی

۴۵۶ھ میں بغداد میں مشہور ہوا کہ چند کُردوں نے کسی صحرا میں کالے خیمے دیکھے اور ان خیموں میں لوگوں کو جنّوں کے بادشاہ سیدوک پر روتے سنا۔ اس کے بعد ۶۰۰ھ میں بغداد میں ورم حلقوم کا ایک خوفناک مرض پیدا ہوا اور عورتوں میں مشہور ہوا کہ سیدوک کا اصلی لقب عنقود تھا۔ اس کے غم میں اس کی ماں اُمِ عنقود ماتم کیا کرتی ہے اور جو کوئی اس کے ساتھ اس ماتم میں شریک ہو وہی اس مرض سے جاں بر ہوگا۔ !

عورتیں ضعیف الاعتقاد ہوتی ہی ہیں۔ بغداد کی عورتوں نے معمول بنا لیا کہ ہزاروں کی تعداد میں سوگواری کی وضع بنا کے پُرانے مقبروں اور صحراؤں میں جاتیں اور عنقود کا ماتم کرتیں اور اس کی یاد میں مرثیہ پڑھتیں۔

تم مر گئے اور مَیں ہوں تمہارے لیے بیتاب — ہے ہے مرے عنقود !
ہے کون جو روتا نہیں با دیدۂ پُر آب — ہے ہے مرے عنقود !
تم شاہ اجنّہ کے تھے اور نام تھا سیدوک — ہے ہے مرے عنقود !

یہ مقبرہ جنتہ العنقود میں ہے جہاں عورتیں حلق کے ورم کے لیے دعا کروانے جایا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں بغداد کے کئی لوگ عیّار تھے۔ ان عیّاروں کو شیعہ سُنّی کسی سے محبت نہ تھی۔ وہ کبھی شیعوں کے طرف دار بن جاتے تھے اور کبھی سُنّیوں کے حامی ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے۔ مستعصم باللہ اس دَور کا خلیفہ اگرچہ علم و فضل میں بڑا مقام رکھتا تھا مگر انتہا درجہ کا کاہل، بُزدل اور بخیل حکمران تھا۔ سال بھر میں ایک دفعہ اپنی حرم سرا اور مہ جبیں حرموں کی صحبت سے نکلتا تھا۔

مستعصم کے دورِ اقتدار میں ملک الناصر داؤد خاندانِ صلاح الدین ایوبیؒ کا فرمانروائے دمشق تھا۔ اس کے عزیز الناصر یوسف حاکمِ حلب نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے ملک پر

Marfat.com

قابض ہو گیا۔ گرفتاری سے قبل ناصر داؤد نے اپنے بہت سے جواہرات تقریباً ایک لاکھ کی مالیت کے دینار خلیفہ بغداد مستعصم کے پاس بھیج کر بطورِ امانت رکھوائے تھے۔ جن کی رسید اس کے پاس موجود تھی۔

مستعصم نے سفارش کر کے اُسے آزاد کرایا۔ بعد ازاں اُسے ایک لاکھ کا علاقہ اس کے ملک میں دلوایا۔ اس نے اپنے جواہرات مانگے تو مستعصم نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ اُس نے مدینہ منورہ جا کر رسالت مآبؐ سے سفارش کی التماس کی اور پھر واپس بغداد آ کر مدت تک پڑا رہا۔ آخر خلیفہ مستعصم کے محاسب نے اس کے اشارے سے مہمانداری کے اخراجات کی رقم اس حد تک بڑھا دی کہ اسی میں جواہرات کو مجرے کر لیا۔ اگر کچھ رقم بچی تو چند کوڑیاں دے کر بیباقی کی رسید لکھوالی۔

خلیفہ کے وزیر ابن علقمی نے ہلاکو کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی قبل ازیں وہ ۹۰ ہزار فوج کو شاہی ملازمت سے سبکدوش کروا چکا تھا۔ ہلاکو نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

وزیر ابن علقمی بھی کیفر کردار کو پہنچا۔ اس کے متعلق دو خبریں مشہور ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ جن ترکوں اور شہر کے سُنیوں نے اسے گرفتار کیا تھا دوسرے روز گدھے کی پشت پر سوار کر کے سارے شہر میں ہنڈوایا اور پھر اذیت دے کر مار ڈالا۔

دوسری خبر یہ تھی کہ وہ اُن ترکوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ کھڑا ہوا اور چلا کہ ہلاکو کی خدمت میں اپنی مظلومی کی فریاد کرے مگر جدھر سے گزرتا لوگ لعن طعن کرتے تھے، آخر عوام کے ہاتھ سے طرح طرح کی اذیتیں اُٹھاتا ہوا ہلاکو خاں کے پاس پہنچا تو اس نے صورت دیکھتے ہی بگڑ کے کہا تمہیں مجھ سے کیا سروکار؟ اور میرے پاس کیوں آئے ہو؟ جب تم اپنے ولی نعمت اور اپنے آقا مستعصم کے نہ ہوئے تو پھر کس کے ہو گے؟ میرا کیمپ ایسے دغابازوں کے لیے نہیں ہے"۔ اور یہ کہہ کر اُسے قتل کر ڈالا۔

ناول شہر آشوب ہے اس بغداد کی جہاں ایک زمانے میں مامون الرشید بن اسحاق کی ترجمہ شدہ کتاب ترازو کے ایک پلڑے میں رکھتا اور دوسرے پلڑے میں اُتنا سونا رکھ کر اُسے بطورِ معاوضہ کے دیتا رہا ہے۔

Marfat.com

جناب اسلم راہی ایم اے کا ایک ولولہ انگیز تاریخی ناول

آتش و آہن

"آتش و آہن" ایک ایسی قوم کی پیدائش اور عروج حاصل کرنے تک کی داستان ہے جس کے راستے میں آنے والا ہر شہر حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا۔ جس کے خونی دور میں دریاؤں کے رُخ بدل گئے۔ صحرا سراسیمہ اور انسانیت لبِ مرگ جا پہنچی۔ جس کے افراد بھیڑیوں اور گرگسوں کی طرح وارد ہوتے اور جہاں سے بھی گزرتے انسانی جانوں کی تباہی ایک عذاب کی صورت میں سامنے آتی۔ تباہ کاری اور تمدن کشی اس قوم کے اولین اور پسندیدہ مشاغل تھے۔ یہ ناول تاریخی ریسرچ کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ جسے آپ بے حد پسند فرمائیں گے۔

بڑا سائز سفید کاغذ عمدہ کتابت وطباعت قیمت ۷۵/۰۰ روپے

جناب اسلم راہی ایم۔اے کی دیگر تاریخی کتب

اندھیروں کے ساربان	۶۰/۰۰	سنہری غول	۶۰/۰۰
آتش فشاں	۶۰/۰۰	صلیب و حرم	۵۰/۰۰
طلسم کدہ	۶۰/۰۰	نیشاپور کا شاہین	۵۰/۰۰
سقلیہ کا مجاہد	۶۰/۰۰	بابل کا بُت شکن	۵۰/۰۰
تاریک رزم گاہ	۷۵/۰۰	آخری حصار	۷۲/۰۰
موت کے مسافر	۶۰/۰۰	بِنتِ نیل	۷۵/۰۰
قتیبہ بن مسلم	۶۰/۰۰	سائبیریا کا طوفان	۷۵/۰۰
عُقاب	۶۰/۰۰	ظُلمات	زیرِ طبع
صحرا کی آگ	۶۰/۰۰		

مکتبۃ القریش • چوک اُردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱

قیصر سیدو

○

۶۵۴ھ کا بغداد جتنا پُر فتن ہے اتنا ہی دلچسپ و نظر فریب بھی ہے۔ برسات کی ایک چاندنی رات ہے۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے دریائے دجلہ کو کسی مہ جبین کی پُرشکن جبین ناز ثابت کر رہے ہیں۔ اس کی خوبصورت پیشانی پر تاروں کے عکس افشاں چُن رہے ہیں اور چودھویں رات کا چاند آسمان سے اُتر کے چاند ٹیکی بن گیا ہے۔ کبھی ہزاروں سال پہلے یہ تاریخی دریا بابل و نینوا کی عظمت کا تماشا دیکھتا اور ان کے قدم چومتا رہا تھا اور اب پانچ سو برس سے دولت عباسیہ کے شکوہ و جبروت کی آئینہ داری کر رہا ہے۔ مست خرام اور اِدھر اُدھر جھونکے لے لے کے بہنے والا دجلہ کہکشان فلک یا کسی حور وش کی افشاں بھری مانگ کی طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک آبادی اور عمارتوں کو تقسیم کرتا چلا گیا ہے، اور دونوں پہلوؤں پر دارالخلافہ بغداد کی خوبصورت و پرعظمت عمارتیں سلسلہ وار باہم مقابلہ کرتی اور ایک دوسرے پر چشمک زنی کرتی چلی گئی ہیں۔

مغربی پہلو پر   کھلتا ہے۔ اس میں جامع منصور کا بلند مینار انگشت شہادت اٹھائے ہوئے زبانِ خاموشی سے توحید کا نعرہ بلند کر رہا ہے۔ امام احمد حنبل کے مزار کا گنبد اپنے سنہرے کلس سے تعلیمات نبوی کی روشنی چمکا رہا ہے۔ اس کے قریب ہی ایوان خلافت کی پرانی عمارتیں نمودار ہیں اور انہیں میں سے قبۃ الخضرا غرور و تمکنت سے سر نکالے ہوئے اپنی چوٹی آسمان میں پیوست

Marfat.com

کئے دیتا ہے، انہیں میں ملی ہوئی کرخ کی وہ عالیشان مسجد نظر آرہی ہے جس سے محبت اہلبیت کے جذبات نمایاں ہیں اور جس میں علامہ رضی اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علم وفضل کے دریا بہا چکے ہیں۔

اس کے مقابل مشرقی پہلو پر جو رصافہ کہلاتا ہے۔ زبیدہ خاتون کا عالیشان قصر اپنی ملکہ کی یاد میں حسرتناک صورت بنائے ہوئے خاموش کھڑا ہے، اور اس کے آس پاس ہارون ومامون کے بنائے ہوئے قصر وایوان مدارس نظامیہ ومستنصریہ کے برج اور کنگرے حضرت امام اعظم کے مرقد پر انوار کا گنبد اور اسی طرح کی صدہا فلک رفعت عمارتیں ہیں۔

آدھی رات سے زیادہ گزر چکی ہے اور ہر طرف ایک سناٹا ہے جس میں سوا پانی کے بہنے کی آواز کے کوئی آواز نہیں سنی جاتی۔ دجلہ میں اکثر راتوں کو بھی کشتیاں آتی جاتی نظر آتی تھیں جن کی وجہ سے رات کو بھی عالم کی خاموشی کا یقین نہ ہونے پاتا تھا، مگر اس وقت ہر چیز خاموش اور سنسان ہے اور سوا پانی کے کوئی چیز متحرک نہیں نظر آتی۔ لیکن اس سناٹے اور خموشی کے عالم میں نکھری ہوئی چاندنی نے سارے عالم کو عالم نور بنا کے دارالخلافت عباسیہ کے سکوت میں بھی لطف پیدا کر دیا ہے اور اس کے دلفریب منظر اور اس کے عالمگیر حسن وجمال کو چاندی کا لباس پہناتی اور خوب چمکا چمکا کے اور ابھار ابھار کے دکھا رہی ہے۔

ایسے وقت اور سناٹے میں دو عورتیں نمودار ہوئیں۔ ان میں سے ایک جو آگے آگے ہے اپنی بے باکی اور بے پروائی کی چال اور اپنی وضع وحالت سے ایک باہر کی آنے جانے والی ادھیڑ عورت نظر آتی ہے، مگر دوسری جو سر سے پاؤں تک چادر میں لپٹی ہے اور اس تنہائی میں بھی چہرہ کے کھلنے کی بالکل روادار نہیں، اپنے شرما شرما کے چلنے اور ڈر ڈر کے قدم اٹھانے سے کسی شریف ومعزز گھرانے کی نوعمر ونوخیز خاتون معلوم ہوتی ہے۔

یہ دونوں عورتیں رصافہ یعنی شرقی بغداد کے محلہ مامونیہ کی ایک گلی سے جو سکۃ العروس کہلاتی ہے اور آبادی کے جنوبی سرے پر واقع ہے، نکل کے دریا کے کنارے آئیں اور کشتی کی تلاش میں دریا کے کنارے ہی کنارے شمال کی طرف چلیں۔

کشتیوں کا جو پل مقبرہ احمد بن حنبل کے پیچھے سے شروع ہو کے اس پار تک چلا آیا ہے۔ اس کو چھوڑ کے آگے بڑھیں۔ پھر محلہ ظفریہ کو طے کر کے فراخ ابی شحم میں پہنچیں۔ چند قدم آگے چلیں اور

Marfat.com

اب سوق الریحانیین ہیں۔ یہاں پہنچ کے پیچھے والی کمسن خاتون نے جو کسی قدر تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہے باریک اور رسیلی آواز اور مایوسی کے لہجے میں کہا:

"یا عمۃ[1]: کیا کشتی نہ ملے گی؟"

دوسری عورت نے کسی قدر اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

"ملنے کیوں نہ لگی تھی۔ گھبراؤ نہیں چند قدم پہ رباط سعادۃ ہے۔ وہاں پرانا ملاح ابو العنفوق رہتا ہے۔ اگر اور کوئی کشتی نہ ملی تو وہ ہمیں خرابۂ ابن جردہ تک ضرور پہنچا دے گا۔ وہاں سے چند ہی قدم پر قصر سیدوک ہے۔"

پہلی عورت: "اور جو وہ اس وقت رات کو نہ چلے تو؟"

دوسری: "یا ستی[2]! تم بھی کیسی بھولی نادان ہو۔ ہم مزدوری دیں گے اور وہ نہ جائے گا۔"

اس جواب پر کمسن خاتون خاموش ہو گئی اور وہ دونوں آگے بڑھیں۔ چند منٹ میں یہ رباط سعادۃ کے پاس تھیں۔ یہاں اسی رباط (خانقاہ) کی ایک لب آب کوٹھری کے پاس پہنچ کے ادھیڑ عورت نے دروازہ پر ہاتھ مار کے آواز دی۔

"ابو العنفوق"

ایک پوپلے منہ سے جواب ملا۔

"لبیک۔"

ساتھ ہی دروازہ کھلا اور ایک لمبا دبلا پتلا خشک اور سوکھے ہاتھ پاؤں کا خمیدہ پشت بوڑھا کوٹھری سے نکل کر باہر آیا جس کے منہ میں کوئی دانت نہ تھا۔ پہلے اس نے جھکی ہوئی پیٹھ سے سر اونچا اور ٹیڑھا کر کے اور بے دانتوں کے منہ کو کھول کے پکارنے والی عورت کو تجسس کی گہری نگاہ سے دیکھا پھر زور سے ہنس کے کہا۔

---

[1] عمۃ چچی یا پھوپھی کو کہتے ہیں۔ مگر عرب میں رواج ہے کہ ہر کمسن عورت بڑی بوڑھی عورت کو تعظیماً عمۃ کہہ کے خطاب کرتی ہے۔

[2] ست کا لفظ عرب میں بیگم یا خاتون کے محل پر مستعمل تھا۔ یہ لفظ "سیدہ" کا مخفف بگاڑ ہے یا ستی یعنی سیدتی۔

Marfat.com

"اخاہ! خدا جھوٹ نہ بلائے، تم ہو" ام زغول"۔

عورت: "ہاں ہاں ہوں۔ پھر کچھ کہے گا۔ لے ہمیں خود ابن جردہ تک پہنچا دے اور واپس لے آ۔"

ابوالعنقوق: "آدھی رات کے بعد دجلہ میں کشتی لے جانے کی ممانعت ہوگئی۔"

ام زغول: "اے یہ کب سے؟"

ابوالعنقوق: "جب سے خدا جھوٹ نہ بلائے عیاروں کا زور ہوا۔"

ام زغول: "مگر میں تو چلوں گی اور تجھے پہنچانا ہوگا۔"

ابوالعنقوق: "اور میں نے تمہارا کہنا مانا بھی تو دیکھو خدا جھوٹ نہ بلائے میں اکیلا کشتی کو چڑھاؤ پر نہیں لے جاسکتا۔"

ام زغول: "جیسے کبھی لے گھوڑا ہی گیا تھا۔"

ابوالعنقوق: "اور سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ اب میں نے خدا جھوٹ نہ بلائے مجرمانہ قسم کے کاموں میں پڑنے سے توبہ کرلی ہے۔"

ام زغول: (آشفتگی کے ساتھ) "مجرمانہ! کچھ سٹری ہوا ہے؟ یہ میں کونسا جرم کر رہی ہوں؟"

ابوالعنقوق: (سر نیچا کر کے) "اب کون جانے تم بھلے کام کو جاتی ہو یا برے کام کو۔ مگر خدا جھوٹ نہ بلائے۔ آدھی رات کے وقت عورتیں گھر سے باہر نکلیں تو سمجھ لو کہ کوئی ایسی ہی بات ہے۔"

ام زغول: (طیش سے) "کیسی؟"

ابوالعنقوق: "اب میں کیا جانوں کیسی؟ تمہیں سمجھ جاؤ۔"

ام زغول: "تو نے سمجھایا اور میں سمجھ گئی۔ لے اب چلے گا بھی یا باتیں ہی بنایا کرے گا۔ آنے جانے کا ایک دینار دوں گی۔"

ابوالعنقوق: (مارے خوشی کے اچھل کے) "تو چلوں گا اور خدا جھوٹ نہ بلائے تمہیں تو نہ لے چلتا، مگر ان تمہاری ساتھ والی بی بی کے خیال سے چلتا ہوں۔"

ام زغول: "اور ہاں واپسی میں ماموںیہ کے پاس اتر دوں گی۔"

ابوالعنقوق: "یہ بھی سہی (کشتی کی طرف اشارہ کر کے جو کنارے بندھی ہوئی تھی) چلو بیٹھو۔"

دونوں عورتیں کشتی میں بیٹھ گئیں اور ابوالعنقوق کنارے ہی کنارے کھیلتا اور دھارے سے

Marfat.com

بچتا ہوا چڑھاؤ پر روانہ ہوا۔

کشتی میں بیٹھ کے ذرا دم لینے کے بعد اس دوسری عورت نے جو ام زغول کے ساتھ تھی اور اپنا چہرہ خوب چھپائے ہوئے تھی کہا:

"مجھ پر ایسی ہی آبنی تھی جو چلی آئی۔ راستے میں سو سو طرح کی ہولیں کھاتی ہوئی آئی ہوں۔ کوئی ایک بات کا دھڑکا ہو تو انسان اپنے دل کو ڈھارس دے۔ یہاں تو نگوڑے سینکڑوں ہی دھڑکے لگے ہوئے ہیں۔ ایک محلہ والا دوسرے محلے والوں کے خون کا پیاسا ہے۔ سنی شیعوں کے جھگڑے زوروں پر ہیں حنبلیوں اور شافعیوں میں کشت وخون جاری ہے۔ باطنی موذیوں کے خنجر الگ تیز ہو رہے ہیں۔ اور سب پر بالا عیاروں[ع] کا ڈر رہے جنہوں نے شہر بھر میں اودھم مچا رکھا ہے۔"

ام زغول: "مگر ان سب تکلیفوں کا بدلہ بھی تمہیں ایسا ملے گا کہ ساری فکریں بھول جاؤ گی۔ یوسف بن احمد کے درد کی دوا بس یہی ہے جس کے لیے تم چلتی ہو؟"

خاتون: "میں اچھے سے اچھے حکیموں کو بلا کے ان کا علاج کراتی۔ مگر میرا کیا زور ہے۔ سوا اس کے کہ سُن سُن کے کڑھوں اور زبان سے اُف بھی نہ کروں۔ ہاں بس یہی ایک تدبیر میرے بس کی تھی، جو تمہاری عنایت سے کئے لیتی ہوں اور خدا نے چاہا تو کارگر ہوگی۔"

اب کشتی بغداد کے اس دوسرے پل کے پاس پہنچی جو مدرسہ مستنصریہ کے مقابل تھا۔ مگر کشتیوں کے گزرنے کے لیے کنارے پر دو ایسی کشتیاں رکھی گئی تھیں جو رات کو اور دو گھنٹے کے لیے دن کو نکال کے الگ کر دی جاتیں اور کشتیوں کی آمد و رفت کے لیے راستہ ہو جاتا۔ اُس پل سے گزرتے ہی ام زغول نے اپنی ساتھ والی سے کہا:

"بیٹی اب اپنا دل مضبوط کر لو کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں بڑے بہادر بھی آ کے وحشت کھانے

ع جس زمانے کا حال ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس سے کئی صدی پہلے سے عیاروں کا ایک عجیب و غریب گروہ بغداد میں قائم تھا۔ ان کی سب باتیں پوشیدہ اور راز تھیں۔ لوگوں کو وہ روز کسی نہ کسی نئے عنوان سے فریب دیتے اور شہر بھر میں لوٹ مچا رکھی تھی۔ عیاری کے عنوان سے چوری وہ کرتے۔ رہزنی وہ کرتے۔ منڈ چڑھا پن وہ دکھاتے۔ اور پھر پتہ نہ چلتا کہ کون عیار ہے اور کون نہیں۔

Marfat.com

اور کانپنے لگتے ہیں۔"

اب کشتی اس مقام پر تھی جہاں برامکہ کے عالیشان محلوں کے کھنڈر تھے۔ اُن کے قریب ہی مشرعۃ الصالحین کی وحشت ناک خانقاہ تھی جس میں اکثر مرتاض صوفیوں کا مجمع رہتا۔ آبادی سے علیحدہ اس سنسان مقام میں یہ صوفی لوگ طرح طرح کی آوازوں اور مختلف صداؤں میں رات بھر ضربیں لگاتے اور بڑی سخت ریاضتیں کرتے۔ ان لوگوں کی آوازوں کے مجموعی شور نے دجلہ کی روانی کی آواز اور رات کے سناٹے میں مل کے عجیب قسم کا ہنگامہ مچا رکھا تھا جسے سن کے کمسن خاتون گھبرا کے اور سہم کے بولی:

"اے ہے یہ کیسا شور ہے؟"

الوالعنقوق: "بی بی ڈرو نہیں۔ یہ صوفی اور زاہد لوگ ہیں جو اس خانقاہ میں خدا جھوٹ نہ بلائے رات بھر ریاضت کیا کرتے ہیں۔"

ام زغول: "بس کشتی روکو ہمیں یہیں اترنا ہے۔"

ملاح نے کشتی روکی۔ دونوں عورتیں مشرقی ہی کنارے پر اتریں اور ام زغول نے جب اپنے ساتھ والی خاتون کو ہاتھ پکڑ کے کشتی سے اتارا تو دیکھا کہ وہ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہی ہے۔ فوراً اس نے اپنی چھاتی سے لگا لیا اور چپکے سے کہا:

"ڈرو نہیں۔ بس یہ شور ہی شور ہے اور کوئی خوف کی چیز نہیں اور کوئی خوف کی بات ہو بھی تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب تک میرے دم میں دم ہے کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔"

پھر الوالعنقوق سے کہا:

"جب تک ہم واپس نہ آئیں تم یہیں ٹھہرے رہنا۔"

یہ کہہ کے اپنی خوف زدہ ساتھ والی کو لے کر دجلہ کے کنارے کنارے آگے روانہ ہوئی۔ اب وہ مشرعۃ الصالحین کی خانقاہ سے کوئی سو قدم آگے نکل گئی اور چاندنی میں دور پر لبِ آب ایک پرانی عمارت دکھائی دی جسے دیکھ کے ام زغول ذرا اطمینان کے لہجے میں بولی۔

"اب ہم پہنچ گئے ہیں۔ دیکھو وہ سامنے قصر سیدوک دکھائی دے رہا ہے۔"

خاتون: "یا ئمہ! یہ تو بالکل اجاڑ مقام میں ہے اور کس بلا کا سناٹا ہے۔"

Marfat.com

ام زغول: "اب کیا ہے سناٹا، یہاں کبھی تھا اور خدا جانے اس مکان کے بارے میں کیا کیا باتیں مشہور تھیں۔"

خاتون: "پھر امیر المومنین نے اسے کھدوا کیوں نہ ڈالا؟"

ام زغول: "ایک بار خدا جانے کتنی بار کھودا گیا اور چند روز بعد پھر جا کے دیکھا تو بنا کھڑا تھا۔"

خاتون: "یہ تو جنوں کا کام معلوم ہوتا ہے۔"

ام زغول: "جو کچھ ہو۔ کوئی سو برس ہوئے، پہلے پہل اس مکان کو ابن بکران عیار نے بنوایا تھا جو بڑا مشہور عیار اور عراق کے سارے عیاروں کا بادشاہ تھا۔ امیر المومنین اور سلطان سنجر کو اس کے پکڑنے کی جتنی کد تھی اتنا ہی اس کا زور اور بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شہر انبار میں پہنچ کے خلیفہ کے ستانے اور سلطان کے چڑھانے کے لیے اس نے اپنے نام کا سکہ چلا دیا۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو شرف الدین زینبی نے جو ان دنوں وزیر اعظم تھے بغداد کے کوتوال ابوالکرم سے بلا کے کہا "یا تو تم ابن بکران کو پکڑ کے قتل کر دو ورنہ میں تم کو قتل کر ڈالوں گا۔" ابوالکرم کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا تو اپنے ایک بھتیجے کو بلا بھیجا جو ابن بکران کا بہت رازدار دوست اور اس کے گروہ میں شامل تھا اور اسی مکان میں عیاروں کے خاص خاص سرداروں اور ابن بکران کے ساتھ بیٹھ کے شراب پیا کرتا تھا۔ ابوالکرم نے اپنے اس نوجوان عزیز کی بڑی خوشامد کی اور کہا۔ "میری جان تمہاری مٹھی میں ہے۔ یا تو تم مجھ ہی سے ہاتھ دھو ڈو یا ابن بکران کی دوستی کو سلام کرو۔" آخر بھتیجا چچا کے فقرے میں آ گیا۔ اس کی خوشامد اور لجاجت پر ترس کھایا اور اسی مکان میں ابن بکران کی دعوت کی۔ کھلانے پلانے کے بعد اسے خوب شراب پلا کے مدہوش کر دیا۔ غفلت میں اس سے ہتھیار بھی لے لیے۔ اور اس کے بعد کوتوال ابوالکرم کو اس کے سر پر لا کے کھڑا کر دیا۔ اس طرح اسی مکان میں ابن بکران دھوکے سے پکڑ کے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اس کا ایک زبردست رفیق ابن بزاز بھی گرفتار ہوا اور وہ بھی لا کے اس مکان میں سولی پر لٹکا دیا گیا؏۔ بس اسی وقت سے لوگ اس مکان سے ڈرنے لگے۔ چند روز بعد مشہور

؏: واقعہ ۵۳۲ھ کا ہے۔

Marfat.com

ہوا کہ ابن بکران اور ابن بزاز روز آدھی رات کو نکل کے انتقام کے نعرے لگایا کرتے ہیں۔ امیرالمومنین نے یہ خبر سنی تو اس مکان کو کھدوا ڈالا۔ چند روز بعد جا کے دیکھا تو موجود تھا۔ پھر کھدوایا گیا۔ پھر بن گیا اور آخر مجبور ہو کے چھوڑ دیا۔

خاتون: "اور اسی مکان میں تم مجھے لائیں۔ ہے ہے کیا ہوگا؟"

ام زغول: "اب مدتوں سے یہاں کوئی خوف کی بات نہیں باقی رہی (اس وحشت ناک عمارت کے بالکل قریب پہنچ کے) بس اب خاموش رہو۔ راستہ دریا کی طرف سے ہے۔ کشتی اندر زینوں سے جا کے لگ جاتی ہے، مگر میں نے کشتی کو اس لیے دور چھوڑ دیا کہ شاید ام عنقود کو ناگوار ہو۔ عموماً لوگ پانی میں اتر کے اندر جاتے ہیں۔ مگر میں تمہیں ایک اور تدبیر سے نکال لے چلوں گی۔ دیکھو سنبھل کے چلنا۔ دیوار پانی کے اندر اتری ہوئی ہے۔ اور اس کے کنارے ایک کائی لگی ہوئی لگر سی ہے جس پر پاؤں رکھ کے اندر جانا ہوگا۔"

یہ کہہ کے ام زغول اندر چلی گئی۔ پھر سہارا دے کے اپنے ساتھ والی کو اندر کر لیا۔

مکان کے اندر داخل ہونے کے بعد ام زغول مرعوب و خاموش تھی اور اس کے ساتھ والی خوف سے نیم جان۔ زینے پانی کے اندر سے شروع ہوئے تھے جن پر یہ عورتیں دل مضبوط کر کے چڑھنے لگیں۔ تقریباً چالیس زینوں پر چڑھنے کے بعد ایک نہایت ہی مسطح اور وسیع صحن نظر آیا جس میں بڑی نفاست سے چمن بندی کی گئی تھی۔ خوشبوؤں کے پھول کھلے ہوئے تھے اور جا بجا فوارے چھوٹ رہے تھے۔ صحن کی حد بندی تینوں طرف سے ایک عالیشان عمارت کر رہی تھی جس میں بڑے بڑے کمرے، دیوان خانہ اور دالان چلے گئے تھے۔ چھت پر برجیاں اور کنگرے نہایت مناسب ترتیب اور خوشنمائی سے قائم کیے گئے تھے، جن کے سنہرے کلسوں سے چاندنی شوخیاں کر رہی تھی، مگر ہر طرف سناٹا تھا۔ نہ کہیں روشنی تھی اور نہ کسی طرف آدم زاد کا نام و نشان تھا۔ ہاں اندر سے عود و لوبان کی خوشبو البتہ آ رہی تھی جس نے باہر کے پھولوں کی مہک میں مل کے ایک عجیب مست اور بھینی خوشبو پیدا کر دی تھی۔

یہاں پہنچتے ہی ام زغول نے کہا:

"یاستی! اب ہمیں اپنا فرض ادا کرنے کے لیے سوگوار بن جانا چاہیئے۔"

Marfat.com

فوراً دونوں نے برقعے اور چادریں اتار کے ایک طرف زمین پر رکھ دیے۔ پاؤں میں سے جوتیاں بھی اتار ڈالیں۔ بال کھول دیے۔ پہلو بہ پہلو کھڑی ہو گئیں اور سینہ کوبی کے ساتھ سریلے گلوں اور سینہ شگاف تانوں سے یہ نوحہ گانا شروع کیا۔[۱]

تم مر گئے اور میں ہوں تمہارے لیے بیتاب — ہے ہے مرے عنقود

ہے کون جو رونا نہیں با دیدۂ پُر آب — ہے ہے مرے عنقود

تم شاہ اجنہ کے تھے اور نام تھا بیدرک — ہے ہے مرے عنقود

اور ہوتے ہر اک اپنے پرائے سے تھی مسلوک — ہے ہے مرے عنقود

ماں روتی تمہاری ہے بصد حسرت و اندوہ — ہے ہے مرے عنقود

عنقود کی ماں! تم پہ بڑا رنج کا ہے کوہ — ہے ہے مرے عنقود

یہی چند شعر گانے پائی تھیں کہ ناگہاں کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ جس کے ساتھ ہی ایک بلند و بالا و نازک اندام حسین و مہ جبین عورت سوگواری کی وضع بنائے بال کھولے اور گلے سے پاؤں تک ایک سفید ساری میں لپٹی بجلی کی طرح چمک کے مکان سے نکلی۔ لپک کے دونوں کے قریب آئی اور دونوں خوف زدہ عورتوں کی طرف داہنا ہاتھ پھیلا کے اس طرح کھڑی ہو گئی کہ گویا پتھر کی مورت تھی، یا کوئی

۱؎ پہلے پہل ۵۶۴ھ میں بغداد میں مشہور ہوا کہ چند کردوں نے کسی صحرا میں سیاہ خیمہ ایستادہ دیکھے اور ان لوگوں کو شاہ جن سیدوک پر روتے سنا۔

اس کے بعد ۶۰۰ھ میں بغداد میں ورم حلقوم کا ایک خوفناک مرض پیدا ہوا اور عورتوں میں مشہور ہوا کہ سیدوک کا اصلی لقب عنقود تھا۔ اس کے غم میں اس کی ماں ام عنقود ماتم کیا کرتی ہے اور جو کوئی اس میں کوتاہی کرے گا، نہ بچے گا۔

چنانچہ بغداد کی عورتوں کا معمول ہو گیا کہ ہزارہا عورتیں سوگواری کی وضع بنا کے پرانے مقبروں اور صحراؤں میں جاتیں اور عنقود کا ماتم کرتیں اور اس کی یاد میں مرثیہ خواں ہوتیں۔

Marfat.com

آسمانی حور تھی جو آسمان سے اتر کے آئی اور بت بن کے رہ گئی۔

اس کی صورت دیکھتے ہی ان دونوں عورتوں کے منہ سے ایک چیخ کی آواز نکلی اور دونوں بے ہوش ہو کے دھم سے گر پڑیں۔

Marfat.com

۲

جَنّتُہ العنقودُ

خدا جانے کتنی دیر تک یہ دونوں عورتیں بے ہوش رہیں. مگر دیر کے بعد آنکھیں کھولیں تو ماہتاب اسی طرح سر پر تھا اور وہی سناٹے کا عالم تھا اور وہ سوگوار نازنین اسی طرح خاموش اور بے حس وحرکت بت بنی اور ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر نوعمر آنے والی نے تو ڈر کے پھر آنکھیں بند کرلیں مگر ام زغول دل مضبوط کر کے اُٹھ بیٹھی جسے ہوش میں دیکھ کے اس سوگوار مہ جبین نے ایک انگڑائی لے کے اپنا ہاتھ سمیٹا اور دونوں کی طرف مخاطب ہو کے کہا :

"یہاں کے رموز دیکھنے کی تاب نہ تھی تو آئیں کیوں ؟"

یہ کلمات سنتے ہی ام زغول اُٹھ کے اس قدموں پر گر پڑی اور کہا :

"خاتون! آپ کی مہربانی کی امید اور اپنی غرض ہمیں یہاں لائی ، ورنہ کس کی مجال ہے کہ آپ کی اس پاک خلوتگاہ میں قدم رکھے ."

مہ جبین : "لے اپنی ساتھ والی کو اٹھاؤ اور اپنا مطلب کہو ."

ام زغول نے اس حکم کی تعمیل کی. ساتھ والی کو ہلا ڈلا کے ہوشیار کیا. اس کے دل کو تسلی دی ، اور دونوں اٹھ کے ادب سے سامنے کھڑی ہوگئیں .

مہ جبین : "بس اب جلدی اپنا مطلب بیان کرو ."

Marfat.com

ام زغول : "یا ام عنقود"

مہ جبین : "میں عنقود کی ماں نہیں بلکہ اس کی ستم زدہ بیوہ عنقودہ ہوں جس کے دل کو وہ ہمیشہ کے لیے داغ دے گئے ہیں۔ میں وہ بدنصیب بیوہ ہوں جو ابدالآباد تک سوگوار بنی رہے گی اور ہمیشہ ماتم کرے گی۔"

یہ کہہ کے وہ زار و قطار رونے اور سسکیاں بھرنے لگی۔

ام زغول : "یا عنقودہ خاتون! ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں اور آپ کے شوہر کے لیے ہمیشہ سینہ کوبی کریں گے۔"

عنقودہ : "اچھا تو اب جس کام کے لیے آئی ہو اسے صاف صاف بیان کرو۔ اور اگرچہ میں انسان نہیں ہوں مگر مجھ سے نہ ڈرو۔"

یہ الفاظ سن کے ام زغول کے ساتھ والی حسینہ سہمی ہوئی نظروں سے عنقودہ کی صورت دیکھنے لگی اور ادھر عنقودہ نے اپنی مانوس اور پُر شوق نگاہیں اس کے خوبصورت چہرے پر جما دیں۔

عنقودہ کا حسن و جمال انسانی نہیں پریوں یا حوروں کا حسن معلوم ہوتا تھا۔ چاندنی روشنی میں اس کی کندنی رنگت آفتاب کی طرح چمک رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک کوئی زیور نہ تھا مگر یہ سادگی اس بلا کی تھی جس پر سو آرائشیں قربان کر دی جائیں۔ زلفیں سوگواری و عزاداری کا ثبوت دینے کے لیے سارے پنڈے پر بکھری ہوئی تھیں۔ ہتھیلیں رخساروں سے لویں نکل رہی تھیں اور آنکھیں پلکیوں کے تیر برساتی تھیں۔ ادھر اس کے مقابل ام زغول کیساتھ والی حسینہ کا دل ستاں و دلربا حسن و جمال تھا جس کا جلوہ ہمیں یہیں پہنچ کے سوگواری کی ادائیں نظر آیا ہے۔ یہ نازنین حسن و خوبی میں کسی سے کم نہ تھی۔ پیشانی اگر سیماب کا چشمہ معلوم ہوتی تھی تو آنکھیں نرگس بیمار۔ گورے گال چنبیلی کے نازک پھول تھے تو نازک ہونٹ گلاب کی پنکھڑیاں اس کی مست و خمار آلود آنکھوں کا رسیلا پن بجائے تیر برسانے کے نظروں ہی نظروں میں شراب کے جام پلا تا یا بے پلائے مست و لا یعقل بنا دیتا تھا۔ عنقودہ کی سیدھی زلفوں کے خلاف اس کی زلفوں میں پیچ و تاب تھا جو اس سوگواری وضع میں کھول دی گئی تھیں اور اس کے نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے گورے پنڈے پر اس طرح پڑ رہی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا گویا سیماب کے حوض میں ناگنیں غوطہ لگا رہی ہیں یا چنار کی ٹہنیوں پر سینکڑوں سانپ لپٹے ہوتے ہیں۔ چاند اس وقت عنقودہ اور اس نازنین کے حسنوں کا مقابلہ کر رہا تھا اور کسی طرف بھی فتح کے آثار نہیں نمودار ہوتے تھے۔

Marfat.com

اتنے میں عنقودہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا:

"ام زغول تم پیچھے ہٹو اور ادھر دور جا کے کھڑی ہو اور زبیدہ حسین و نازآفرین زبیدہ۔ ماہ طلعت و مہ جبین زبیدہ، مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں تمہاری ہوں اور تم میری ہو۔ ہم دونوں ہمدرد بہنیں ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد کی شریک۔ لے آؤ۔ آگے آؤ اور مجھ سے جی کھول کے ملو۔"

زبیدہ اسی خاتون کا نام تھا جو ہمیں اب عنقودہ کی زبان سے معلوم ہوا۔ وہ بدحواس و حیرت زدہ تھی کہ میرا نام اس جنوں کی ملکہ کو کیونکر معلوم ہو گیا، اور کسی طرح قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی مگر ام زغول کے جاتے ہی عنقودہ نے خود ہی بڑھ کے زبیدہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسے اپنی طرف کھینچا اور گلے سے لگا لیا۔ ایک محبت کی سی گرمی برقی قوت کی طرح نازک اندام زبیدہ کے پنڈے میں سرایت کر گئی۔ اس گرمی سے مانوس بنانے کے لیے عنقودہ اسے دیر تک سینے سے لپٹائے رہی۔ پھر جدا کر کے اس کی پیشانی چومی اور محبت کے لہجے میں بولی:

"اگرچہ میں عورت ہوں مگر جی چاہتا ہے کہ اس پیارے چہرے کی پرستش کرنے لگوں۔ ماھذا بشراً۔ زبیدہ تم انسان نہیں بلکہ انسان کے جامہ میں فردوس بریں کی حور ہو۔ پریاں بھی تمہارے حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اچھا تو وعدہ کرو کہ تم میری بہن بنو گی۔ اگر تم نے یہ میری درخواست قبول کی تو وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں جنۃ العنقود کی سیر کراؤں گی جہاں کسی کا گزر نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ وہاں پہنچتے ہی تمہاری ساری آرزوئیں پوری ہو جائیں گی۔"

زبیدہ: (شرمگیں نظریں نیچی کر کے) "میں آپ کی لونڈی ہوں۔ مجھے کسی بات میں عذر ہو سکتا ہے؟"

عنقودہ: "تو پہلے اپنے یہاں آنے کی غرض بتا دو۔"

زبیدہ: "آپ خود ہی جانتی ہوں گی۔ آپ کی خدمت میں اتنی التجا ہے کہ میرا ابن عم یوسف بن احمد ورم گلو اور خناق کے مرض سے اچھا ہو جائے۔"

عنقودہ: "کیا وہ تمہارا شوہر ہے؟"

زبیدہ نے اس کے جواب میں آنکھیں نیچی کر کے کہا۔

"نہیں۔"

اس پر عنقودہ مسکرائی اور بولی:

"تو شاید اسی کے ساتھ تمہاری نسبت ٹھہری ہے اور تم ابھی سے الفت و محبت کے چکر میں پڑ گئیں۔"

ان الفاظ پر زبیدہ پسینہ پسینہ ہو گئی اور عنقودہ بغیر اس کے کسی جواب کا انتظار کرے اس کا ہاتھ

Marfat.com

پکڑ کے درمیانی عمارت کی طرف چلی مگر بیچ کے بڑے دیوان خانے کے دروازے کے پاس پہنچ کے بجائے اندر قدم رکھنے کے اس نے زور سے زمین پر پاؤں مارا۔ ساتھ ہی زمین کا ایک گول ٹکڑا جدا ہو کے مع اس کے اور زبیدہ کے نیچے چلا اور ایک چشم زدن میں زمین کے اندر غائب تھا۔

زبیدہ نے ایک چیخ مار کے آنکھیں بند کر لیں مگر عنقودہ نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور گلے سے لپٹا کے کہا:

"بہن ڈرو نہیں اور لو اب آنکھیں کھول دو۔"

حواس باختہ زبیدہ نے گھبرا کے اور چونک کے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ایک بڑے پر تکلف باغ میں کھڑی ہے۔ خوشنما چمنوں میں رنگ رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں جن میں صدہا فوارے چھوٹ رہے ہیں اور سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ وہی دنیا کا سا آسمان یہاں بھی سر پر ہے۔ چاند روشن ہے اور سارے باغ میں چاندنی کا روپہلا فرش بچھا ہوا ہے۔ سامنے ایک عالیشان بارہ دری ہے جو مومی اور کافوری شمعوں کی روشنی سے بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔

یہ سماں دیکھ کے زبیدہ محو حیرت تھی اور ہر چیز کو خوف ملی دلکشی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی کہ عنقودہ نے کہا:

"چلو تمہیں ام عنقودہ سے بھی ملاؤں۔"

اور اس کا ہاتھ پکڑ کے بارہ دری کی طرف لے چلی۔

وہاں پہنچ کے زبیدہ نے دیکھا کہ ایک سوگوار بڑھیا سیاہ کپڑے پہنے بیٹھی ہے اور نہایت بے تابی کے ساتھ رو رہی ہے۔ عنقودہ نے قریب جا کے کہا:

"یا اُماہ! (اماجان) دیکھئے یہ آپ کے غم میں شریک ہونے کے لیے آئی ہیں۔ آج انہوں نے ایسے سوز و گداز کے ساتھ نوحہ سنایا کہ میں بے تاب ہو گئی اور لائی ہوں کہ آپ کو بھی سنوا دوں۔"

ام عنقود: "تم نے بڑی غلطی کی۔ یہ جگہ انسانوں کے لیے نہیں ہے۔"

عنقودہ: "ان کا پُر درد نوحہ سن کر بے اختیار میرا جی چاہا کہ وہی نوحہ ان کی زبان سے عنقود کی قبر پر بھی سنوں اور آپ کو بھی سنواؤں۔ میں نے ان کو اپنی بہن بنا لیا ہے اور اب یہ کوئی غیر نہیں۔"

ام عنقود: "یہ تمہاری بہن ہے تو میری بیٹی ہے۔"

98237

Marfat.com

یہ کہہ کے اس نے بزرگ عورتوں کی طرح زبیدہ کے سر اور پیٹھ پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور کہا:

"بیٹی، اپنی بہن کے شوہر کی قبر پہ جا کے اپنے آنسوؤں کے دو پھول چڑھاؤ اور وہی مرثیہ سنا دو جو اوپر سنایا تھا۔ میں یہیں سے سُن لوں گی۔"

اب عنقودہ اسے عنقود کی قبر پر لے گئی جو یہاں سے قریب ہی باغ کے اندر تھی۔ اس پر ایک پرتکلف پھولوں کی چادر پڑی ہوئی تھی اور گرد کئی فانوس روشن تھے جن کے پاس دس بوڑھے حافظ بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ان دسوں بوڑھوں کی وضع و لباس، ان کی داڑھی مونچھوں، ان کی صورتوں اور نیز ان کی عبادت و قرآن خوانی میں ایک ایسی یکسانی تھی کہ دیکھ کے بے انتہا تعجب معلوم ہوتا۔ خصوصی اس لیے کہ جو کام ایک کرتا وہی سب کرنے لگتے اور ایک کی نظر کسی جانب اٹھ جاتی تو اس کے نوؤں ساتھی بھی اسی طرف دیکھنے لگتے۔ ان کی اس ہم صورتی و ہم وضعی ہی کی طرح قرآن خوانی میں ان کا انہماک بھی تھا، کیونکہ سب کے چہرے آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ سب کی نظریں اوپر جمی ہوئی تھیں اور سب کی تلاوت سے ایک ہی قسم کی آواز اور ایک ہی قسم کا ترنم سنا جاتا تھا۔ ان کی محویت کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس چاہے جو کچھ ہی ہو رہا ہو اور کوئی شخص آئے انہیں جیسے خبر ہی نہ ہوتی۔ اپنی اسی دھن اور مشغلہ میں مصروف رہتے۔

عنقودہ کے کہنے سے زبیدہ نے قبر کے پاس کھڑے ہو کے اپنی سُریلی اور دلکش آواز میں نوحہ خوانی کی جس سے سارا چمن گونج اٹھا۔ گرد و پیش کے منظر پر حسرت برس گئی۔ عنقود کی ماں کا غم اس قدر تازہ ہو گیا کہ یہ نوحہ سنتے ہی سر پیٹ پیٹ کر رونے اور بین کرنے لگی اور عنقودہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا مگر قران خوان بڈھوں کو گویا خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ اسی طرح قرآن خوانی میں مشغول رہے۔ ان کی حالت پر متعجب ہو کے زبیدہ نے عنقودہ سے پوچھا۔

"بہن! یہ کون بزرگ لوگ ہیں؟"

عنقودہ: "یہ دیندار اور رسن رسیدہ جن ہیں جو حافظ قرآن ہیں اور ان کا شمار صحابیوں میں ہے، کیونکہ حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرفیاب ہوئے ہیں اور آپؐ ہی کے ہاتھ پہ ایمان لائے تھے۔ علاوہ ازیں منزل ولایت اور عالم باطن میں انہیں اقطاب کا درجہ حاصل ہے اور دنیا کے انتظامات میں ان کو بڑا دخل ہے۔"

زبیدہ: (حیرت سے) "تو ان کو ہمارے حضرتؐ کی زیارت نصیب ہو چکی ہے۔"

Marfat.com

عنقودہ: "بے شک اجب ہی تو ان کی دعا مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔ انہیں کی دعا کی برکت سے میں اکثر مریضوں کو اچھا کر دیا کرتی ہوں۔ میرے پاس جو کوئی عنقودہ پر روتا ہوا آتا ہے اور شفایابی کی آرزو ظاہر کرتا ہے میں اس سے وعدہ کر لیتی ہوں اور یہاں آ کے ان بزرگوں سے دعا کراتی ہوں جسے خداوند عالم ضرور قبول کرتا ہے۔"

زبیدہ: "میں ان کی زیارت سے بہت خوش ہوئی۔ کاش یہ مجھ سے کچھ بات کرتے۔"

عنقودہ: "یہ لوگ دنیا سے بھاگتے ہیں خصوصاً شیعوں کی "حیّ علیٰ خیر العمل" کی صدا سے ان کو بڑی ہی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ یہاں آ کے رہے ہی اس واسطے ہیں کہ یہ صدا یہاں نہیں سنی جاتی۔"

زبیدہ: "حیّ علیٰ خیر العمل" میں کونسی برائی ہے۔ اچھے کام کی طرف بلانے کو بھی کوئی جرم کہہ سکتا ہے؟"

عنقودہ: "یہ شیعوں کا شعار ہے جس میں ممکن نہیں کہ سبّ صحابہ اور تبرّے کی بو نہ آئے۔"

زبیدہ: "ان سے اہلبیت اطہار کی بو بھی تو آتی ہے۔"

عنقودہ: "مگر صحابہ رسول اللہ (صلعم) کی دشمنی اس خوبی کو خاک میں ملا دیتی ہے، جس طرح بعض نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، اسی طرح بعض برائیاں نیکیوں کو محو کر دیا کرتی ہیں۔"

زبیدہ: "مجھے تو ایسا تعصب اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

عنقودہ: "بہن! یہ تمہارے عقیدے کی کمزوری ہے۔ خوب یاد رکھو کہ شیعوں کی صورت دیکھنا ہی بڑا بھاری گناہ ہے، نہ کہ ان کی آواز سننا۔ یہ کوئی معمولی گناہ نہیں کیونکہ اس کا کوئی کفارہ ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ جن صحابی حضرت علیؓ کے ساتھ مدینے سے آ کے کوفے کی مسجد میں رہے تھے۔ وہاں شیعوں کا زور ہوا تو بھاگ کے بغداد میں آئے۔ وہاں جب عاشورہ میں یہ طریقہ جاری ہوا کہ اظہار غم کے لیے بازار بند کر دیئے جائیں اور عورتیں سر پیٹتی شہر کی سڑکوں پر گشت لگائیں تو یہ بے چارے شہر چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ ہم نے بڑی مشکلوں سے خوشامد و رآمد کر کے انہیں پھر یہاں بلا کے رکھا ہے ورنہ انکے چلے جانے کی بدولت بغداد سے بڑی برکت چلی گئی تھی۔

زبیدہ: "تو بڑا غضب ہوا۔"

عنقودہ: "کیوں؟"

زبیدہ: "میرے ابن عم یوسف ابن احمد تو شیعہ ہی ہیں جن کی شفایابی کی آرزو لے کے میں آپ کے پاس

Marfat.com

حاضر ہوئی۔"

عنقودہ: (چونک کے) "وہ شیعہ ہیں تو پھر ان کا علاج یہاں نہیں ہو سکتا۔ ان بزرگ بڈھوں کو کہیں یہ حال معلوم ہو گیا تو میرے اور تمہارے بھی دشمن ہو جائیں گے۔"

زبیدہ: (ہاتھ جوڑ کے) "خدا کے لیے کوئی تدبیر کیجئے۔ ان پر نہیں تو میرے حال پر رحم کیجئے۔ وہ چاہے کوئی ہوں مگر میں تو اب ان کی ہوں۔"

عنقودہ: "کیا تمہاری شادی کسی شریف سُنّی کے ساتھ نہیں ہو سکتی جو اس نوجوان شیعہ کے لیے اس قدر حیران ہو؟"

زبیدہ: "بھلا یہ میرے بس کی بات ہے؟"

عنقودہ: "اچھا تو وعدہ کرو کہ تم اپنے اثر سے اُسے سُنّی بنا لوگی۔"

زبیدہ: "اس بات کی تو مجھے تمنا ہی ہے اور جہاں تک بنے گا کوشش کروں گی مگر جو بات دوسرے کے اختیار کی ہو اس کا میں کیونکر وعدہ کر سکتی ہوں۔"

عنقودہ: "خیر تم کوشش تو کرو گی؟"

زبیدہ: "دل و جان سے۔"

عنقودہ: "تو خیر تمہاری خاطر ہے۔ تمہیں بہن بنا چکی ہوں۔ تمہاری خوشی پوری کرنے کے لیے مجھے یہ بھی گوارا ہے۔ ورنہ یہ بات غیر ممکن تھی کہ ایک شیعہ کے لیے یہ لوگ شفایابی کی دعا کرتے۔"

زبیدہ: "بڑی احسان مند ہوں اور ہمیشہ اپنے آپ کو آپ کی لونڈی سمجھوں گی۔"

عنقودہ: "نہیں، تم میری پیاری بہن ہو۔"

اس کے بعد وہ زبیدہ کو لے کے ان بڈھوں کے قریب گئی اور کہا:

"بزرگو! یہ میری بہن تمہاری زیارت کو آئی ہے اور تم سے اپنے منگیتر کے لیے شفایابی کی دعا کرانا چاہتی ہے۔"

یہ کلمات گویا ایک طلسم تھے کہ دسوں بڈھوں کی زبانیں تلاوت قرآن سے رک گئیں۔ دسوں نے ایک ساتھ اپنے سر نیچے کیے اور دسوں کی نظریں زبیدہ کے چہرے پر جم گئیں۔

زبیدہ لپکی کہ جھک کے ان کے قدم چومے مگر عنقودہ نے پکڑ لیا اور کہا:

Marfat.com

"ایسا غضب نہ کرنا۔ یہ اس کے متحمل نہیں کہ کوئی ان کے پاس بھی جائے نہ کہ ان کے پنڈے کو ہاتھ لگانا۔ خصوصاً تم سی عورت جس کے دل میں ایک شیعہ کی محبت ہے۔"

اب دسوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا سے فارغ ہوتے ہی پھر تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔

عنقودہ: "بس چلو تمہارا مطلب ہو گیا۔"

اس کے بعد وہ زبیدہ کو باغ کی سیر کرانے لگی۔ ناگہاں بلند آواز میں کسی نے کہا:

"الصلوٰۃ خیر من النوم"

یہ سنتے ہی عنقودہ کی زبان سے نکلا:

"بڑا غضب ہوا۔ ان اقطاب کی عبادت کا وقت آگیا۔"

اور زبیدہ کا ہاتھ پکڑ کے پاس کے ایک کمرے میں گھس گئی اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ یکایک زبیدہ کو ایک زلزلہ سا محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی زمین کا طبقہ اچھل کے اوپر جا پہنچا اور ایک چشم زدن میں دونوں اسی بلند مکان کے صحن میں تھیں جہاں ام زغول زبیدہ کے انتظار میں بیٹھی گھبرا رہی تھی۔ یہاں پہنچ کے عنقودہ نے پھر زبیدہ کو ایک بار گلے سے لگایا۔ اس کے نازک گال پر بوسہ دیا اور کہا:

"بہن! خدا حافظ۔ کبھی کبھی آ کے مجھ سے ضرور مل جایا کرنا، مگر اس کا خیال رہے کہ یہاں کی کوئی بات کسی کے سامنے زبان پر نہ لانا۔"

یہ کہتے ہی عنقودہ ایوان خانہ کے اندر جا کے غائب ہو گئی اور زبیدہ نے جو سہمی اور گھبرائی ہوئی تھی آگے بڑھ کے ام زغول کو آواز دی۔ ام زغول لپک کے اس کے قریب آئی اور پوچھا:

"یا ستی! کیا تم اکیلی ہو؟"

زبیدہ: "ہاں۔ اب جلدی چلو۔ خدا جانے کتنی رات آئی ہے اور اگر وہاں گھر میں کسی کو میرے نہ ہونے کا شبہ ہوا تو غضب ہو جائے گا۔"

اس کے بعد دونوں نے سر کے بال گوندھ کے خماروں میں چھپائے۔ چادریں اوڑھ لیں۔ زینوں سے اتر کے مکان کے باہر نکلیں اور پہلے کی طرح پھر خانقاہ مشرعۃ الصالحین والوں کا شور سنتی ہوئی کشتی کے پاس پہنچیں۔ ابو العنقوق کشتی میں سو گیا تھا۔ ام زغول کے پکارنے سے اٹھا اور بولا:

Marfat.com

"اب تو خدا جھوٹ نہ بلائے صبح ہونے ہی کو ہے۔ تم اتنی دیر تک کہاں بیٹھے رہیں؟"

ام زغول: "خیر اب چلو۔"

دونوں عورتیں کشتی پر سوار ہوئیں اور ابو العنقود نے دم بھر میں لا کے ماموینہ میں اتار دیا اور ایک کے عوض انعام میں دو دینار پا کے خوش خوش اپنے گھر کی راہ لی۔ ام زغول نے کئی بار تذکرہ چھیڑ کے پوچھا کہ تم نے عنقودہ کے ساتھ جا کے کیا دیکھا مگر زبیدہ خاموش رہی اور کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ کوچہ سکۃ العروس آ گیا اور زبیدہ نے گھر میں پہنچ کے ام زغول کو رخصت کر دیا۔

Marfat.com

۳

طقطقی اور شقشقی

○

دو گھڑی دن باقی ہے۔ آفتاب مغرب کے قریب جا پہنچا ہے اور اس کی دھیمی روشنی میں سنہرا پن پیدا ہو چلا ہے جو بغداد کے عالی شان ایوانوں پر سونے کا پانی پھیرتی اور مسجدوں کے میناروں، گنبدوں اور مقبروں کے کلسوں کے مغربی پہلوؤں کو اس طرح چمکا رہی ہے کہ نظر نہیں ٹھہر سکتی۔ آبادی کا زیادہ حصہ اس وقت گھروں سے نکل کے سڑکوں اور عام رہگزروں میں آگیا ہے اور بازاروں کا شور و ہنگامہ بڑھا ہوا ہے۔ عورتیں برقع پہنے دکانوں پر خرید و فروخت کر رہی ہیں اور خلقت، وا ژدہام عام اور عموماً ان مقامات سے جہاں بھیڑیں ہوں انبوہ خلائق سے بچتی ہوئی نکل جاتی ہیں۔ بڑے بڑے محلوں اور حرموں کی لونڈیاں جن میں سے اکثر حبشنیں ہیں، دکانداروں سے لڑ لڑ کے سودا خرید رہی ہیں۔

خصوصاً محلہ سوق السلطان جو مدرسہ مستنصریہ کے پچھواڑے واقع ہے، خلقت سے بھرا ہوا ہے یہاں غلاموں، لونڈیوں اور شریف گھرانوں کی غریب عورتوں میں مدرسہ مستنصریہ کے ہزارہا طلبہ ملے ہوئے ہیں جو درس و تعلیم سے فارغ ہو کے سیر و تفریح کو نکلے ہیں اور جن میں حدود سندھ و ہند سے لے کے انتہائے مغرب اور قرطبہ و غرناطہ تک کے لوگ موجود ہیں۔

ناگہاں اسی بازار میں ہمیں دو عجیب حلیہ اور شکل و شمائل کے آدمی نظر آئے جو قنطرۂ باب الحرب سے آئے ہیں اور باب بصرہ کی طرف آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک

Marfat.com

جس کی عمر پچاس برس سے متجاوز ہوگی، نہایت ہی طویل القامت اور دبلا پتلا ہے۔ گال اس قدر پچکے ہوئے ہیں کہ چہرے کے دونوں رخوں پر دو گڑھے نظر آ رہے ہیں جس عیب کو داڑھی بھی نہیں چھپا سکتی کیونکہ یہ کوسہ ہے اور اس کی داڑھی صرف چند ان بالوں سے عبارت ہے جو ٹھوڑی کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکے اور مونچھیں تو بالکل ہی ندارد ہیں۔ آنکھیں خوب ابھری ہوئی ہیں جو اپنی چمک اور تیزی سے گدھ کی سی آنکھیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کے سر پر ایک لمبی نوکدار ٹوپی ہے۔ پاؤں میں تنگ مہری کا ڈھیلا ڈھالا پاجامہ ہے۔ گلے میں ایک لمبا قمیض ہے اور اس پر نیچے دامنوں کی عربی عبا کے اوپر پٹکے سے کمر کسی ہے جس کی وجہ سے دامن ادھر اُدھر اڑنے نہیں پاتے۔

اس کے ساتھ والا دوسرا شخص جس کی عمر پینتیس سال کے قریب ہوگی، پستہ قد اور خوب گداز ہے۔ لمبی چوڑی گھنی داڑھی اور مونچھیں، گنوار و چہرے کا دو ثلث حصہ چھپائے ہوئے ہیں۔ بھویں ملی ہیں۔ آنکھیں غلہ سی باہر نکلی پڑتی ہیں۔ ہونٹ اگرچہ موٹے ہیں مگر اس قدر چھوٹے واقع ہوئے ہیں کہ دانتوں کو نہیں چھپا سکتے۔ اور اکثر منہ کھلا ہی رہتا ہے۔ اس کے سر پر عمامہ ہے اور بدن میں ایرانی وضع کی قبا جس پر پیٹی کسی ہوئی ہے۔ کپڑے کی ایک چھوٹی دونوں کے گلوں میں پڑی ہوئی ہے جسے یہ لوگ زنبیل کہتے ہیں اور اس میں خدا جانے کیسے کیسے آلات اور کیا کچھ سامان جمع رکھتے ہیں۔

پستہ قامت شخص نے چلتے چلتے اپنے رفیق سے بات کرنے کے لیے چہرہ اوپر کو اٹھایا اور ذرا بلند ہو کے کہا:

"طقطقی! شام ہونے ہی کو ہے اور آج ہم کچھ نہیں کر سکے۔ قنطرۂ باب الحرب سے گزر آئے اور کوئی دل لگی نہیں دیکھنے میں آئی۔"

طقطقی: (اپنے پستہ قد ساتھی سے بات کرنے کے لیے ذرا جھک کے اور سر نیچا کر کے) "اگر آج کوئی دل لگی نظر آئے تو ہم عیاری چھوڑ دیں۔ باب الحرب نہیں تو باب بصرہ والوں میں چلو۔ وہاں والے ہمارے فقروں میں جلد آتے ہیں۔"

بہلا ساٹھی: وہاں کے لوگوں کو لٹانا کون سی بڑی بات ہے۔ یہاں سوق السلطان میں اور خاص مستنصریہ کی دیوار کے نیچے کچھ چھیڑ ہو تو مزہ بھی ہے۔"

طقطقی: "شقشقی! کوئی بڑی بات نہیں۔ اچھا آج میں تمہیں اپنی عیاری کا یہیں امتحان دوں گا۔"

(اعشاریہ اگلے صفحہ پر ہے)

Marfat.com

شقشقی: "ہاں آج اس محلہ والوں ہی کو سزا دینی چاہیئے۔ ہمیں خدا نے اسی لیے پیدا کیا ہے کہ جن گناہ گاروں کو امیرالمومنین معتصم باللہ سزا نہیں دے سکتے انہیں ہم سزا دیں۔ امیروں کو غرور کی۔ عالموں کو نخوت کی، زاہدوں کو ریاکاری کی اور ہر ایسے شخص کو جو بظاہر مہذب و شائستہ بنا ہوا ہے اس کے مخفی گناہوں کی سزا ہمارے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔"

طقطقی: "بے شک ہمارے پیدا کرنے میں خدا کی یہی مصلحت ہے۔ میں جب ذرا سیدھا ہو کے اور اپنے سر کو اونچا کر کے دیکھتا ہوں تو دور دور تک کے لوگوں پر نظر دوڑ جاتی ہے اور میں پہچان لیتا ہوں کہ کون کیسا ہے اور کسے کیسی سزا دینی چاہیئے۔"

شقشقی: "اور میرا کمال نہیں جانتے۔ چاہے کیسی ہی بھیڑ ہو، بدن سمیٹ کے اور جھک کے اس طرح نکل جاتا ہوں جس طرح پارہ گھل کے چھن کے اور پتلا ہو کے ہر گرفت اور ہر روک سے نکل جاتا ہے۔ آگ لگاتا ہوں اور گرمی پاتے ہی اڑ جاتا ہوں۔ اسی لیے تو میرا نام زیبق ہے اور تمہارے سوا ساری دنیا مجھے زیبق ہی کہتی ہے۔"

طقطقی: "تو آؤ ہم دونوں اسی محلہ میں اپنا اپنا کمال دکھائیں۔"

اتنے میں یہ ایک جوان بہشتن کے قریب پہنچے۔ جو لوگوں کو بازار میں پانی پلا رہی تھی۔ مستنصریہ کے ایک سمرقندی طالب علم نے اس سے پانی مانگا۔ بہشتن نے کٹورہ بھر کے دیا۔ اتنی دیر میں طقطقی نے اپنی زنبیل سے لکڑی کی ایک جھنجھری دار ڈبیا نکال کے کھولی اور طالب علم نے کٹورا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس کے ساتھ ہی طقطقی کا ہاتھ بھی بہشتن کی طرف بڑھا اور اپنا کام کر کے واپس آیا مگر اس صفائی اور پھرتی سے کہ نہ بہشتن ہی کو خبر ہوئی اور نہ طالب علم کو۔ اب طالب علم صاحب جیب میں ہاتھ ڈال کے اسے دینے کے واسطے کچھ رقم نکال رہے تھے کہ یکبارگی بہشتن نے ایک چیخ ماری۔ کمال بدحواسی کے ساتھ مشکیزہ زمین پر پھینکا۔ قمیض کو چیر پھاڑ کے الگ ڈال دیا اور گرتے کے چھیچھڑوں کو دیکھ کے چلائی۔

"بچھو! بچھو!"

لہ (پچھلے صفحے کا حاشیہ:) طقطقی اور زیبق اس زمانے کے دو مشہور عیاروں کے نام ہیں۔ یہ لوگ اپنے لیے ایسے ہی لقب اختیار کیا کرتے تھے چنانچہ زیبق نے اپنے لیے شقشقی کا لقب تجویز کیا ہے۔

Marfat.com

گھبراہٹ میں اس کے سر پر سے خمار الگ جا گری۔ بال کھل گئے اور قمیض کے اُتر جانے سے جسم کا اوپر کا حصہ بالکل برہنہ ہو گیا۔ مگر اس بدحواسی میں بھی اس نے لپک کے سمرقندی طالبعلم کا ہاتھ پکڑ لیا کہ انہیں نے مجھ پر بچھو ڈال دیا۔ لوگو دوڑو۔ امیرالمومنین کی دہائی۔

طالب علم: "کچھ سٹرن ہوئی ہے۔ میرے پاس بچھو کہاں سے آیا۔ خدا جانے کہاں سے چڑھا لائی اور میرا نام لیتی ہے۔"

بہشتن: "حرمت امیرالمومنین کی قسم۔ تم ہی نے کٹورہ دیتے وقت میری آستین میں بچھو ڈال دیا۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔"

اور ساتھ ہی درد کا جو زور ہوا تو رونے پیٹنے، چلانے اور طالب علم کو کوسنے لگی۔

بازار کا مقام، ہزار ہا خلقت جمع ہو گئی اور جو تھا سمرقندی صاحب کو گالیاں دے رہا تھا کہ:

"واہ! یہ بھی کوئی دل لگی میں دل لگی ہے۔"

دو ایک سمرقندی طالب علم سے دست و گریبان ہو گئے۔ دو ایک آدمی اس بہشتن کی کلائی کو پکڑ کے جہاں بچھو نے ڈنک مارا تھا، سہلانے اور کچھ پڑھ پڑھ کے دم کرنے لگے۔ اب وہ پڑی پڑی ہائے ہائے کر رہی تھی اور گرد والوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔

ایک: "اور جو کوئی ایک سانپ لا کے ان کو ڈسوا دے تو؟"

دوسرا: "وہ چاہے مرے یا جیئے، مگر اسے ننگا کر کے تو دیکھ لیا!"

تیسرا: "ان طالب علموں کا اخلاق روز بروز بگڑتا ہی جاتا ہے۔"

چوتھا: خدا جانے کہاں کہاں کے آفاقی آ کے جمع ہو گئے ہیں۔"

پانچواں: "انہیں گرفتار کر کے کوتوال صاحب کے پاس پہنچا دیں تو مزہ معلوم ہو!"

اب ہزاروں آدمیوں کا ٹھٹھ لگا ہوا تھا اور جو تھا اپنی ہی کہہ رہا تھا۔ اتنے میں شقنقی نے طقطقی کے کان میں کہا:

"لے اب میرا بھی کمال دیکھ لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی جیب سے ایک موچنا نکال کے ہاتھ میں لیا اور جھک کے بیٹھے بیٹھے لوگوں کی ٹانگوں کے درمیان سے گزر کے بہشتن کے قریب گیا۔ اس کی قمیض کے پھینٹروں میں سے

Marfat.com

اس بچھو کو موچنے سے پکڑ لیا اور بیٹھے ہی بیٹھے حیرت انگیز پھرتی و چالاکی سے بھیڑ لگانیوالوں کی ٹانگوں میں ہوتا ہوا زور سے بھاگا مگر اس شرارت کے ساتھ کہ جا بجا رک رک کے بیسیوں کی پنڈلیوں میں بچھو سے نیش زنی کرادی، اور یہ شرارت کرتا ہوا خلقت کے پاؤں ہی کے اندر سے ہو کے صفائی کے ساتھ نکل گیا۔ جس کے گزر جانے کے بعد نظر آیا کہ پچیس تیس آدمی گر گر کے تڑپنے اور بآواز بلند ہائے ہائے کرنے اور کراہنے لگے جو سڑک پر پڑے ہوئے رونے اور درد کی شدت سے اپنے پاؤں پیٹ رہے تھے۔

یہ تماشا دیکھ دیکھ کے طقطقی دل ہی دل میں بہت ہنسا اور اس مجمع سے ہٹ کے تھوڑے فاصلے پر جا کے شقشقی سے ملا اور کہا:

"واہ استاد! کیا کہنا ہے۔ واللہ مانتا ہوں۔ مگر میں نے آج کا خرچ بھی نکال لیا۔"

یہ کہہ کے پانچ درہم دکھائے اور کہا:

"سمرقندی صاحب مجرم قرار پائے تھے، پھر بھلا کیونکر ممکن تھا کہ میں ان پر کچھ جرمانہ نہ کرتا۔ وہ چہ کنم میں پڑے ہوئے تھے۔ تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ میں نے بھیڑ میں موقع پا کے ان کی جیب سے یہ پانچ درہم نکال لیے۔"

شقشقی: "تو اس معاملے میں بھی میں تم سے دب کے نہیں رہا۔"

یہ کہتے ہی اس نے جیب سے نکال کے ایک ہمیانی دکھائی جس میں سو ڈیڑھ سو دینار سے کم نہ ہوں گے۔

طقطقی: "یار تم تو بڑی رقم مار لائے۔ یہ کیونکر ہاتھ آئی؟"

شقشقی: "میں لوگوں کے پاؤں ہی پاؤں میں ہوتا ہوا آرہا تھا کہ ہمیانی ایک صاحب کی کمر سے لٹکتی نظر آئی۔ میں نے فوراً تمہارے بچھو سے ان پر ایک وار کرا دیا۔ ادھر وہ آہ آہ کر کے پاؤں کیطرف جھکے اُدھر میں ہمیانی کھینچ کے لے اُڑا۔"

طقطقی: "اب کیا ہے۔ چین لکھتا ہے۔ چلو آج ابن بختیار باورچی کی دکان پر کھانا کھائیں بہت دنوں سے اس کے یہاں کا کھانا نہیں کھایا۔ تمہاری بدولت آج مزے اُڑ جائیں گے۔"

شقشقی: "چلنا، مگر ابھی ہم نے اپنا کام پورا نہیں کیا ہے۔ جب تک کوئی ہنگامہ اور کشت و خون

Marfat.com

نہ ہو ہمیں مزہ نہیں آتا۔ یہ تو معمولی دل لگی تھی۔"

طقطقی: "ہاں ابھی کھانے کا وقت بھی نہیں ہے۔"

اب یہ دونوں یہاں سے بڑھ کے باب بصرہ کے قریب پہنچے۔ اس محلہ کے لوگ نہایت ہی متعصب سُنّی تھے جن سے اُس پار والے محلۂ کرخ کے شیعوں سے ہمیشہ لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ ان دونوں محلہ والوں میں سو برس سے برابر قتل و خون کا سلسلہ جاری تھا۔ اس وقت یہاں بھی بہت بھیڑ تھی اور شانہ سے شانہ چھِل رہا تھا۔

اب آفتاب غروب ہو چکا تھا اور تاروں نے دن بھر کی سوئی ہوئی آنکھیں ایک ایک کر کے کھولنا شروع کی تھیں۔ مسجدوں سے اذان مغرب کی صدائیں آ رہی تھیں۔ امرا کی ڈیوڑھیوں سے نوبت کا غلغلہ بلند تھا اور رفضائے بال میں طیور کا ہنگامہ بڑے شور پر تھا۔ تھوڑی دیر تک یہ دونوں عیار سڑک پر ٹہلتے اور لوگوں کو بھانپتے رہے۔

اتنے میں دس بارہ شیعوں کو دیکھا جو کسی ضرورت کے تحت اِدھر آنکلے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہی شقشقی نے اپنی زنبیل سے ایک کاغذ نکالا اور نہایت ہی صفائی اور چابک دستی سے اس کو ان شیعوں میں سے ایک کے پٹکے میں اٹکا دیا۔ چند قدم آگے بڑھ کے اس شخص کا ہاتھ جو کاغذ پر پڑا تو اسے لے کے پڑھنے لگا کہ کیا ہے۔ ساتھ ہی طقطقی نے لپک کے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور غل مچایا:
"تبرّا، تبرّا!"

تبرے کا وحشت ناک اور قیامت خیز لفظ سنتے ہی سارے محلے والے دوڑ پڑے اور ان چند راہرو شیعوں کو ایک خدائی نے آ کے گھیر لیا، جو بے چارے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ کیا آفت ہے۔ اپنے خلاف ایک خلقت عظیم کو دیکھ کے انہوں نے قسمیں کھائیں کہ تمہارے محلہ میں ہم ایسی جرأت ہرگز نہ کر سکتے تھے۔ یہ کسی شریر سُنّی ہی کا کام ہے۔"

طقطقی (جوش و خروش کے ساتھ وہ کاغذ مجمع عام کے سامنے پیش کر کے) "ابھی سب لوگوں کے سامنے میں نے یہ کاغذ ان لوگوں کے ہاتھ سے چھینا ہے اور خود ہی پڑھ لو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ بھلا کسی سنّی کی کمر میں ایسا کاغذ رہ سکتا تھا؟"

شیعہ: "ہم اس کاغذ سے نہیں واقف، خدا جانے کیونکر ہمارے پٹکہ میں آگیا۔"

Marfat.com

اس جواب پر سب نے غل مچایا:

" انہیں خبر نہیں اور انہیں کے پاس سے نکلا۔ مارو رافضیوں کو، انہیں کی بدولت سے بغداد تباہ ہو رہا ہے۔"

دونوں طرف سے تلواریں نکل پڑیں۔ قتل و خون کا بازار گرم ہوتے ہی طقطقی اور شفشقی ہٹ کے الگ جا کھڑے ہوئے اور سڑک پر تلوار چلنے لگی۔ سنیوں کا مجمع بڑھتا جاتا تھا۔ آخر غریب محلہ کے چند بیکس شیعوں پر ایسا نرغہ ہوا کہ بے چارے سب جان سے مارے گئے۔

اس ہنگامہ کی خبر چند ہی منٹ کے اندر سارے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ اطراف و جوانب سے دوڑے۔ اُدھر کرخ اور شیعوں کے محلوں سے ہزارہا شیعہ چڑھ آئے اور قریب تھا کہ اس ہنگامہ میں ہزارہا خلقت کٹ جائے کہ والیٔ شہر رکن الدین وداراب جو مجسٹریٹی کی خدمت انجام دیتا تھا اپنے گروہ کے پانچ سو فوجی جوانوں کے ساتھ آپہنچا اور دونوں فریقوں کے درمیان میں ٹھہر کے حکم دیا کہ سب لوگ تلواریں میان میں کر لیں۔

اس نے تحقیقات شروع کی اور تمام واقعات سے آگاہ ہو کے ان لوگوں کا پتہ لگانا چاہا جنہوں نے شیعوں کو قتل کیا تھا مگر بالکل پتہ نہ لگا کہ کون تھے اور کہاں کے تھے۔ اب سنیوں نے بڑھ کے کہا:

" ہم اس مذہبی دل آزاری کا بدلہ لیے بغیر نہ رہیں گے۔"

رکن الدین: " کیا ابھی بدلہ لینا باقی ہے۔ دس بارہ آدمیوں کو تم نے جان سے مارا۔ حالانکہ اگر قصور بھی تھا تو صرف ایک شخص کا۔ تم کو تو چاہیئے تھا کہ قاتلوں اور مجرموں کا پتہ لگانے میں خلافت کو مدد دو نہ کہ اُلٹے ہنگامہ مچا کے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لو۔ بس جاؤ اور اپنے گھروں میں بیٹھو۔"

اس کے بعد رکن الدین نے شیعوں کی طرف توجہ کی اور کہا:

" تم لوگوں کی غلطی ہے کہ بجائے حکومت سے اس چارہ جوئی کرنے کے خود ہی فساد کرنے اور ہنگامہ مچانے کو یہاں آئے ہو۔"

ایک شیعہ: " ہمارے دس بارہ آدمی بے گناہ جان سے مارے گئے ہیں جن کی بے کسی کی موت

Marfat.com

پر ہمیں کسی طرح صبر نہیں آسکتا۔ ہم بے انتقام لیے نہ رہیں گے۔"

رکن الدین: "تم خاموشی اور امن و امان کے ساتھ قاتلوں کا پتہ لگاؤ اور اگر تم کافی اور قابل اعتبار شہادت سے ثابت کر دو گے کہ تمہارے ہم مذہبوں کو انہوں نے قتل کیا ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ انہیں ضرور سزا دی جائے گی اور سخت سزا دی جائے گی مگر اس بلوہ کرنے سے نہیں کیا مل جائے گا؟"

آخر اس ہوشیار تجربہ کار عہدہ دار کے سمجھانے سے دونوں گروہ واپس روانہ ہوئے۔ شیعوں کی لاشوں کو اہل کرخ بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے اٹھا لے گئے اور کرخ کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

جب مجمع کم ہو گیا تو شقشقی اور طقطقی یہاں سے روانہ ہوئے اور ایک تنہائی کے مقام میں پہنچ کے طقطقی نے کہا:

"لے اب آؤ پیٹ بھر کے ہنس لیں۔ خدا جانے کہاں سے ضبط کیے ہوئے ہیں۔"

یہ کہہ کے دونوں اس قدر ہنسے کہ پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے اور کوئی بیس منٹ کے بعد مشکلوں سے ہنسی ضبط کر کے شقشقی نے کہا:

"یار سنیوں نے بڑا ظلم کیا۔"

طقطقی: "ہماری تو دل لگی ہو گئی۔"

شقشقی: "مگر ہم دل لگی ہی میں بڑوں کو سزا بھی دیا کرتے ہیں۔ سنیوں سے اگر اس کا انتقام نہ لیا تو کچھ نہ کیا۔"

طقطقی: "اب اسے کل پر اٹھا رکھو۔"

شقشقی: "واہ تمہیں وقت کی قدر نہیں۔ اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے جو گھڑی مل جائے اسے غنیمت سمجھو۔ میں تو جب ہی کھانا کھاؤں گا جب سنیوں کو اس بے اعتدالی کی سزا دے لوں گا۔"

طقطقی: "تو چلو کہاں چلو گے؟ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

شقشقی: "قنطرۃ العتیقہ کے پاس شارع ابن ابی عوف میں چلو جہاں سے سنی شیعہ دونوں گروہوں

کی آبادی قریب ہے کیونکہ وہاں سے چند قدم پر درب اللؤلوء ہے جو خاص سنیوں کی آبادی ہے اور پُل کے اس پار شیعہ ہیں۔"

اب عشاء کا وقت تھا۔ ماہتاب خوب روشن تھا اور اپنے حریم فلک کی دلربا ؤں (تاروں) کی پرنور چادر ڈال کے اس طرح ان کی پردہ پوشی کر رہا تھا جیسے کوئی غیور فرماں روا اپنی بی بیوں اور خواصوں کو کمخواب اور منقش کے پردوں میں چھپاتا ہے مگر پھر بھی جا بجا یہ نازک اندام اور شوخ چشم حسینان فلک اپنے محل کی کھڑکیوں سے جھانک جھانک کے دنیا پر اپنا حسن آشکارا کرہی دیتے تھے۔ امراء کے دروازوں پر عشاء کی نوبت[1] بج رہی تھی اور ابتدائے شب کا شور وغوغا کم ہونے لگا تھا۔

اس وقت یہ دونوں فتنہ انگیز عیار شارع ابن ابی عوف میں پہنچے اور اپنا مقصد پورا کرنے کی تدبیر میں سوچ رہے تھے کہ سامنے سنیوں کی ایک مسجد نظر آئی جسے دیکھتے ہی شقشقی نے زنبیل سے ایک بڑا کاغذ نکالا۔ پھر اسی میں سے تھوڑی سی لئی نکالی۔ چپکے چپکے اس کاغذ میں لئی لگائی اور لوگوں کی آنکھ بچا کر اس مسجد کے دروازے پر چپکا دیا۔ اس میں شیخین کی تعریف تھی اور بعض آئمہ کی نسبت کلمات توہین لکھے ہوئے تھے۔

فساد کی یہ بنیاد قائم کر کے دونوں پُل کی طرف روانہ ہوئے۔ کوئی سو دو سو قدم گئے ہوں گے کہ چند شیعہ راہ رو ملے جن کے قریب جا کے طقطقی نے اپنے دوست شقشقی سے کہا۔

" اب ہر طرح ہماری توہین ہو رہی ہے۔ سارے بغداد میں ذلیل کیے جا رہے ہیں، اور شیعان علی علیہ السلام میں سے کسی کو فکر نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ محبت اہلبیت کا دعویٰ کیا ہوا؟"

ایک شیعہ: "کیوں کیا ہوا؟ کچھ تو بیان فرمایئے"

طقطقی: "کیا آپ کو نہیں معلوم۔ ابھی پورا ایک گھنٹہ نہ ہوا ہو گا کہ باب البصرہ کے نواصب نے دس بارہ مومنین کو بے گناہ مار ڈالا اور جب انتقام لینے کے لیے مومنین پہنچے تو رکن الدین نے

---

[1] ان دنوں بغداد میں رواج تھا کہ شاہی ڈیوڑھی اور نیز بہت سے امراء کی ڈیوڑھیوں پر دن رات پانچ بار نماز کے اوقات میں نوبت بجا کرتی تھی مگر اس کے صرف وہی امراء مجاز تھے جن کو آستانِ خلافت سے یہ عزت دی گئی تھی۔

Marfat.com

جو ایک کٹر خارجی ہے، انہیں بچوں کی طرح بہلا کے واپس کر دیا۔ میں ابھی وہیں سے چلا آ رہا ہوں۔ یہاں آ کے شارع ابن ابی عوف کی مسجد کے دروازے پر جو سر بازار واقع ہے کیا دیکھتا ہوں کہ شیخین کی تعریف اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی شان میں گستاخانہ کلمات لکھے ہوئے ہیں۔"

شیعہ: "ہاں! بہ حرمت شہادت حسینؓ ابن علیؓ ہم ایسی دل آزاری ہرگز گوارا نہ کر سکیں گے مگر میں اپنی آنکھ سے دیکھ لوں تو مانوں۔"

طقطقی: "چلو دکھا دوں۔"

یہ کہہ کے طقطقی ان شیعوں کو ساتھ لے کے اس مسجد کے دروازہ پر آیا اور انہیں وہ کاغذ دکھایا، جسے دیکھتے ہی وہ لوگ نہایت مشتعل ہو گئے اور اپنے محلہ کرخ کی طرف روانہ ہوئے کہ شیعوں کو بلا لائیں۔

چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ہزاروں ہتھیار بند شیعہ شور و غل مچاتے ہوئے آ پہنچے مگر ان کے آنے سے پہلے ہی شقشقی نے محلہ میں پکار دیا تھا کہ:

"ہوشیار ہو جاؤ۔ اہل کرخ کا بڑا بھاری گروہ تمہیں لوٹنے مارنے آ رہا ہے۔"

اس آواز کے سنتے ہی سینکڑوں سنّی بھی نیزے اور تلواریں لے لے کے گھروں سے نکل پڑے۔ یہ لوگ گروہ باندھے کھڑے تھے کہ شیعہ آ پہنچے اور غل مچایا کہ:

"مارو کمبخت ناصبیوں کو۔"

ادھر سے کسی نے پکار دیا:

"لینا ان ناپاک رافضیوں کو۔"

پھر کیا تھا تلوار چلنے لگی مگر شیعوں کا انبوہ زیادہ تھا اور ساعت بہ ساعت ان کی جماعت بڑھتی جاتی تھی۔ کوئی آدھ گھنٹے میں سنیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ حریفوں کی مار کھاتے ہوئے بدحواسی سے بھاگے۔

سنیوں کی شکست کے بعد شیعوں کو اپنے دل کا بخار نکالنے کا کافی موقع مل گیا۔ پہلے مسجد پر یورش کر کے وہ کاغذ پھاڑ کے جلایا۔ اندر گھس کے مسجد کو لوٹا۔ محراب مسجد کے پاس

Marfat.com

خلفائے اربعہ کے ناموں کے کتبے لگے ہوئے تھے انہیں نوچ کھسوٹ کے اتارا اور انکی سخت بے ادبی کی۔ پھر مسجد سے نکل کے سُنیوں کے مکانوں پر نرغہ کر دیا۔ اب شیعوں کے گروہ مکانوں میں گھس گھس کے لوٹتے مارتے اور عورتوں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ عورتیں روتی پیٹتی اور صدائے فریاد والامان بلند کرتی تھیں مگر کوئی سماعت کرنے والا نہ تھا بلکہ بجائے کسی فریادرسی کے اور زیادہ لوٹی اور بے عزت کی جاتی تھیں۔

الغرض شارع ابن ابی عوف بے رحمی سے لُٹ رہا تھا اور یہ دونوں عیار کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے برابر کوئی صاحب علم شیعہ بزرگ کھڑے تھے اور اپنے ہم مذہبوں کی اس سنگدلی اور بے رحمی پر افسوس کر رہے تھے۔ طقطقی نے ان کے قریب جا کے کہا۔

"آپ ان لوگوں کو بے اعتدالیوں سے روکتے نہیں۔"

بزرگ: "اس ہنگامہ میں میری کون سننے لگا تھا۔"

طقطقی: "آپ ان لوگوں کے مقتدا ہیں۔ آپ کی نہ سنیں گے تو پھر کس کی سنیں گے۔"

بزرگ: "اچھا تمہاری خوشی ہے تو میں جا کے سمجھاتا ہوں۔"

یہ کہہ کے وہ نیک نفس بزرگ آگے بڑھے اور شیعوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"بس اب حد سے نہ گزرو جتنے تمہارے آدمی مارے گئے تھے ان سے بیسیوں حصہ زیادہ سنیوں کو تم قتل کر چکے، جو کاغذ باعث اشتعال تھا اسے بھی تم نے نوچ کے جلا ڈالا۔ اب اس لوٹ مار اور عورتوں کی بے حرمتی سے باز آؤ، ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔"

کئی شیعہ (برہمی سے) "واہ! جب تک ہم اچھی طرح دل کی بھڑاس نہ نکال لیں گے یہاں سے نہ ہٹیں گے۔ اگر ہم نے ان کم بخت ناصبیوں کی جوروؤں اور بیٹیوں کی آبرو نہ لی تو کچھ بھی نہ کیا۔"

بزرگ: "اور اگر کل سنی لوگ یورش کر کے یونہیں تمہاری بہو بیٹیوں کی آبرو لینا چاہیں تو کیا کرو گے؟"

ایک غضب ناک شیعہ نے اس پر برافروختہ ہو کے کہا:

"بس زبان روکیئے۔ ایسے کلمات سننے کی ہم تاب نہیں لا سکتے۔"

Marfat.com

شقشقی (جواب انہیں لوگوں میں آکے مل گیا تھا) "مارو اس خارجی کو جو شیعوں کی صورت بنائے ہوئے ہے۔ شیطان انسان کی صورت میں آیا ہے کہ ہمیں سچی دینی خدمت سے روکے۔"

بزرگ: "اور یہ دینی خدمت ہے؟ کسی کا گھر لوٹنا اور غیر عورتوں سے زنا کرنا ثواب کا کام ہے۔"

یہ سنتے ہی کسی غضب آلود شیعہ نے ایک نیزہ مار کے ان بزرگ کو گرا دیا۔ ساتھ ہی اوپر سے تلواروں کے صدہا وار پڑ گئے اور پتہ بھی نہ لگا کہ کون بزرگ تھے اور کیا ہوئے۔

برابر دو گھنٹہ تک سنیوں کا یہ محلہ لٹ چکا تو خلیفہ المعتصم کا ولی عہد ابو بکر اور رکن الدین دوادار دو ہزار جوانوں اور غلاموں کی جمعیت سے آپہنچے اور شیعوں کو مار مار کے شارع ابن ابی عوف سے نکالا۔

اب تحقیقات شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ آٹھ سو سے زیادہ سنی اور تقریباً دو سو شیعہ مارے گئے۔ جن کی لاشیں راستوں پر بکھری ہوئی تھیں۔ سڑک پر خون کی کیچڑ تھی اور محلہ کے کتے لاشوں کو جھنجھوڑ رہے تھے۔ صدہا گھر لٹ گئے تھے اور گھروں کے اندر کی بیٹھنے والیوں میں سے کوئی جوان اور حسین عورت نہ تھی جو بے حرمتی سے بچ گئی ہو۔ پھر مسجد کی حالت دیکھی گئی جو بہت سے سنیوں کا مقتل اور ہر قسم کی مذہبی توہین کا آئینہ بنی ہوئی تھی۔ شاہزادے کے آنے کی خبر سنتے ہی ہزارہا عورتیں گھروں سے نکل پڑیں اور اس کے سامنے زمین پر گر گر کے اور تڑپ تڑپ کے فریاد کرنے لگیں۔ یہ حسرتناک اور دلخراش منظر دیکھ کے شہزادے کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

رکن الدین کو بھی یہ حالت دیکھ کے بڑا طیش آیا اور اس نے شہزادہ ابو بکر سے ہاتھ جوڑ کے کہا: "آپ آنسو پوچھ ڈالیں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ مظلوم عورتیں جن میں سے صدہا بیوہ اور ہزارہا بے آبرو ہوئی ہیں ان کا انتقام ضرور لوں گا اور ایسا انتقام کہ ساری دنیا کے سنیوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یہ سارا فساد وزیر ابن علقمی کا ہے۔ امیر المومنین گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ ابن علقمی جو کچھ کہہ دیتا ہے اس کا یقین کر لیتے ہیں۔ اب ہم خود جا کے امیر المومنین سے کہیں گے اور اپنا انتقام لیے بغیر نہ رہیں گے۔"

اس کے بعد شاہزادہ ابو بکر نے سب عورتوں کی تسلی و تشفی کی اور پانچ سو جوانوں کو محلہ

Marfat.com

کی حفاظت کے لیے چھوڑ کے اپنے قصر میں واپس آیا۔ اب فرار شدہ سنی گھروں میں واپس آنا شروع ہوئے جو اپنی بے عزتی اور لٹ جانے پر آنسو بہا رہے تھے اور ہر گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔

یہ تماشا دیکھ کے طقطقی اور شقشقی ایک گلی میں جا کے اپنی کامیابی پر بہت ہنسے اور کہا:

"بھئی کیا مزے کا بلوہ ہوا ہے۔ مدت سے ایسی سیر نہیں دیکھی تھی۔"

طقطقی: "مجھے تو ان شیعہ مولوی صاحب پر ہنسی آتی ہے جو تمہارے نقرے میں آ کے شیعوں کو سمجھانے لگے تھے۔"

شقشقی: "مگر تم نے بھی کمال کر دیا۔ اسے بے وقوفی کی خوب سزا دلوائی ہے۔"

طقطقی: "واقعی اگر اس وقت میں نہ بول اٹھتا تو انہیں ہرگز سزا نہ ملتی۔"

شقشقی: لے اب مجھے بھوک لگی ہے اور اگر تم اس جرم کی سزا شیعوں کو بھی دینا چاہو گے تو میں تمہارا ساتھ نہ دے سکوں گا۔ پہلے ابن بختیار کی دکان پر چلو۔ پھر جو چاہنا کرنا۔"

طقطقی: "اب کوئی بڑا کام نہیں باقی ہے۔ پہلے چلو مختیار کی دکان پہ کھانا کھائیں۔ اس کے بعد وہاں سے قریب ہی محلہ مقتدریہ میں یوسف ابن احمد کو درد گلو کا وہ علاج بتا دیں جو ہمارے یہاں مروّج ہے اور مجرب و حکمی ثابت ہوا ہے۔ بس اس کے بعد اپنے گھر کی راہ لیں گے۔ مگر کل ہمیں دو بہت بڑے کام کرنا ہیں۔"

شقشقی: "خیر چلو۔ جہاں کہو گے چلوں گا مگر پہلے کھانا کھلوا دو۔"

طقطقی: "چلو۔"

اس گفتگو کے بعد دونوں عیار جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے چلے اور رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

Marfat.com

④

ملک الناصر داؤد کی امانت میں خیانت

ان دنوں بغداد کی حالت نہایت ہی ابتر بلکہ نازک ہو رہی تھی اور اس کے اوج وکمال کا پیالہ چھلکنے ہی کو ہے۔ بیسیوں قسم کے جھگڑے پڑے ہوئے ہیں جن میں شیعہ سنّی کا جھگڑا سب پر غالب ہے۔

بد نصیبی سے اس جھگڑے کی ابتدا اس شہر کی بنیاد پڑنے ہی کے وقت سے شروع ہو گئی تھی اور وجہ یہ تھی کہ خلافت عباسیہ چونکہ ارض شام کی خلافت کو پامال کر کے قائم ہوئی تھی اور ملک شام پرانے تباہ شدہ خاندان خلافت کے طرفداروں سے بھرا ہوا تھا اس لیے بغداد کے بسانے کے لیے ارض عراق منتخب کی گئی جس میں صرف طرفداران بنی ہاشم آباد تھے مگر اس نئی خلافت کے قائم ہوتے ہی جب بنی عباس اور بنی فاطمہ میں رقابت پیدا ہوئی تو بنی ہاشم کے طرفدار دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک حکمران یعنی بنی عباس کا ساتھ دیتا تھا اور دوسرا بنی فاطمہ کی جانب داری کر رہا تھا۔ اول الذکر لوگ سنّی تھے اور دوسرے شیعہ۔

لہٰذا اس باہمی پھوٹ نے شیعہ سنّی کے جھگڑے کو بڑھایا۔ جذبات عداوت کو اُبھارا اور سخت دشمنیاں پیدا کیں، جن کی وجہ سے کوئی سال نہیں گزرتا کہ سنّی اور شیعوں میں کشت وخون نہ ہو جاتا ہو۔

Marfat.com

ابتداءً جب خلافت زوروں پر تھی اور تمام ممالک اسی کے زیر فرمان تھے، عباسی شیعوں کے زور کو دبائے رہا ہے اور انہیں سرکشی کی بہت ہی کم جرأت ہوئی۔ چند روز بعد جب خلافت کمزور ہوگئی اور عربوں کا زور ٹوٹ گیا تو عنان حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں آگئی جنہوں نے اسی دولت کے آغوش میں پرورش پا کے نشوونما پایا تھا۔

سب کے پہلے آل بویہ کا زور ہوا جو دیلمیوں کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ قدیم ساسانی خاندان سے تھے اور نہایت ہی عسرت و افلاک میں مبتلا تھے مگر اپنی عقلمندی، ہوشیاری اور شجاعت سے اس درجۂ کمال کو پہنچ گئے کہ چند روز میں خلافت بغداد کی ساری قلمرو ان کے زیر فرمان تھی اور شام سے لے کے انتہائے حدود مشرق تک قریب قریب ساری دنیائے اسلام ان کے نام سے تھرا رہی تھی۔ یہاں تک کہ ۳۳۴ھ میں جب معز الدولہ بن بویہ بغداد میں داخل ہوا تو خلیفہ مستکفی باللہ نے بھی اس کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔ اسے اپنی پولیٹیکل مصلحت اسی میں نظر آئی کہ باوجود شیعہ ہونے کے عباسی خلیفۂ بغداد کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ اس کے عوض میں خلیفہ نے اسے معز الدولہ کا خطاب دیا۔ حکومت اس کے حوالے کی۔ وزیر اعظم خلافت کا تقرر و تعلق اس سے وابستہ کر دیا۔ سکہ و خطبہ بھی اسی کے نام کا جاری کرا دیا۔ غرض حکومت و تمام شعائر حکومت اسے دے دیے اور اپنے لیے صرف پانچ ہزار درہم یومیہ مقرر کرا لیے اور اس رقم کی وصولیابی کے لیے چند اضلاع و بلاد صرف خاص خلیفہ کے نام سے مخصوص کر دیے گئے جن کی تحصیل و وصول خلیفہ کی طرف سے ابو محمد شیرازی کیا کرتا تھا۔ بہر حال اب آل عباس کے جانشینان خلافت فقط نام کے لیے امیر المومنین کہلاتے تھے ورنہ امارت و حکومت دیلمیوں کے ہاتھ میں تھی۔

سلاطین دیلمی مذہباً شیعہ اثناعشری تھے اور سنیوں کے سخت مخالف۔ یہاں تک کہ معز الدین بویہ نے قصد کر لیا تھا کہ خلیفۂ بغداد کو قتل کر کے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دے اور کسی فاطمی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ چنانچہ وہ فاطمی خلیفہ مصر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ بھی ہو گیا تھا مگر بعض مشیروں نے رائے دی کہ خلیفہ بغداد تو آپ کا مطیع بنا رہے گا لیکن اگر آپ کسی فاطمی خلیفہ کی اطاعت قبول کر لیں گے تو پھر آپ کی حکومت تشریف لے جائے گی کیونکہ اگر وہ آپ کے خلاف ہو گیا اور ذرا سا بھی اشارہ کر دیا تو آپ ہی کے ساتھی آپ کا کام تمام کر دینگے۔

Marfat.com

یہ بات اس کے دل میں جم گئی اور اسی مصلحت سے باوجود شیعہ ہونے کے اس نے خلیفۂ بغداد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خلیفہ کی کمزوری اور ایک شیعہ فرماں روا کی حکومت سے بغداد کے شیعوں کا زور بہت بڑھ گیا یہاں تک کہ ۳۵۱ھ میں جبکہ المطیع اللہ کی خلافت تھی معز الدولہ کے حکم سے بغداد کی مسجدوں میں محراب کے پاس ایک کتبہ لگایا گیا جس میں باغ فدک کے غصب کرنے والوں۔ امام حسنؓ کو روضۂ رسول میں نہ دفن ہونے دینے والوں، ابوذر غفاریؓ کو خارج البلد کرنے والوں اور عباس بن عبدالمطلب کو شورائے خلافت میں نہ شریک کرنے والوں پر لعن لکھی تھی۔

یہ کارروائی خلیفہ اور سارے سنیوں کو سخت ناگوار تھی مگر کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ اتفاقاً کسی سنی نے بچا کے بعض مساجد میں اس تحریر کو مٹا دیا۔ معز الدولہ نے دوسرے دن پھر اسی مضمون کا کتبہ لگانے کا قصد کیا تو اس کے وزیر ابو محمد مجلسی نے مشورہ دیا کہ بجائے اس طولانی عبارت کے فقط اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ :

"جن لوگوں نے آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کیا ہے ان پر لعنت۔"

اور نام سوا معاویہ کے کسی اور کا نہ لکھا جائے۔ معز الدولہ نے یہ رائے پسند کی اور اسی کے مطابق عمل ہوا۔

دوسرے سال معز الدولہ کے حکم سے بغداد میں یہ طریقہ جاری ہوا کہ عاشورے کے روز بازار بند کر دیے جائیں۔ خرید و فروخت مطلقاً موقوف رہے۔ شہر کے محلوں میں علانیہ ماتم کیا جائے۔ لوگ سن کے کپڑے کی قبائیں پہن کے ماتم کرتے ہوئے نکلیں۔ عورتیں بال کھول دیں۔ منہ پر کالک لگائیں۔ سیاہ کپڑے پہنیں۔ گریبان چاک کریں اور یوں سوگوار و عزادار بن کے بین کرتی اور سر و سینہ پیٹتی ہوئی سڑکوں پر نکلیں اور شہر کے گلی کوچوں میں گشت لگائیں۔ اس کے مقابل ۱۸ ذی الحجہ کو شہر میں عید غدیر منائی جائے۔ تمام مکان اور محلے خوب خوب آراستہ کیے جائیں اور ہر جگہ مسرت و شادمانی کا اظہار ہو۔

مگر یہ جبری احکام زیادہ زمانے تک نہیں چل سکے۔ تھوڑے ہی زمانے کے بعد بغداد میں ترکوں کا زور شروع ہوا جن کے ہاتھ میں حکومت تو نہ تھی مگر حکومت کو انہوں نے دبانا شروع

Marfat.com

کر دیا تھا۔ یہ لوگ سنی تھے اور ان کی مدد کے بھروسے پر بغداد کے سنیوں نے ہاتھ پاؤں نکالے چنانچہ شیعوں کے عاشورہ اور عید غدیر کے حساب میں محرم اور ذی الحجہ کے مہینوں ہی میں انہوں نے اپنے لیے بھی نئے یوم ماتم وعید تصنیف کر لیے اور پہلے پہل ۳۸۹ھ میں بغداد کے محلہ باب البصرہ کے سنیوں نے عید غدیر کی چوٹ پر عید غار منائی۔ اس لیے کہ اسی دن جناب سرور کائنات صلعم غار ثور میں جا کے چھپے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایسی رفاقت کی تھی کہ خدا نے قرآن تک میں اس کی تعریف فرمائی اور عاشورہ محرم کی چوٹ پر ۸ محرم یوم ماتم قرار دے کر لیے انتہائے غم و الم ظاہر کیا اور شیعوں کی طرح ماتم و سینہ زنی میں مشغول رہے۔ یہ یوم غم مصعب بن زبیر کے ماتم میں تجویز کیا گیا تھا کیونکہ اسی دن عبدالملک کے مقابلے میں وہ شکست کھا کے مارے گئے تھے، اور متعصب سنیوں کو یہ نئی بدعتیں اس قدر پسند آئیں کہ اس کے بعد مدتوں تک بغداد میں یہ عید اور غم والم کی تاریخیں منائی جاتی رہیں۔

اب ترکوں کا زور اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ۳۹۱ھ میں انہوں نے محلہ کرخ پر یورش کر کے شیعوں کو لوٹا مارا اور ۳۹۳ھ میں یہ فتنہ اس قدر بڑھا کہ شیعہ سنی دونوں گروہوں کو سخت حکم دیا گیا کہ کوئی اپنے مذہبی رسوم کا اظہار ہی نہ کرے۔ نہ شیعہ عاشورہ اور عید غدیر منائیں نہ سنی شہادت مصعب کے اور عید غار کو ظاہر کریں۔

ترکوں کے غلبہ نے آخر خاندان سلجوقی قائم کرایا جس نے دیلمیوں کا زور بالکل توڑ دیا اور اب سلاطین آل سلجوق کا خلافت بغداد پر وہی غلبہ تھا جو کہ ان سے پیشتر دیلمیوں کا تھا۔ سلجوقی سنی تھے اور ان کو چونکہ خلفا سے خالص عقیدت تھی اس لیے ان کے زمانے میں خلفا کے اقتدارات بھی کسی قدر بڑھ گئے تھے۔ ان کے عہد میں سنیوں کا زور بہت بڑھ گیا اور شیعہ مغلوب تھے۔ مگر سلطنت کی طرف سے رعایا کے معاملات میں زیادہ دخل نہ ہونے کی وجہ سے شیعہ سنیوں کی لڑائیاں برابر چلی جاتی تھیں اور کسی طرح فساد کی جڑ نہ مٹتی تھی۔ تاہم شیعوں پر زیادتیاں ہو رہی تھیں۔

چنانچہ ۴۴۱ھ میں شیعیان بغداد کرخ کو عاشورہ کے روز غم کرنے اور بین و بکا کی آواز بلند کرنے کی قطعی ممانعت کر دی گئی۔ اس پر پھر ہنگامہ آرائیاں شروع ہو گئیں۔ یہاں تک

Marfat.com

کہ ۴۴۳ھ میں سنیوں کا اس قدر زور ہوا کہ کاظمین کے محترم مزاروں کو کھود ڈالا اور ایسے واقعات پیش آئے جو کبھی نہیں سنے گئے تھے۔ پھر ۴۴۸ھ میں حکم جاری ہوا کہ خاص شیعوں کی آبادی کے اندر اذان میں کلمہ "حی علیٰ خیر العمل" موقوف اور "الصلوٰۃ خیر من النوم" جاری ہوں۔ اس کے بعد آخر تک برابر دونوں گروہوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں جن کا سلسلہ کسی طرح ختم ہونے کو نہ آتا تھا۔

ان فسادوں کے علاوہ ایک بڑا بھاری جھگڑا حنبلیوں اور شافعیوں کا تھا جو پرانے شکوک و خیالات معتزلہ کی یادگار تھا۔ حنبلی بالکل ظاہر حدیث پر چلتے تھے اور ایسے عقائد ظاہر کرتے تھے جن سے خدا کے مجسم و متمیز ہونے کا شائبہ ہوتا تھا۔ گو صریح الفاظ میں خدا کی جسمانیت کے قائل نہ تھے۔ اس کے مقابل شافعیہ جو اپنے آپ کو اشاعرہ کہتے تھے ان احادیث و آیات میں تاویل کرتے تھے جن سے ایسے شبہات پیدا ہوتے ہوں۔ غالب گروہ اشاعرہ کا تھا جن کی سلطنت بھی طرفدار تھی مگر حنبلیوں میں شجاعت تھی اور سرکشی کی ضد، جس کی وجہ سے اکثر ان دونوں گروہوں میں بھی کشت و خون کی نوبت آجاتی تھی۔

تیسری طرف قرامطہ تھے جنہوں نے مشرقی سواحل عرب کو اپنا مامن و مرکز بنا لیا تھا اور بغداد و بصرہ والوں کو روز ان کی یورش کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔

چوتھی طرف اسمٰعیلیین مصر کے نقیب اور داعی تھے جو مخفی طور پر تمام ممالک میں پھیلے ہوئے تھے اور اندر ہی اندر ریشہ دوانیاں کر کے خلفائے عباسیہ کی مخالفت کا خیال لوگوں میں پھیلاتے پھرتے تھے اور ہر جگہ ایک شورش کا مادہ پیدا کر رہے تھے۔ ان سے بھی زیادہ خطرناک گروہ ملاحدہ باطنیین کا تھا۔ یہ بھی اسمٰعیلی شیعہ تھے مگر اسمٰعیلیین مصر کے خلاف اور حسن بن صباح کی دعوت کے طرفدار۔ یہ لوگ مخفی طور پر چھریاں باندھے پھرتے اور جسے چاہتے ناگہاں حملہ کر کے قتل کر ڈالتے تھے۔

ان سب پر طرہ عیار لوگ تھے۔ بادی النظر میں تو یہ ایک قسم کے چالاک چور تھے۔ اور چوریاں کرنا ان کا کام تھا مگر انہوں نے زور پکڑتے پکڑتے اپنے آپ کو ایک عجیب قسم کا پراسرار گروہ ثابت کر دیا تھا جس سے رعایا و سلطنت دونوں خائف تھے۔ چنانچہ انہیں کے

Marfat.com

کارناموں نے ہمارے داستان گویوں کو عیاری کا ایک نہایت دلچسپ کریکٹر دیا ہے۔ یہ لوگ رہ رہ کے ابھرتے اور زور پکڑتے۔ سلطنت بار بار ان کو دبانے کی کوشش کرتی تھی مگر کامیاب نہ ہوتی تھی۔

ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بڑے بغداد میں سے اکثر لوگوں کو یقین تھا کہ کوئی زبردست اور مخفی شیطانی قوت عیاروں کے قبضے میں ہے۔ عیاروں کو شیعہ سنی کسی سے بحث نہ تھی۔ وہ کبھی شیعوں کے طرفدار بن جاتے اور کبھی سنیوں کے، جس طرح بنتا کوئی اشغلہ چھوڑ دیتے اور کسی نہ کسی قسم کا ہنگامہ پیدا کرا دیتے۔

الغرض مسلسل کئی صدیوں سے بغداد کی یہی حالت چلی آتی تھی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ موجودہ خلیفہ المعتصم باللہ اگرچہ علم و فضل میں بڑا پایہ رکھتا تھا مگر انتہا درجہ کا کاہل، بزدل اور بخیل تھا۔ جو صفات رعایا کو بادشاہ سے بدظن کر کے اس کا رعب اٹھا دیا کرتے ہیں۔ معتصم سال میں صرف ایک بار اپنی حرم سرا اور مہ جبین حرموں کی صحبت سے باہر نکلتا تھا جب کہ اس کی زیارت عید کے چاند کی طرح کر لی جاتی۔

اس وقت آفتاب غروب ہو رہا تھا اور وہ دجلہ کے کنارے اپنے قصر الشجر یعنی جواہرات کے باغ میں تخت زمردیں پر بیٹھا جشن طرب کے لطف اٹھا رہا تھا۔ یہ باغ ان دنوں عجوبۂ روزگار تھا جس کے حالات سن سن کے شاہان ارض دنگ رہ جاتے تھے۔ ایک وسیع قطعۂ زمین میں جس کا طول و عرض سو سو گز کے قریب تھا، دیبا و حریر کا مرصع فرش بچھایا گیا تھا جس میں بیش بہا جواہرات سے گل بوٹے بنائے گئے تھے اور فرش کی قطع بالکل ایک شاداب تر و تازہ اور سدا بہار چمن کی سی معلوم ہوتی تھی۔

اس جواہرات کے نقلی چمن میں عمدہ ترتیب اور قرینہ سے دو دو تین تین گز کے اونچے سونے چاندی کے سینکڑوں درخت نصب تھے جن کے پتے کار چوبی تھے اور پھول خوش رنگ جواہرات کے لگائے گئے تھے جو اس کثرت سے تھے کہ پتوں پر غالب آ گئے تھے اور نظر جدھر جاتی جواہرات اور موتیوں کے خوش رنگ اور آبدار پھولوں ہی پر پڑتی تھی۔ ان درختوں پر جا بجا زمرد اور دیگر جواہرات کے خوبصورت طیور بٹھائے گئے تھے۔

Marfat.com

چمن کے صدر میں خلیفہ کا تخت زمردین نصب تھا جس پہ چار طرف سے جواہرات کے نہایت ہی اعلیٰ درجے کے چار خوش قطع درخت سایہ کیے ہوئے تھے اور ان درختوں کے اوپر کمخواب کا ایک پرتکلف شامیانہ کھنچا ہوا تھا جس کی چوبیں سونے کی تھیں۔

یہی چمن تھا جس میں بعض خلفائے بغداد نے فرانس کے سفیروں یا دنیا کے کسی نامور فرماں روا کے ایلچیوں سے ملاقات کی تھی اور یہاں کا سماں دیکھ کے وہ اس قدر محو حیرت ہو گئے تھے کہ ان کے بیانات آج تک پریوں کے ملک کے افسانوں کی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

جواہرات کے اسی چمن میں اس وقت معتصم باللہ بیٹھا ہوا ہے۔ صدہا پری تمثال نازنین اور صاحب جمال جادو نگاہیں مغربی لباس پہنے چمن میں پھیلی ہوئی ہیں جو جواہرات کے درختوں کے آس پاس ٹہلتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جنت آسمانی میں حوریں مصروف خرام ناز ہیں۔ آفتاب کی آخر وقت کی کرنیں اس گھڑی اس چمن میں ایک آگ سی لگائے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر پھول پتی سے شعلے اٹھ رہے ہیں جو خود آفتاب کے خرمن حسن کو جلا کے خاک کر دیں گے۔

تخت کے سامنے تیس محشر خراموں کا ایک گروہ رقص و سرور میں مصروف ہے جن کے نور کے گلے اپنی دلکش تانوں سے خلیفہ اور تمام لوگوں پہ ایک عالم مدہوشی طاری کیے ہوئے ہیں۔

اتنے میں ایک خواجہ سرا سامنے آ کے زمین بوس ہوا۔ دست بستہ عرض کی:

"امیر المومنین کا اقبال بلند۔ نجم الدین باز رائے کسی بڑی شدید ضرورت سے آستان بوسی کا امیدوار ہے۔"

مستعصم: (منغض ہو کے) "یہ لوگ ہمیشہ میرے عیش میں خلل انداز ہوا کرتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں سے ملنے کی فرصت نہیں۔" (کچھ سوچ کے) "اب اس وقت دربار کے قصر میں جانے کی زحمت کون اٹھائے۔" (ذرا تامل کے بعد) "اچھا کہہ دو یہیں حاضر ہو۔ آج میں اس سے یہیں ملوں گا۔"

خواجہ سرا الٹے پاؤں واپس گیا اور تمام حسین و ناز آفرین گلبدنیں جو یہاں تھیں، انہوں نے خلیفہ کے اس حکم کو تعجب سے سنا، مگر کسی کو کچھ عرض کرنے کی کب مجال تھی۔

اتنے میں ایک عورت نے جو زنانہ میں نقیب کی خدمت انجام دیتی تھی "نگاہ روشن" کی

Marfat.com

صدا بلند کی اور سامنے ہی ایک رئیسانہ وضع و قطع کے سن رسیدہ شخص نے جھک کے زمین چومی اور دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

مستعصم: "کیوں نجم الدین کیا ہے؟"

نجم الدین: "امیر المومنین! بد نصیب و آوارہ بخت ملک الناصر داؤد[1] نظر ترحم کا امیدوار ہے۔"

مستعصم: "کیا اس کا کچھ حساب باقی ہے۔ میرے پاس تو اس کی دستخطی بے باقی کی رسید موجود ہے۔"

نجم الدین: "امیر المومنین! جان کی امان ہو تو کچھ عرض کروں۔"

مستعصم: "کہو میں سن رہا ہوں۔"

نجم الدین: "وہ نہایت ہی دل شکستہ اور مایوس ہو رہا ہے۔ حکومت دمشق اس کے عزیز ملک الناصر یوسف حاکم حلب نے چھین لی۔ اپنی بے اطمینانی کی حالت دیکھ کے اس نے اپنے ایک لاکھ اشرفیوں کی مالیت کے جواہرات امیر المومنین کے پاس امانت رکھوا دیئے۔ جس کی باقاعدہ رسید اسے آستان خلافت سے بھیجی گئی۔ چند روز بعد جب اس نے اپنے وہ جواہرات واپس طلب کیے تو یہاں بھیجنے میں تامل کیا گیا۔ اپنی اس بدقسمتی پر وہ ہر جگہ مارا مارا پھرا اور جہاں گیا امیر المومنین کی شکایت کی۔ یہاں تک کہ پارسال حج کے بعد

---

[1] ملک الناصر داؤد خاندان صلاح الدین کا فرماں روائے دمشق تھا۔ اس کے عزیز الناصر یوسف حاکم حلب نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے ملک پر قابض ہو گیا۔ مگر گرفتاری سے پہلے ناصر داؤد نے اپنے بہت سے جواہرات جن کی قیمت ایک لاکھ دینار بتائی گئی خلیفہ مستعصم کے پاس بھیج کے امانت رکھوائے تھے۔ جن کی رسید اس کے پاس موجود تھی۔ مستعصم نے سفارش کر کے اسے آزاد کرایا اور پھرا سے ایک لاکھ کا علاقہ اس کے ملک میں دلوایا۔ اب اس نے اپنے جواہرات طلب کیے تو مستعصم نے ٹالا۔ اس نے مدینے جا کے حضرت رسالت سے سفارش کی التجا کی اور پھر بغداد میں آ کے مدت تک پڑا رہا۔ آخر مستعصم کے محاسب نے اس کے اشارے سے مہمانداری کے مصارف کی رقم بڑھا کے اتنی کر دی کہ اسی میں جواہرا کو مجرے کر لیا اور کچھ رقم بچی تو چند ذلیل سی چیزیں دے کے بے باقی کی رسید لکھوالی۔

Marfat.com

وہ مدینہ طیبہ میں گیا اور وہاں ہزارہا لوگوں کے سامنے جو اطراف عالم سے آ کے جمع ہوئے تھے روضہ نبویؐ کا پردہ پکڑ کے زار زار دیا اور سب لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے کہا۔

"آپ سب لوگوں کے سامنے میں اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ اپنے ابن عم امیر المومنین مستعصم باللہ سے میری سفارش فرمائیں کہ وہ میری امانت مجھے واپس کر دیں۔" اس کے اس کہنے کا اتنا اثر ہوا کہ جتنے لوگ موجود تھے، سب زار و قطار رونے لگے اور سب کو حضور امیر المومنین کی نسبت ایک طرح کی بدگمانی ہوئی۔"

مستعصم: "یہ سارا قصہ سن چکا ہوں۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی۔ اس کے کامیاب عزیز ملک الناصر یوسف نے اسے قید کر لیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ عمر بھر قید ہی رکھتا مگر میں نے سفارش کر کے اسے آزادی دلائی۔ پھر میں نے ہی کوشش کر کے اسے ملک شام میں اس کے بھائی سے ایک لاکھ کی آمدنی کا علاقہ دلوایا۔ کیا یہ ان جواہرات کا معاوضہ نہ تھا؟"

نجم الدین: "یا امیر المومنین! وہ جواہرات تو امانت تھے۔ کیا یہ علاقہ حضور نے یہ کہہ کے دلوایا تھا کہ یہ ان جواہرات کے عوض میں ہے؟"

مستعصم: "میں نے نہ کہا تو نہ سہی۔ کیا اسے اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ ایسی موٹی بات کو سمجھ سکے۔"

نجم الدین: (دوبارہ زمین چوم کے) "مجھے اندیشہ ہے کہ اس بارے میں میرا زیادہ کہنا سننا امیر المومنین کو بار خاطر نہ ہو۔"

مستعصم: "نہیں۔ نہ ہوگا۔ تم جو کہو میں توجہ سے سنوں گا۔"

نجم الدین: "یہ علاقہ تو اسے اپنے ملک ہی میں سے ملا ہے۔ اس کا تو حق تھا کہ امیر المومنین اسے اس کا پورا ملک دلوا دیتے۔ اس سفارش کے معاوضہ میں اس کی امانت واپس نہ کرنا نہایت ہی خفیف بات ہے۔"

مستعصم: "اچھا۔ اس علاقے کو بھی جانے دو۔ یہاں جب میرا مہمان ہوا ہے تو مدت تک اس کی خاطر برداشت کی گئی جس میں میرا بہت سا روپیہ صرف ہو گیا۔ اس کے کھانے اس کے جانوروں کے دانے چارے اور تمام مصارف کا ذمہ دار کون تھا۔ آخر وہ دینا یا نہ دینا؟

Marfat.com

میرے محاسب نے ایک ایک درہم کا حساب مرتب کر کے اس کے سامنے پیش کیا۔ اس حساب کے مجرے کرنے کے بعد اگر جواہرات کی کچھ قیمت باقی تھی تو اس مالیت کی اور چیزیں دے کے اس سے بے باقی کی رسید لکھوائی گئی۔ اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا؟"

نجم الدین: "اور امیر المومنین جب وہ حضور کے یہاں مہمان تھا تو مہمانداری کے مصارف کا بار اس کے سر ڈالنا انصاف سے بعید ہے۔ دار الخلافت کے کسی مہمان سے آج تک کھلانے پلانے کا روپیہ لیا گیا ہے جو اس سے لیا گیا؟"

مستعصم: "مجھ پر اس کا کوئی حق نہ تھا کہ اسے میں اپنے پاس سے یا بیت المال سے صرف کر کے کھلاتا۔ بہرحال اس کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوئی اور یہ اس کی ناشکری ہے جو میری شکایت کرتا ہے۔ کیا وہ پھر بغداد میں آیا ہے؟"

نجم الدین: "حضور وہ قصبۂ قرقیسا میں ٹھہرا ہوا ہے اور وہیں سے عرضداشت بھیجی ہے جسے میں لے کے آیا ہوں۔"

مستعصم: "تو اسے صاف جواب دے دو کہ اب یہ جواہرات اسے نہیں مل سکتے۔"

نجم الدین: "امیر المومنین وہ مر جائے گا۔"

مستعصم: "مر جائے۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ اچھا میں اپنے وزیر موید الدین بن علقمی سے بھی بلا کے مشورہ لیتا ہوں۔"

خلیفہ کا اشارہ ہوتے ہی خواجہ سرا دوڑے اور چند ہی منٹ میں ابن علقمی حاضر ہو کے زمین بوس ہوا:

مستعصم: "ابن علقمی! کیا تمہارے نزدیک میں نے ملک الناصر داؤد کے ساتھ کوئی ناانصافی کی ہے؟"

ابنِ علقمی: "ناانصافی کیسی۔ اس کے ساتھ تو امیر المومنین نے ایسے ایسے احسانات کیے ہیں جن سے وہ کبھی سبکدوش نہ ہو سکے گا۔ چھنے ہوئے ملک میں سے حضور نے ایک لاکھ کا علاقہ دلوایا۔ قید، جس سے نجات پانے کی کوئی امید نہ تھی اس سے رہائی دلوائی اور پھر اس کے بعد بھی جب اس نے اپنے جواہرات مانگے تو پورا پورا حساب سمجھا کے بیباقی کی رسید

Marfat.com

لکھوائی گئی۔ کیا اب بھی اسے شکایت کی گنجائش باقی ہے۔"

نجم الدین: "صرف یہ عرض کرنے کی کہ مہمان کو جو کچھ کھلایا یا پلایا جاتا ہے۔ اس کے دام نہیں لیے جاتے۔"

ابن علقمی: "تو وہ کون بڑا فرمانروا تھا یا اس کی کیا وقعت تھی۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ اسے کیا حق تھا کہ مدت تک یہاں پڑا رہے اور اپنے فضول مصارف کا بار ہمارے سر ڈالے۔ ہرگز نہیں۔ بیت المال کا ایک درہم بھی پانے کا وہ مستحق نہیں ہے۔"

خلیفہ المستعصم اور ابن علقمی کے یہ جوابات سن کے نجم الدین حیران تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ افسوس خلیفہ کی طمع اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ امانت میں خیانت کرتا ہے اور ایک ستم رسیدہ مظلوم کے ساتھ ایسی سنگدلی کا برتاؤ کر رہا ہے کہ جو سنتا ہے تعجب کرتا ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ یہی شخص جس کے پاس جواہرات کا اتنا بڑا گلزار کھلا ہوا ہے تھوڑے سے جواہرات کے لیے بددیانت ہو جائے۔ اے آل عباس۔ اے وارثین رسالت۔ تمہارا خاندان بے چراغ ہے اور خدا نے تم سے اپنی برکتیں چھین لیں۔ ان خیالات نے اس میں ایک قسم کی جرأت پیدا کی اور اس نے پھر زمین بوس ہو کے عرض کیا:

"امیرالمومنین! اس کا حق ہو یا نہ ہو۔ حضور اپنی مہربانی و عنایت سے یہ جواہرات دیدیں۔ مجھے کسی طرح یہ نہیں گوارا ہو سکتا ہے کہ ہمارے سرتاج اور پشت پناہ اسلام کے نام پر ذرا بھی حرف آئے۔ یا لوگ اسے کوئی جھوٹا الزام ہی دیں۔"

مستعصم: "یہ نہ سمجھو کہ میں کسی طمع یا لالچ سے ان جواہرات کو نہیں دیتا۔ وہ جواہرات ہی کیا ہیں۔ جس کے پاس جواہرات کا یہ چمن لگا ہوا ہو اور جس کے خزانے میں ساری دنیا کی دولت و حشمت آ کے جمع ہو گئی ہو۔ اس کے نزدیک ایسے چند ذلیل پتھروں کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ لو میں تمہیں ان جواہرات کو دکھائے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کے مستعصم نے اپنے جواہر خانہ کے داروغہ خواجہ سرا کو بلا کے حکم دیا کہ نام داؤد کے جواہرات کا صندوق جو خاص میرے سونے کے کمرے میں رکھا ہوا ہے لے آؤ۔

خواجہ سرا ادھر گیا اور مستعصم نے ابن علقمی کی طرف متوجہ ہو کے کہا۔

Marfat.com

"ابن علقمی! تمہارا چلن بگڑتا جاتا ہے اور تمہاری وجہ سے میں بدنام ہو رہا ہوں۔ تمہارے سبب سے شیعوں کا زور اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ خلافت کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے اور ان سب باتوں کے ذمہ دار تم ہو۔"

ابن علقمی: (حیرت سے) "میں ذمہ دار ہوں! مجھے تو نہ شیعوں سے تعلق ہے نہ سنیوں سے۔ میں تو ہر امر میں امیرالمومنین کے احکام کی تعمیل کر دیا کرتا ہوں۔ ہاں اتنا البتہ جانتا ہوں کہ شیعہ پہلے بھی مظلوم تھے اور آج بھی مظلوم ہیں لیکن جب سو بار وہ چھیڑے اور ستائے جاتے ہیں تو ایک بار بگڑ کے اور آپے سے باہر ہو کے درپئے انتقام ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں ہمیشہ ان کو روکتا ہی رہتا ہوں۔"

مستعصم: "تو کل تم نے انہیں کیوں نہ روکا؟ ممکن نہیں کہ اس معاملے میں تمہاری شرکت نہ ہو کیونکہ ایسا کام بغیر کسی سرغنہ کی شہ کے ہو سکتا ہی نہ تھا۔ غضب خدا کا میری ۸۰۰ رعایا کو قتل کر ڈالا۔ شہر میں لوٹ مار مچا دی۔ عورتوں تک کو بے آبرو کیا۔ گویا میں تھا ہی نہیں کہ میرے سامنے آ کے شکایت کرتے۔ کیا میں نے کبھی ان کی چارہ جوئی میں کمی کی تھی؟ میرا بیٹا ابوبکر اور والی شہر رکن الدین دوادار اور ان کے ساتھ سارے سنّی مجھے الزام دے رہے ہیں کہ تمہاری وجہ سے میں شیعوں کو نہیں دباتا۔ قسم ہے عباس بن عبدالمطلب کی حرمت اور اپنے ابن عم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی کہ اب میں اس بارہ میں تمہاری ایک نہ سنوں گا اور اگر سنّی انتقام پر آمادہ ہو گئے تو ہرگز نہ روکے جائیں گے۔"

ابن علقمی: "امیرالمومنین کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں عزت دیں اور جسے چاہیں ذلیل کریں۔"

ناگہاں وہ خواجہ سرا جو جواہرات کا صندوق لینے گیا تھا، تھرتھراتا کانپتا اور ڈرتا ہوا واپس آیا اور عرض کیا۔

"امیرالمومنین! اس صندوق کا تو پتہ نہیں۔"

مستعصم: (نہایت ہی گھبرا کے) "پتہ نہیں۔ میری خاص خوابگاہ سے اتنی بڑی قیمتی چیز غائب! تو نے خوب دیکھا بھی تھا یا یونہیں دیکھ کے چلا آیا؟"

خواجہ سرا: "میں نے سب جگہ دیکھا اور سب لوگوں کو بلا کے پوچھا۔ مگر سب حیران اور خائف و

ترساں ہیں اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں رکھے ہی رکھے کیونکر غائب ہو گیا۔ جس جگہ وہ صندوق تھا، وہاں صرف ایک خط رکھا ہوا ملا اور کچھ نہ تھا۔"

مستعصم: "خط! کیسا خط؟ خط کو وہاں سے کیا کام۔ کس کا خط ہے اور کیا ہے؟"

خواجہ سرا (خط کو پیش کر کے) "حضور یہ ہے۔ میں اسے امیر المومنین کے ملاحظہ کے لیے بعینہ اٹھا لایا ہوں۔ کھول کے بھی نہیں دیکھا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔"

مستعصم نے خط لے کے لفافہ چاک کیا اور پڑھا تو مارے غصے کے کانپنے لگا اور اُسے ابن علقمی کے ہاتھ میں دے کے طیش کے ساتھ کہا:

"اسے پڑھ کے سناؤ۔"

ابن علقمی نے خط کو لے کے پڑھنا شروع کیا۔ صرف یہ چند الفاظ اس میں لکھے ہوئے تھے۔

"اے وارث خلافت مغصوبہ! یہ جواہرات جس طرح تو نے پائے تھے اُسی طرح تجھ سے لیے بھی گئے۔ ان کے لینے میں تجھے سبق دیا گیا ہے کہ اپنی خلافت کی حفاظت کر۔ ورنہ وہ بھی یونہیں تیرے ہاتھ سے نکل کے ان لوگوں کو مل جائے گی جو اس کے مستحق ہیں۔"

"راقم تیرا ایک خیر خواہ مومن۔"

خط سننے کے بعد مستعصم نے ابن علقمی کی طرف غیظ و غضب کے چشم و ابرو سے دیکھ کے کہا:

"کیا سوا شیعوں کے یہ کسی اور کا کام ہو سکتا ہے؟"

اس وقت ابن علقمی کو اپنی جان خطرے میں معلوم ہوتی تھی، مگر اس نے دل مضبوط کر کے آزادی و استقلال کے ساتھ جواب دیا۔

"میرے نزدیک تو شیعوں کا اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ ایسا کام کرتے۔ یہ ان کے کسی دشمن کا کام ہے جو ان کو بدنام اور امیر المومنین کی نظر میں ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے۔"

مستعصم: "بس زیادہ باتیں نہ بناؤ اور میں حکم دیتا ہوں کہ پندرہ روز کے اندر اس صندوق کو مع تمام جواہرات کے لا کے حاضر کرو ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔"

ابن علقمی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور آداب بجا لا کے الٹے پاؤں واپس چلا آیا۔ اس کے

Marfat.com

جانے کے بعد مستعصم دیر تک ابن علقمی کو برا بھلا کہتا رہا۔ نجم الدین سے کہا۔

"اب تم بھی جاؤ اور نام داؤد کو خبر کر دو کہ جس دولت کے لیے وہ بیقرار ہے میرے پاس نہیں رہی۔"

نجم الدین بھی آداب بجالا کے چلا آیا مگر ان جواہرات کے چھن جانے کا مستعصم کو اس قدر ملال ہوا تھا کہ جشن طرب کو ملتوی کر دیا اور اپنے رہنے کے مکان میں جا کے تمام خواجہ سراؤں اور حرموں کو بلوا کے تحقیقات کرنے، مارنے پیٹنے اور سخت قسم کی سزائیں دینے میں معروف ہو گیا۔

Marfat.com

⑤

میں تمہارے عوض شیعہ ہو لوں گی
مگر تم سُنّی ہو جاؤ

آفتاب غروب ہو چکا ہے اور فرشتوں نے آسمان کے چراغ ایک ایک کر کے روشن کرنا شروع کیے ہیں۔ سیاہی جو افق مشرق پر نمودار ہوئی تھی، بڑھتے بڑھتے سارے عالم میں چھا گئی اور عالم بالا کے ہاتف نے سناٹے کی زبان میں قدرت کے آغوش میں پرورش پانے والے بچوں کو "وجعلنا اللیل لباساً" کی لوری سنائی جسے سنتے ہی طلسم قدرت کے سچے رازدار اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے۔

وحوش اپنے مسکنوں کو چلے۔ طیور نے ایک تھوڑی دیر کے لیے غل مچا کے درختوں پر بسیرا لیا۔ مگر انسان، گناہ گار انسان، نہیں سنتا۔ وہ دن کے ضروری مشاغل سے فارغ ہو کے اب اپنے دلی جذبات کے ظاہر کرنے، نفسانی خواہشات کے پورا کرنے اور ہر قسم کی بیہ کاریوں میں مبتلا ہونے کے لیے گھر سے نکلا ہے۔ اس وقت وہ شراب پیے گا۔ زناکاری میں مشغول ہو گا۔ اپنی عزت تو پہلے دے چکا اب دوسری پاکدامنوں کی عزت لینے کے درپے ہو گا۔ چوری کرے گا۔ ڈاکہ زنی کرے گا۔ قتل وغارت میں مشغول ہو گا اور خدا جانے کن کن بدکاریوں میں مبتلا ہو گا۔ اس لیے کہ رات گناہوں کی پردہ پوش ہے۔ کاش وہ سمجھتا کہ رات کی پردہ پوشی کس کے مقابلے میں ہے۔ کیا رات کا اندھیرا کسی چیز یا کسی فعل کو خدا کی نظر سے بھی چھپا سکتا ہے؟

Marfat.com

ہرگز نہیں۔ وہ ہر چیز کو اندھیرے اجالے اور ہر حالت میں دیکھ لیتا ہے۔ یہ پردہ پوشی صرف انسان کی نظر سے بچنے کے لیے ہے اور بے شک وہ انسان ہی سے ڈرتا ہے۔ اسے سوسائٹی کا ڈر ہے۔ اپنے جاننے والوں، اپنے پہچاننے والوں، اپنے عزیزوں، اپنے دوستوں، سب سے ڈرتا ہے اور اپنے افعال کو سب کی نظر سے چھپاتا ہے مگر نہیں ڈرتا تو خدا سے اور نہیں چھپاتا تو اس علام الغیوب سے اور اس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا کہ اس کی نظر سے کوئی چیز چھپی نہیں رہتی۔ لیکن انہیں میں چند اچھے خدا ترس بھی موجود ہیں جو اس تاریکی ہی میں بھلے کاموں کی طرف توجہ کرتے، شب زندہ داری کرتے، خیرات دیتے اور خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ ان نیکیوں کو خدا کے سوا کوئی اور بھی دیکھے۔

تارے خوب کھل کے نکل آئے اور ان کے جواب میں شہر بغداد کی سڑکوں اور گلی کوچوں میں ہزارہا چراغ روشن ہو گئے۔ بازار رونق پر ہیں۔ آنے جانے والوں کا مجمع اور سب وقتوں کے دیکھتے بہت بڑھ گیا ہے۔ خصوصاً محلہ مامونیہ میں ایک مقام پر بہت بھیڑ ہے۔ اصفہان کا ایک اندھا گویا ایک دکان کے چبوترے پر بیٹھا ہوا کچھ ایسی دلکش دھن اور مزہ دار لے میں تانے لے رہا ہے کہ جو ادھر سے گزرتا ہے یہیں کھڑا ہو جاتا ہے اور گرد لوگوں کا ایک ایسا ٹھٹھ لگا ہوا ہے کہ راستہ بند ہے۔ اتنے میں کسی نے پکار کے کہا:

"راستہ چھوڑ دو۔"

لوگ سمٹ کے ایک طرف ہو گئے اور ایک معزز خاتون ریشمی پرتکلف برقع میں لپٹی ہوئی آئی جس کے آگے آگے ایک معمولی درجہ کی عورت ہے۔

یہ دونوں عورتیں لوگوں سے بچتی اور سمٹتی ہوئی بھیڑ سے گزر گئیں۔ مجمع کے پار ہوتے ہی معزز خاتون نے اپنی ساتھ والی سے کہا:

"ہاں تو پھر کیا ہوا؟"

ساتھ والی: "لاش دجلہ میں بہا دی گئی۔ اس کے بعد جب وہ لوگ چلے گئے اور تنہائی ہوئی تو عنقودہ خاتون نے مجھ سے کہا۔ کسی دن زبیدہ کو پھر لے آؤ۔ مجھے ان سے بہت ضروری کام ہے۔"

Marfat.com

خاتون ": ام زغول! ان سے ملنے کو خود میرا جی چاہتا ہے مگر اول تو موقع نہیں ملتا، دوسرے تم نے ایسی باتیں بیان کیں کہ اب تو مجھ سے وہاں نہ جایا جائے گا جہاں لوگ اس طرح بے رحمی سے لا کے مارے جاتے ہوں، وہاں جانا آسان نہیں ہے۔"

ام زغول ": یا ستی! تمہیں ان باتوں سے کیا تعلق ؟"

یہیں تک کہنے پائی تھی کہ ان دونوں عورتوں کے پاس سے ہو کے ایک سبزہ آغاز حسین و خوبرو شخص گزرا جس کے نازک چہرے پر عجمی وضع کا عمامہ بہت زیب دے رہا تھا۔ اس کا لباس بھی مروجہ وضع کے لحاظ سے اچھا اور پر تکلف تھا۔ سوتی قبا پر ریشمی دھاری دار عبا بہت بھلی معلوم ہوتی۔ اس کو دیکھتے ہی یہ معزز خاتون جو زبیدہ کے سوا کوئی اور نہ تھی ٹھٹھک کے علیحدہ کھڑی ہوگئی۔ آہستہ سے کہا:

"ایں یہ تو یوسف جا رہے ہیں۔"

اور جب وہ نوجوان دو قدم آگے نکل گیا تو ام زغول سے کہا:

"تم ذرا یہیں ٹھہرو۔ میں اس وقت تنہائی میں ان سے دو باتیں کر لوں۔"

یہ کہتے ہی زبیدہ لپک کے یوسف کے پاس گئی اور جاتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یوسف نے چونک کے کہا:

"کون ؟"

زبیدہ ": تمہاری۔"

اتنا کہہ کے زبیدہ شرما گئی۔

یوسف ": ایں! تم اس وقت کہاں جا رہی ہو؟"

زبیدہ ": اپنی خالہ کے گھر۔"

یوسف ": اور اکیلی ؟"

زبیدہ ": نہیں۔ میری خادمہ (ام زغول کی طرف اشارہ کر کے) وہ دیکھو کھڑی ہوئی ہے۔"

یوسف ": خوب ملیں۔ تم سے کچھ باتیں کرنے کو جی چاہتا تھا لیکن موقع ہی نہ ملتا تھا۔ تمہارے گھر میں آؤں تو تم سے بات نہیں کر سکتا اور تم نے تو میرے یہاں آنا ہی چھوڑ دیا۔"

Marfat.com

زبیدہ: "بغیر اماں جان سے پوچھے کیونکر آ سکتی ہوں۔ اچھا بتاؤ اب دشمنوں کا جی تو اچھا ہے۔ تمہاری بیماری کا حال سن کے میری آدھی جان نکل گئی تھی، اور کیا بتاؤں کہ تمہاری تندرستی کے لیے میں نے کیسی کیسی منتیں مانی ہیں اور کہاں کہاں گئی ہوں۔"

یوسف: "کہاں کہاں؟"

زبیدہ: "ملا بسانوں کے پاس۔ اب اس سے بڑھ کے کیا ہو گا کہ قصر سیدوک میں جا کے ام عنقود سے بھی تمہاری تندرستی کی آرزو کی۔"

یوسف (ہنس کے) "دیکھو زبیدہ ایسے فضول خیالوں میں نہ پڑا کرو۔ جاہلوں اور عورتوں میں ایسی باتیں مشہور ہو جاتی ہیں اور ان کا نتیجہ اکثر برا ہوا کرتا ہے۔ اب یہ تھوڑی بات ہے کہ تم اپنے والدین سے چھپا کے ایسے خوفناک مقام میں چلی گئیں۔"

زبیدہ: "مگر میرا جانا بیکار تو نہیں ہوا؟ تم کو آج تندرست دیکھتی ہوں جس سے زیادہ مجھے کس بات کی تمنا ہو سکتی تھی؟"

یوسف (قہقہہ مار کے) "مجھے تو پرسوں ایک عجیب الخلقت شخص نے آ کے ایسی دوا بتا دی کہ بس اس کے استعمال کے ساتھ ہی صحت ہونے لگی اور آج اس قدر اچھا ہوں کہ اپنے دوستوں سے ملنے گیا تھا۔"

زبیدہ: "تم چاہے مانو یا نہ مانو۔ میں یہی کہوں گی کہ وہ کوئی ام عنقود کا بھیجا ہوا جن ہو گا جو تمہیں اچھا کر گیا۔ بھلا حکیموں کے نسخے میں کہیں ایسا اثر ہو سکتا ہے؟"

یوسف: "اچھا تو میں تمہاری محبت کا شکر گزار ہوں۔ لیکن دیکھو پھر کبھی وہاں نہ جانا۔ وہ بڑی خطرناک جگہ ہے۔"

زبیدہ (ناز سے) "جب میں تمہارے گھر میں آ جاؤں گی تو ایسی حکومت کر لینا۔"

یوسف: "مگر تم تو مجھ پر ابھی سے حکومت کر رہی ہو۔ تمہاری پیاری صورت ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اور جو بات تمہاری مرضی کے خلاف ہو اس کی کسی طرح جرأت نہیں ہو سکتی۔"

زبیدہ (شرما کے) "اب مجھے زیادہ نہ بناؤ۔ کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔ اچھا میری ایک بات مانو گے؟"

یوسف: "سر آنکھوں سے۔ مجھے تمنا ہے کہ تمہارا کوئی حکم ہو اور میں اسے بجا لاؤں۔"

Marfat.com

زبیدہ: "ٹھیک ٹھیک وعدہ کرتے ہو؟"

یوسف: "دل و جان سے۔"

زبیدہ: "اچھا برا تو نہ مانو گے؟"

یوسف: "بھلا تمہاری بات کا برا مان سکتا ہوں؟"

زبیدہ: "تو میری خوشی یہ ہے کہ تم سنّی ہو جاؤ۔"

یہ الفاظ سنتے ہی یوسف چونک پڑا۔ زبیدہ پر سر سے پاؤں تک ایک گہری حیرتناک نگاہ ڈالی اور کہا۔

"زبیدہ! میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تم اتنی متعصب ہو۔"

زبیدہ: "تمہاری جان کی قسم میں متعصب نہیں ہوں۔ مجھے اس سے واسطہ نہیں کہ کسی کا کیا مذہب اور کیا عقیدہ ہے۔ میں تو دل میں یہ سوچا کرتی تھی کہ تم سے ملنے کے بعد میں بھی شیعہ ہو جاؤں گی، کیونکہ اپنے پیارے کا مذہب بھی پیارا ہونا چاہیئے لیکن ایک ایسی مجبوری ہے کہ تم سے اس بات کی التجا کرنے پر مجبور ہوں۔ میری یہ بات مان لو۔ پھر تم مجھ سے جو کہو گے، قبول کر لوں گی۔"

یوسف دیر تک غور کرتا رہا کہ زبیدہ جب اس قدر غیر متعصب ہے تو پھر ایسی فرمائش کرنے کا سبب کیا ہو سکتا ہے۔ مگر کوئی بات خیال میں نہ آتی تھی۔ پوچھا:

"کیا تمہارے والدین یہ شرط لگاتے ہیں؟"

زبیدہ: "نہیں۔ میں ان کا صبر کیوں سمیٹنے لگی تھی۔ انہوں نے تو اس معاملے میں کبھی ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔"

یوسف: "تو پھر کیا بات ہے؟"

زبیدہ: "وہ بات بھی بتا دوں گی مگر ابھی نہیں۔ لیکن تم بغیر یہ پوچھے مجھ سے وعدہ کر لو تو مجھے اطمینان ہو جائے۔"

یوسف (دیر تک فکر میں رہ کے) "جب تم نے مجھ سے پہلے ہی اقرار کرا لیا ہے تو اب میں کس منہ سے انکار کر سکتا ہوں؟ لیکن زبیدہ! یہ اختیاری معاملہ نہیں۔ مذہب کا تعلق دل سے

Marfat.com

ہے اور دل اختیار کی چیز نہیں۔ اب میں تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔ کوئی کہے یا بالفرض تم ہی کہو کہ تمہاری محبت کو دل سے نکال ڈالوں تو بھلا یہ ہو سکے گا؟ جو چیز اپنے بس کی نہیں اُسے کوئی کیونکر کر سکتا ہے؟ تمہاری خوشی پوری کرنے کے لیے ممکن ہے کہ میں ظاہر میں دکھانے یا کہنے کے لیے سنّی ہو جاؤں مگر دل تو نہ قبول کرے گا۔"

زبیدہ:"چاہے دل سے نہ ہو مگر ظاہر میں سنّی ضرور ہو جاؤ۔ میری بس اتنی ہی خوشی ہے۔"

یوسف:"تو تمہاری یہ خوشی ہے کہ تمہارے کہنے سے میں جھوٹا، مکار اور اپنے خیال میں بے ایمان بن جاؤں؟"

زبیدہ:"مگر ہائے تمہیں کیونکر سمجھاؤں کہ اسی میں دشمنوں کی جان کی حفاظت ہے۔"

یوسف:"اخاہ! میں اب سمجھا۔ پرسوں شیعوں نے شارع ابن ابی عوف کے سنّیوں پر جو یورش کی تھی اس کا انتقام لینے کے لیے اب سنّی تیار ہوتے ہوں گے اور تجویز ہو رہی ہو گی کہ بغداد کے سارے شیعہ لوٹے مارے جائیں۔ اس سازش کی سن گن کہیں تم پا گئی ہو گی۔ کیوں ہے نہ؟ مگر زبیدہ تمہارا یوسف بزدل اور نامرد نہیں ہے کہ ایسی افواہیں سن کے ڈر جائے۔ ہم اپنے مذہب اور اپنی آبرو کے لیے مرتے دم تک لڑتے رہیں گے اور کسی میں اتنا دم نہیں دیکھتے۔"

زبیدہ (بات کاٹ کے)"اے ہے! تم کو تو غصہ آ گیا اور میرا خدا کی قسم یہ مطلب نہ تھا اور نہ میں نے ایسی کوئی خبر سنی ہے۔ میرے کہنے کا اور ہی سبب ہے جس کو پھر کبھی بیان کر دوں گی۔ اس وقت ہاتھ جوڑ کے اسی قدر کہہ سکتی ہوں کہ میری خاطر سے سنّی ہو جاؤ۔ میں تمہارے عوض شیعہ ہو لوں گی مگر تم سنّی ہو جاؤ۔"

اس فقرہ پر یوسف کو حیرت ہو گئی پھر ایک قہقہہ لگایا اور کہا:

"ہاں تمہارا مذہب ایک نہ ہونے پائے۔ میں شیعہ ہوں تو تم سنّی ہو اور میں سنّی ہوں تو تم شیعہ ہو جاؤ۔ بالکل نئی آرزو ہے اور انوکھا حکم۔ کاش میں اس حکم کی پوری پوری تعمیل کر سکتا۔"

زبیدہ:"ہائے تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔ اچھا ابھی اسی وقت جواب نہ دو۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کے

Marfat.com

بتادینا۔"

یوسف": دیکھا جائے گا۔ کیا تم آج اپنی خالہ ہی کے گھر میں رہو گی؟"

زبیدہ": نہیں۔ ابھی مل کے چلی آؤں گی۔"

اب زبیدہ یوسف سے رخصت ہو کے ام زغول کی طرف چلی ہی تھی کہ ایک بوڑھی عورت نے آ کے یوسف کا ہاتھ پکڑ لیا اور کچھ باتیں کرتی ہوئی اسے تنگ و تاریک گلی میں کھینچ لے گئی۔

زبیدہ کو بار بار یہ خیال آتا تھا کہ جیسے اس بوڑھی عورت کو کہیں دیکھا ہے مگر یاد نہ آتا کہاں دیکھا تھا۔

تاہم اس نے اس واقعہ کو حیرت کی نظر سے دیکھا اور دل میں برے برے گمان پیدا ہونے لگے۔ خود ہی ان بدگمانیوں کو دور کیا اور دل سے کہا:

"وہ اس بڑھیا کے ساتھ کچھ راز کی باتیں کرنے کے لیے تنہائی میں گئے ہیں اور کوئی بات نہیں ہے۔"

دل کو تسلی دیتی ہوئی ام زغول کے پاس پہنچی تو اس نے کہا:

"بی بی! تم نے بڑی دیر لگائی۔ یہ کون مرد وا تھا جس سے تم بیچ سڑک پر کھڑی ہو کے یوں باتیں کرتی رہیں؟"

زبیدہ": تم نے نہیں پہچانا؟ یوسف بن احمد تھے۔ جن کے لیے میں تمہارے ساتھ ام عنقود کے پاس گئی تھی۔"

ام زغول": خدایا تیرا شکر۔ دیکھو ام عنقود کی مہربانی سے کیسے جلد اچھے ہو گئے۔"

اب یہ دونوں عورتیں آگے بڑھیں اور محلۂ مامونیہ سے گزر کے محلۂ خاتونیہ کی سڑک پر مڑی ہی تھیں کہ سامنے سے کسی امیر کی سواری آتی نظر آئی۔ جس کے ہمراہ بہت سے سوار تھے۔ اور سرپٹ گھوڑے دوڑاتے چلے آتے تھے۔

زبیدہ اور ام زغول بیچ سڑک سے ہٹنے بھی نہ پائی تھیں کہ ان سواروں نے آ لیا۔ اور ان دونوں عورتوں کو اپنے غول کے اندر لے کے سب نے ہٹو بچو کا اس قدر غل مچایا کہ کان پڑے آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

Marfat.com

ناگہاں دو سواروں نے نہایت ہی پھرتی سے اتر کے دونوں کو ایک پھول سنگھا کے
بے ہوش کر دیا۔

پھر فوراً ہی اٹھا کے اپنے گھوڑوں پر ڈالا اور انہیں اس طرح لے کے چلتے بنے جیسے
کوئی تیز پر عقاب اپنے شکار کو لے کے صفائی سے نکل جاتا ہے۔

Marfat.com

(۶)

کرخ کی تباہی

اب ہم محلہ خاتونیہ کو چھوڑ کے باب بصرہ کے قریب آتے ہیں جہاں ایک غیر معمولی ہنگامہ سا مچا ہوا ہے۔ ہزارہا خلقت تلواریں کھینچے گرز اٹھائے اور نیزے تانے کھڑی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بغداد کے بہت سے محلوں سے لوگ کھنچ کے یہاں آگئے ہیں اور کسی بڑی ضروری مہم پر جانے والے ہیں۔ چاروں طرف ہزارہا مشعلیں روشن ہیں جن کے دھوئیں نے ایک اذیت رساں بدبو چراندھ اور تعفن سی پیدا کر دی ہے اور ایک گھڑی بھر کو بھی یہاں آ جائے تو دم گھٹنے لگتا ہے مگر ان لوگوں کو پروا نہیں۔

ایک کشیدہ قامت نوجوان زرہ بکتر سے آراستہ سر پر خود پہنے اور سر سے پاؤں تک دریائے آہن میں غرق کمیت عربی گھوڑے پر سوار اس مجمع کے درمیان میں چکر لگا لگا کے پتہ لگا رہا ہے کہ کون کون لوگ آگئے اور کون نہیں آئے۔

اتنے میں ایک اور جوان سال اور خوش رو شخص نمودار ہوا۔ اس کے سر پر نہایت ہی اعلے درجہ کا آبدار و طلاکار خود ہے جس پر سیاہ عمامہ بندھا ہے اور اس میں شتر مرغ کے پر کی کلغی لگی ہوئی ہے۔ زرہ پر چار آئینہ ہے۔ سبزہ گھوڑا، جو اس کی رانوں کے نیچے ہے۔ وہ بھی نہایت خوبصورت اور زرہ پوش ہے۔ اس خوبصورت سوار کی آہنی پوشاک اس قدر زرق برق

Marfat.com

ہے اور چاروں طرف کی ہزارہا مشعلوں کی شعاعوں میں اس آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں۔ تلوار اس کی کمر میں لگی ہے اور ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ ہے جس کا پھل آسمانی شہاب ثاقب کی طرح روشن ہے اور چاروں طرف بجلیاں گرا رہا ہے۔ اس کی صورت دیکھتے ہی ایک شخص کی زبان سے نکلا:

"لو امیر المومنین کے ولی عہد شہزادہ ابوبکر بھی آ گئے۔"

اتنے میں شہزادے نے قریب آ کے اسی شخص سے سوال کیا:

"مجاہد الدین ایبک کہاں ہیں؟"

کئی آدمیوں نے اس پہلے زرہ پوش سوار کی طرف اشارہ کیا اور شہزادہ گھوڑا بڑھا کے اس نوجوان سوار کے قریب گیا اور پوچھا:

"سب لوگ جمع ہو گئے؟"

مجاہد الدین: "صاحب عالم! باب بصرہ والے تو پہلے ہی سے تیار تھے۔ اب باب ابرز شارع ابن ابی عوف، باب الحرب، درب اللؤلو، قنطرۃ العتیقہ، ظفریہ، خاتونیہ، شونیزیہ، رباط، شیخ الشیوخ، سوق الطیوریین، سوق الصیارف، فراح القاضی، درب الدواب، درب اللبان، قطیعہ، سوق العصفرہ، سوق الصاغہ، سوق نظامیہ اور مستنصریہ کے لوگ بھی جمع ہو گئے۔ فقط سوق السلطان، سمیریہ، عقد الحدیدہ اور درب سنولی والے ابھی نہیں آئے ہیں۔ انہیں کا انتظار ہے۔"

نوجوان: "نواب انتظار کی ضرورت نہیں۔ میں نے ترکی لشکر اور سرداران ترک کو قنطرۃ العتیقہ کے راستے سے روانہ کر دیا ہے۔ تم سب بھی فوراً چل کھڑے ہو ورنہ تم پیچھے رہ جاؤ گے۔ وہ لوگ وہاں پہنچنے کے بعد انتظار نہ کریں گے۔"

مجاہد الدین: "جو حکم ہو۔ میں کوچ کا نقارہ بجواتا ہوں۔"

اشارہ ہوتے ہی ڈنکے پر چوب پڑی اور یہ لوگ مختلف غولوں میں تقسیم ہو کے عشرہ مبشرہ خصوصاً خلفائے راشدین کی مدح کے اشعار پڑھتے ہوئے دریا کنارے کی طرف روانہ ہوئے اور مدرسہ مستنصریہ کے سامنے جو کشتیوں کا پل بندھا ہوا تھا اس پر سے ہو کے کرخ

Marfat.com

میں پہنچے۔

شیعوں کو سنیوں کے اس ارادے کی اطلاع مغرب سے بہت پیشتر ہی پہنچ چکی تھی۔ جس کے انسداد کے لیے وزیر علقمی نے فوراً ایوان خلافت میں حاضر ہو کے باریابی کی درخواست کی۔ پہلے تو مستعصم نے ٹالنا چاہا مگر جب ابن علقمی نے بے انتہا اصرار کیا تو اسے ناگواری کیساتھ باریابی کا موقعہ دیا اور کمال ترش روئی سے ملا۔

ابن علقمی نے شہر کی حالت اور سنیوں کے ارادے بیان کیے اور کہا:

"شیعہ امیر المومنین کی بے کس و مظلوم رعایا ہیں۔ اگر بارگاہ خلافت میں بھی ان کو پناہ نہ ملی تو پھر ان غریبوں کا کہیں پتہ نہ ملے گا۔"

مستعصم: "اس وقت تک تمہاری وجہ سے شیعوں کی بہت طرفداری کر چکا ہوں مگر اب اس معاملہ میں دخل نہ دوں گا۔ ابھی پرسوں بھی شیعہ شارع ابن ابی عوف میں حد درجہ کی بے اعتدالیاں کر چکے ہیں۔ جب اس وقت میں نے سنیوں کی مدد نہیں کی تو اب شیعوں کی مدد کیونکر کر سکتا ہوں۔"

ابن علقمی: "مجھے بتحقیق معلوم ہوا ہے کہ ترکی فوج بھی سنیوں کا ساتھ دینے والی ہے۔"

مستعصم: "میں نے حکم نہیں دیا ہے اور اگر وہ خود اپنی خوشی سے جا کے سنیوں سے مل جائیں تو مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔"

ابن علقمی: "امیر المومنین کو پورا حق حاصل ہے۔ میں پھر اتنا عرض کرتا ہوں کہ آج کا ہنگامہ نہایت سخت ہوگا اور اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو خود سلطنت کی بنیاد متزلزل ہو جائیگی۔"

شہزادہ ابوبکر (جو اس وقت موجود تھا) "کیا کرخ کے چند شیعہ سلطنت کی بنیاد متزلزل کر دیں گے، تو کوئی مضائقہ نہیں۔ انہیں کوشش کر نے دیجئے۔ میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کیا کر لیتے ہیں۔"

اب ابن علقمی بالکل لاجواب تھا۔

آداب بجا کے دربار سے نکلا تو دل میں نہایت ہی پریشان تھا اور کوئی صورت فلاح کی نہ نظر آتی تھی۔ آخر گھبرا کے ولی عہد خلافت شہزادہ ابوبکر سے الگ ملا اور کہا:

Marfat.com

"خدا کے لیے سنیوں کو روکیے ورنہ غضب ہو جائے گا۔"
مگر جواب صاف ملا۔

آخر دربار ولی عہدی سے باہر آ کے دل میں کہنے لگا۔"

" میں وزیر ہوں۔ کل ملازمین شاہی میرے زیر فرمان ہیں۔ ساری فوج کی برطرفی و بحالی میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ مگر یہ ایسا معاملہ ہے کہ میرا کچھ زور نہیں چل سکتا۔ کل سرداران فوج بگڑے ہوئے ہیں اور وحشی ترکوں میں تعصب کی آگ ایسی بھڑک اٹھی ہے کہ کسی کے بس میں نہیں۔"

اس کے بعد وہ اپنے بہت سے ماتحت افسران فوج کے پاس گیا اور ان کی خوشامد تک کی مگر کسی نے شیعوں کی حمایت کی حامی نہ بھری، اور مغرب کے وقت جب وہ ناکام و نامراد کرخ میں واپس آیا ہے تو اس کی عجیب حالت تھی۔ خوف تھا، اندیشہ تھا، ناکامی و نامرادی تھی، مایوسی و بے بسی تھی اور اس کے ساتھ اپنا زور نہ چلنے کا غصہ تھا۔

آخر اس نے تمام معززین شیعہ کو بلا کے اطلاع دے دی کہ تمہیں کسی سے مدد نہیں مل سکتی۔ خلیفہ بے پرواہ ہے، اس کا ولی عہد تمہارے خون کا پیاسا ہے۔ سارے افسران فوج۔ سارے خونخوار ترک اور ساری سنی رعایائے بغداد تم سے انتقام لینے کے درپے ہے۔ بس اب خدا اور آئمہ معصومین پر نظر رکھو اور خود اپنی حفاظت کرو، اپنی عزت و آبرو۔ اپنی دولت، اپنے مکانوں، اپنی جانوں، اپنی عورتوں اور اپنے مذہب کے بچانے والے آج تم اکیلے ہی ہو، نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار۔ بس اکیلے تم ہی تم ہو جاؤ، اور جس طرح بنے اپنے آپ کو بچاؤ اور اگر تم میں اپنی حمایت کی طاقت نہیں تو بنی فاطمہ کو اور محبان اہل بیت کو آج پھر صبر و استقلال اور شجاعت و جانبازی کے ساتھ میدان کربلا کا سامنا کرنا ہے۔"

یہ تقریر سنتے ہی لوگ گھبرا اٹھے۔ گھروں میں رونا پیٹنا پڑ گیا اور کمزور طبیعت والے رونے اور گھبرانے لگے۔

اس وقت چند بہادران شیعہ نے آ کے سمجھایا اور کہا:
"اس رونے دھونے سے کیا فائدہ۔ چلو مقابلہ کی تیاریاں کرو۔ ہم بہادری سے لڑیں گے اور امید ہے کہ بطفیل اہل بیت اطہار خداوند جل و علا ہماری مدد کرے گا۔"

Marfat.com

اس قرارداد کے مطابق سب شیعوں نے مقابلہ کا سامان شروع کیا اور پل کے پاس دریا کنارے جا کے ڈٹ گئے۔

یہ لوگ تیار تھے کہ ترکی لشکر نے پل سے اتر کے حملہ کیا اور نہایت خونخوار لڑائی شروع ہو گئی۔ ان دنوں بہادری و شجاعت اور سپہگری و جنگجوئی میں ترکوں کی شہرت تھی اور عربوں کا پرانا جوش امارت عشرت طلبی کی نسیم کے ٹھنڈے جھونکوں کا مزہ لیتے لیتے سرد پڑ گیا تھا۔ تاہم یہاں دین و مذہب کا معاملہ تھا۔ شیعوں نے ترکوں کا مقابلہ ایسی پامردی سے کیا کہ خود ترکوں کو حیرت تھی۔ وہ رہ رہ کے اور جوش میں آ آ کے حملہ کرتے تھے مگر بہادران کرخ کی صف ایک دیوار آہنی تھی جو نہ ہٹائے ہٹتی تھی اور نہ توڑے ٹوٹتی تھی۔

لڑائی ہو رہی تھی کہ بغداد کے سنی محلے والوں کے غول پہنچنا شروع ہوئے اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک خدائی امڈی چلی آتی ہے۔

سنیوں نے جب دیکھا کہ ادھر شیعوں کی صف کسی طرح درہم برہم نہیں ہوتی تو ان کے بہت سے گروہ ایک دوسرے پل سے جو امام احمد حنبل کے مزار کے قریب تھا، دجلہ سے اتر کے دوسری طرف آ گئے، جوش و خروش کے ساتھ کرخ میں داخل ہوئے۔ عوام کی لڑائی میدان جنگ کی لڑائی نہ تھی، خانہ جنگی میں بازاری لوگ ترکوں کے باضابطہ لشکر سے زیادہ مشاق تھے۔ وہ مختلف راستوں اور گلیوں سے شور و غل کرتے، لوٹتے مارتے اور مجنونانہ حرکات ظاہر کرتے ہوئے کرخ کی آبادی میں گھس پڑے اور قتل و قمع کے ساتھ لوٹ مار مچا دی۔

بہادران شیعہ یہاں ترکوں کو روکتے ہی رہے اور ان کے پیچھے ان کے گھروں میں خونریزی شروع ہو گئی۔ یہ خبر سنتے ہی وہ بدحواس ہو کے پلٹے اور ساتھ ہی ترکوں نے یورش کر دی۔

اب شیعوں کا کوئی زور نہ چلتا تھا۔ ان کا گروہ ٹوٹ گیا تھا اور گلی کوچوں، مکانوں، مسجدوں اور معبدوں میں وہ بیرحمی سے قتل ہو رہے تھے۔ غصہ میں بھرے ہوئے۔ عوام صفت سنی اور کیسے خونخوار ترک ہر طرف خون کی ندیاں بہا رہے تھے۔ گھروں میں گھس گھس کے دولت کو لوٹتے، عورتوں کو بے حرمت کرتے اور جوان عورتوں اور لڑکوں کو پکڑ پکڑ کے لونڈی غلام بنا رہے

Marfat.com

تھے۔ بچوں کا بلک بلک کے رونا، عورتوں کی آہ و فریاد، ضعیفوں کا عاجزی سے تلوار کے آگے سر جھکانا۔ غرض کوئی چیز لوٹنے والوں کے پتھر کے دلوں کو نرم نہ کر سکتی تھی اور خون آشامی کی پیاس ساعت بساعت بڑھتی ہی جاتی تھی۔

شیعوں میں سے ہزاروں کٹ گئے۔ ہزاروں بھاگ کے پہاڑوں اور بیابانوں میں چلے گئے یہاں تک کہ اب سارے کرخ میں سناٹا تھا اور قاتل سنیوں کو قتل کرنے کے لیے کوئی زندہ انسان نہ ملتا تھا۔ آدھی رات کے قریب سنیوں نے دل کا بخار اچھی طرح نکال کے تلواریں میان میں کیں اور حساب لگایا تو تین ہزار سے زیادہ شیعہ شربت مرگ پی چکے تھے اور پانچ ہزار کے قریب عورتیں اور بچے اسیر تھے اور لاکھوں کروڑوں روپیہ کی جو دولت لٹی وہ اس کے علاوہ۔

اب مجاہد الدین ایبک اور سرداران ترک نے واپسی کا طبل بجوایا۔ تمام بازاری سنی اور ترک خلفائے اربعہ کی تعریف کے قصیدے پڑھتے ہوئے پل سے اتر کے شرقی بغداد میں گئے اور کرخ کو ایسی حالت میں چھوڑ گئے کہ ہر طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ مکانوں کے اندر گلی کوچوں اور سڑکوں میں کوئی جگہ نہ تھی جہاں بے گور و کفن لاشوں کے ڈھیر نہ لگے ہوں۔ عورتیں ڈری سہمی تنگ و تاریک کونوں میں اس طرح دبکی بیٹھی تھیں کہ ان کی سانس تک نہ سنائی دیتی تھی اور کسی کی اتنی بھی مجال نہ تھی کہ اپنے باپ، بیٹے، بھائی یا شوہر کی لاش پر دو آنسو بہائے۔

اس سناٹے میں ناگہاں ایک شخص نمودار ہوا۔ یہ صورت سے معزز و محترم اور صاحب علم و فضل معلوم ہوتا ہے۔ خاموش ہے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھا کے ایک ایک لاش کے پاس جاتا ہے اور رومال سے چشم پُرنم کو پونچھتا ہے۔

لاشوں کا معائنہ کرتے کرتے یہ ایک روشن مقام میں آیا جہاں چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ رقتِ قلب سے خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ اشک آلود چہرہ کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ دونوں ہاتھ دعا کیلئے بلند کیے اور نہایت ہی بے کسی کی آواز میں بولا:

"خداوندا! ان بے کسوں کی مظلومی کی داد دینے والا تو ہی ہے۔"

اس حالت میں ماہتاب کی روشنی اس کے حسرتناک چہرہ پر پڑی تو ہم نے پہچانا کہ وزیر موید الدین بن علقمی ہے جو خدا جانے کہاں چھپ رہا تھا کہ دشمنوں کی تلواروں سے بچ گیا اور

Marfat.com

اب اپنے تمام ہم مذہبوں کی لاشوں پر آنسو بہانے کو آیا ہے۔

اس نے دعا کا سلسلہ آگے بڑھایا اور کہا:

"بار الٰہا! بس ایسا ہی انتقام میں بھی چاہتا ہوں۔ سارا بغداد آج ہو تو میرے آنسو پچھیں اور میرے دل کو قرار آئے۔ میں اسی کی کوشش کروں گا۔ بنی فاطمہ اور یادگاران اہل بیت اطہار ہمیشہ مظلوم رہے ہیں مگر ہمیشہ ان کی مظلومی کا انتقام بھی پورا پورا مل جایا کرتا ہے کس نے اہل بیت پر ظلم کیا اور پھر ذلیل ہو کے قتل نہ ہوا۔ اسی طرح اے مرحومان کرخ تمہاری بے کسی کا بدلہ ضرور ملے گا۔ میں زندہ ہوں اور صرف اسی لیے زندہ ہوں کہ تمہاری مظلومی کا انتقام لوں۔ بس اب تم جنت میں آرام کرو حق پرستوں کی سی مبارک ابدی نیند کے مزے لو اور آج کے غم کو بھلا دو۔ مومنین کے لیے غم حسین کے سوا اور کوئی غم نہ ہونا چاہیئے۔ آج کے رنج و الم کا بالکل خیال نہ کرو کیونکہ اس کا بدلہ لینے والا میں دنیا میں موجود ہوں اور جب تک بدلہ نہ لے لوں گا نہ مروں گا!"

یہ کہہ کے ابن علقمی نہایت ہی سکون و خاموشی کے ساتھ کسی طرف چلا گیا اور کرخ میں پھر وہی موت کا سناٹا طاری ہو گیا جس کے صبح ہونے سے پہلے دور ہونے کی کوئی امید نہیں۔

Marfat.com

(۷)

کنواری بیوہ

o

زبیدہ کی آنکھ دیر کے بعد کھلی تو اپنے آپ کو ایک پرفضا باغ کے اندر اس حال میں پایا کہ ایک جواہر نگار پلنگ پر لیٹی ہے جو سنگ مرمر کے ایک نہایت ہی خوبصورت حوض کے کنارے بچھا ہوا ہے حوض کے اندر فوارے چھوٹ رہے ہیں جن میں سے پانی کی ہلکی ہلکی پھوار نزاکت و لطافت کیساتھ چھینٹے دے دے کے اسے جگا رہی ہے، اور ایک خوش رو جوان رعنا سرہانے بیٹھا اسے لخلخہ سنگھا رہا ہے۔

ایک نامحرم کو اپنے پلنگ پر دیکھ کے اس نے چونکتے ہی ایک چیخ ماری اور پھر بے ہوش ہو گئی، مگر نکھری چاندنی، فواروں کی پھوار، ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں اور نسیم چمن کی عطر بیزیوں کے ساتھ لخلخہ کے تفریح بخش اثر نے پھر ہوشیار کیا۔ کچھ دیر تک یہ عالم رہا کہ آنکھیں کھلتیں اور وہ بند کر لیتی کہ خواب دیکھ رہی ہوں، لیکن جب کسی طرح یہ منظر سامنے سے نہ ہٹا تو خمار آلود آنکھیں کھول کے پوچھا:

"میں کہاں ہوں؟"

اس جوان رعنا نے جو سرہانے بیٹھا لخلخہ سنگھا رہا تھا، آہستہ سے کہا:

"جنۃ العنقود میں۔"

Marfat.com

پوچھا:

"اور تم کون ہو؟"

جوان: "گھبراؤ نہیں۔ میں کوئی غیر نہیں ہوں۔"

زبیدہ: "آخر کون؟ میں تو نہیں پہچانتی۔"

جوان: "میں تمہاری بہن عنقودہ ہوں مگر مردانے لباس میں۔"

یہ جواب سن کے زبیدہ نے پوری طرح آنکھیں کھولیں۔ اٹھ کے بیٹھی۔ عنقودہ کے چہرے کو نظر بھر کے دیکھا اور تعجب سے مسکرا کے کہا:

"بہن تم نے خوب بھیس بدلا مگر اس کی ضرورت کیا تھی؟"

عنقودہ: "فقط تمہارے شوق میں۔"

زبیدہ: "میرے شوق میں۔ میں تو بہن تمہارا وہی زنانہ بھیس پسند کرتی ہوں۔"

عنقودہ: "تم وہی لباس پسند کرتی ہو مگر میں اس کو کیا کروں کہ بغیر یہ بھیس کیے میں تم کو نہیں پا سکتی۔"

یہ کہہ کے عنقودہ نے زبیدہ کو بڑھ کے گلے سے لگایا۔ اس کی پیشانی اور گالوں پر بوسے دیئے اور کچھ کہنے کو تھی کہ زبیدہ نے دونوں ہاتھوں سے پیچھے ہٹا کے کہا:

"بہن اپنے وہی کپڑے پہن لو۔ مجھے مردوں کے سے کپڑے پہنے دیکھ کے وحشت ہوتی ہے اور مارے شرم کے زمین میں گڑی جاتی ہوں۔"

عنقودہ: "معاذ اللہ! یہ بدگمانی! میں مردانہ بھیس کرنے سے کچھ مرد تھوڑے ہی بن گئی ہوں جو تمہیں میرے پاس بیٹھتے ہولیں آتی ہیں۔"

زبیدہ: "تو اچھا جب تک آپ اس بھیس میں ہیں، مجھ سے الگ الگ رہیئے۔"

عنقودہ (ہنس کے) "اچھا چلو تمہیں باغ کی سیر کراؤں۔ باغ کے ادھر میرا کمرہ ہے وہاں پہنچ کے کپڑے بدل لوں گی۔"

زبیدہ: "مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ میں یہاں کیونکر آ گئی اور آپ کو میرے لیے یہ بھیس کیوں بدلنا پڑا؟"

عنقودہ: "تم جو اس روز گئیں تو پھر ادھر کا راستہ نہ چلیں اور میرا ملنے کو جی چاہتا تھا۔ بڑھنے لگا یا تو معلوم ہوا کہ تم اپنی خالہ کے گھر جا رہی ہو۔ بس میں نے مردانہ بھیس کیا۔ چند خادموں

کو ساتھ لیا۔ گھوڑیوں پر سوار ہو کے گئی اور تمہیں راستہ سے اٹھا لائی۔"

زبیدہ (خوفزدگی و حیرت سے) "اور تمہیں کیونکر پتہ لگا کہ میں اس وقت راستہ میں ہوں۔"

عنقودہ: "اس کو نہ پوچھو۔ میرے خادم ایسے ہیں کہ جس وقت جس بات کا پتہ چاہوں لگا لوں۔"

زبیدہ: "اور ام زغول جو میرے ساتھ تھی، وہ کہاں ہے؟"

عنقودہ: "جنۃ العنقود میں۔ وہ یہاں نہیں لائی جا سکتی تھی، اس لیے میں نے اسے وہیں ٹھہرا دیا۔"

زبیدہ: "خدا جانے اس کا کیا حال ہوگا۔ میری طرح وہ بھی راستے سے اٹھا لائی گئی ہے۔"

عنقودہ: "وہ بہت اچھی ہے۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ جاتے وقت مل لینا۔ کیونکہ وہ تمہارے ساتھ جائے گی۔"

زبیدہ: "اب خدا کے لیے مجھے جلدی رخصت کیجئے۔ اگر بغیر خالہ کے وہاں ٹھہر گئی تو خدا جانے لوگوں کو کیسی کیسی بدگمانیاں ہوں گی۔"

عنقودہ: "اچھا میرے ساتھ باغ کا ایک چکر تو لگا لو۔"

اب دونوں اٹھ کے باغ میں چکر لگانے لگیں۔

باغ کی تر و تازگی، نزہت و شادابی، فواروں کا جا بجا چھوٹنا، چاندنی کا سارے باغ کو بقعہ نور بنانا اور فواروں کو مقیش کی جھالریں بنا بنا کے دکھانا، ایک عالم طلسم نظر آتا تھا۔ زبیدہ کو چلتے چلتے خیال آیا کہ جیسا یہ طلسمی باغ ہے۔ ویسے ہی عجیب طریقے سے میں یہاں آئی بھی ہوں۔ ساتھ ہی یوسف کا خیال آیا جسے ایک بڑھیا کے ساتھ گلی میں جاتے دیکھا تھا۔ جیسے خوفناک خیالات اور اندیشے وہاں سڑک پر گزرے تھے ویسے ہی اب بھی گزرے اور اپنی ساتھ والی سے کہا:

"بہن عنقودہ! آپ نے ابھی ابھی کہا تھا کہ میں جس وقت جس بات کا چاہوں پتہ لگا لوں۔ اچھا مجھے یہ بتائیے کہ میرا یوسف بن احمد اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

عنقودہ: "ابھی۔" (ذرا سر ہلا کے اور اوپر کی طرف سر اٹھا کے) "لو سنو! مگر تم کو اس کی کیفیت سن کے ملال ہوگا۔ نہیں میں نہ کہوں گی۔"

زبیدہ (وحشت زدہ ہو کے) "نہیں، خیریت تو ہے؟ خدا کے لیے جلدی بتاؤ۔ میرے دل میں کیا کہوں کیسی ہولیں آتی ہیں۔"

Marfat.com

عنقودہ: "کوئی ڈرنے یا گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یوسف خیریت سے ہے۔ مگر ایک ایسی بات ہے کہ اسے سن کے تمہارے دل میں زخم پڑ جائیں گے۔"

زبیدہ: "میری اچھی بہن مجھے بتا دو۔"

عنقودہ: "مامونیہ کے قریب ایک گلی ہے اس کے اندر ایک مکان میں وہ ایک پری جمال حسینہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس حسینہ کو اس نے ایک مشہور جعل ساز و مکار بڑھیا کے ذریعہ سے اس کے گھر سے نکلوایا ہے اور اس کی آبرو لینے کے درپے ہے۔"

زبیدہ: "بہن۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ میرا یوسف ایسا نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے عہد وفا کیا ہے اور اسے نباہے گا۔"

عنقودہ: "بھولی زبیدہ مردوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ عورت کا دل پاک و صاف ہے جوان کی ہر بات کا یقین کر لیتی ہے مگر افسوس مرد ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے قول و قسم کا اعتبار کیا جائے۔"

زبیدہ: "ہاں بہن! ایسے مرد بھی ہوتے ہیں مگر یوسف ایسا نہیں ہے۔ وہ سچا ہے اور اپنی بات کا دھنی ہے۔"

عنقودہ: "قائل نہیں ہوتی ہو، دکھا دوں؟"

زبیدہ: "تم دکھا کیونکر دو گی؟"

عنقودہ: "خود ہی دیکھ لینا کہ کیونکر دکھا دوں گی۔"

دو ہی چار قدم آگے بڑھی ہوں گی کہ چمنوں کے اندر ایک خوبصورت بنگلہ نظر آیا جس میں خوب روشنی ہو رہی تھی۔ قریب پہنچیں تو باتوں کی آواز سنائی دی۔

اب عنقودہ پودوں کی آڑ ہی آڑ اس بنگلہ کے قریب لے گئی۔ زبیدہ نے اپنی متحیر آنکھوں کو مشکلوں سے جما کے ٹھہرایا اور دیکھا تو نظر آیا کہ یوسف بن احمد ایک مہ جبین عورت کو گود میں لیے بیٹھا ہے اور عجیب ذوق و شوق کے ساتھ اس سے ہم آغوش ہے۔

یہ سماں دیکھتے ہی اس کے سینے میں رقابت کا شعلہ اس شدت سے اٹھا کہ قریب تھا وہ ایک جست مار کے بنگلہ کے اندر چلی جائے۔ اس عورت کو یوسف کے آغوش سے

Marfat.com

دھکیل کے گرا دے اور یوسف کو ہاتھ پکڑ کے اٹھالائے، مگر عنقودہ نے زور سے کمر پکڑلی، کان میں کہا:

"لے بس دیکھ چکیں۔ چلو۔"

اور زبردستی کھینچ کے اُسے وہاں سے ہٹالے گئی۔ مگر اس کی حالت یہ تھی کہ چہرے سے غصہ کی آنچیں نکل رہی تھیں۔ آنکھیں مشتعل تھیں، ہونٹ خشک تھے اور حواس مختل ہوئے جاتے تھے۔

جب وہ بنگلہ نظر سے اوجھل ہوگیا تو عنقودہ نے ایک حوض کے کنارے بٹھا کے زبیدہ کا منہ دھلایا، پانی پلایا اور کہا:

"اسی لیے میں اس واقعے کو تم سے بیان کرنا نہیں چاہتی تھی مگر تم نے نہ مانا۔"

زبیدہ: "بہن افسوس! تمہاری طرح آج سے میں بھی اپنے آپ کو بیوہ ہی سمجھوں گی۔ حقیقت میں مردوں کی ذات اس قابل نہیں کہ اس پر بھروسہ کیا جائے۔ کوئی قرآن کا جامہ پہن کے آتا تو بھی میں یوسف کے خلاف کبھی بات کو نہیں مانتی، مگر آہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ہاں بس میں بیوہ ہوں، کنواری بیوہ۔ بہن عنقودہ اب تم مجھے آج سے کنواری بیوہ کہا کرنا۔ میں سمجھوں گی کہ یوسف مرگیا اور تم سمجھنا کہ وہ امید و آرزو کے خواب دیکھنے والی زبیدہ مرگئی اور مجھے 'کنواری بیوہ' ہی کہہ کے یاد کرنا۔ لے بہن، اب خدا کے لیے مجھے میرے گھر پہنچا دو، نہیں تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔"

عنقودہ: "اتنی تو اجازت دو کہ اپنے کمرہ میں چل کے کپڑے بدل لوں۔ تم میرے ان کپڑوں پر اعتراض کررہی تھیں۔"

زبیدہ: "ہاں! اور اب تو ان کپڑوں سے اور بھی زیادہ بھاگوں گی۔ جس طرح مجھے مردوں سے نفرت ہوگئی، ویسی ہی مردوں کے لباس، مردوں کی وضع اور مردوں کی ہر چیز سے نفرت ہوگئی۔ پھر کبھی تم مجھ سے اس لباس میں نہ ملنا مگر اس وقت مجھے جانے ہی دو۔"

عنقودہ: "اچھا چلو۔"

یہ کہہ کے عنقودہ اسے ایک طرف لے چلی۔ چلتے چلتے زبیدہ سے کہنے لگی:

Marfat.com

"بہن! یہ بہت اچھا ہوا کہ تمہیں خود ہی یوسف سے نفرت ہو گئی ورنہ تمہیں اس سے قطع تعلق کرنا دشوار ہوتا۔ تمہارے جانے کے بعد ان بزرگ جن صحابیوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ یوسف شیعہ ہے تو بہت بگڑے۔ چونکہ تمہارے سامنے اس کی تندرستی کی دعا کر چکے تھے اس لیے کوئی بد دعا تو نہیں کی مگر یہ صاف حکم لگا دیا کہ زبیدہ کی سی پاک و صاف لڑکی ایک ناپاک شیعہ کو ہرگز نہ دی جائے گی۔"

زبیدہ: "مگر میں اسے سنی کر لیتی تو کیا مضائقہ تھا؟"

عنقودہ: "ان بزرگوں کو معلوم ہے کہ یوسف سنی نہ ہوگا اور آج ہی رات کو تم نے اس سے سنی ہونے کو کہا تو وہ کیسا چونکتا ہوا تھا۔ باقی رہا ایسا سنی ہونا جیسا کہ آج تم اس سے کہہ رہی تھیں کہ تم اس کی جگہ شیعہ ہو جاؤ اور وہ تمہاری جگہ سنی ہو جائے ہرگز قابل اعتبار نہیں۔"

یہ الفاظ سنتے ہی زبیدہ کے ہوش جاتے رہے۔ وہ سہمی ہوئی خوف زدہ آنکھوں سے عنقودہ کی صورت دیکھ رہی تھی اور عنقودہ کہہ رہی تھی:

"ہاں! ہرگز اعتبار کے قابل نہیں۔ تم اور شیعہ ہو جاؤ اور تمہارے سامنے یوسف اپنے سنی ہونے کو اپنا مرتد و بے ایمان ہو جانا کہے اور تم سنا کرو۔ شیعوں پر خدا کا غضب نازل ہے اور آج گھر جا کے تم سن لو گی کہ ان کا کیا حشر ہوا۔"

زبیدہ: "مگر بہن میرے دل سے یوسف کی محبت تو نہ نکل سکے گی۔"

عنقودہ: "میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہاری شادی ایک شیعہ کے ساتھ ہو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم کو اس سے بہت اچھا شوہر ملے گا۔"

زبیدہ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "بہن یہ نہ کہو۔ میں یا تو یوسف ہی کی ہوں اور یہ نہ ہوا تو کنواری بیوہ ہوں جیسا کہ کہہ چکی۔"

یہ باتیں کرتی ہوئی دونوں ایک کمرہ میں داخل ہوئیں جس میں قدم رکھتے ہی دروازہ آپ سے آپ بند ہو گیا۔ تختۂ زمین اڑ کے اوپر جا پہنچا اور ایک چشم زدن میں دونوں قصر سدوک میں تھیں۔ یہاں پہنچ کے عنقودہ نے زبیدہ کو پھر گلے سے لگا کے پیار کیا اور کہا:

"دیکھو جلدی آنا۔ اب کی ایسا نہ ہو کہ مجھے زبردستی تمہیں پکڑ لانا پڑے۔"

Marfat.com

یہ کہہ کے عنقودہ غائب ہو گئی اور زبیدہ نے آگے بڑھ کے دیکھا تو ام زغول سیڑھیوں پر تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ پاس جا کے کہا:

" ام زغول تم گھبرائیں تو نہیں ؟"

ام زغول : "گھبرانے کی کون سی بات تھی۔ تم تو خدا جانے کہاں غائب ہو گئیں اور مجھے کسی نے یہاں لا کے ڈال دیا۔ نہیں معلوم کتنی دیر تک بے ہوش پڑی رہی۔ دیر کے بعد ہوش و حواس بجا ہوئے اور یہاں کوئی نہ نظر آیا تو میں نے ارادہ کیا کہ زینوں سے اتر کے اپنے گھر جاؤں۔ ناگہاں کسی نہ نظر آنے والے شخص نے حکم دیا کہ جب تک زبیدہ خاتون نہ آئیں جانے کا قصد نہ کرنا۔ یہیں بیٹھ کے انتظار کرو۔ لاچار بیٹھ گئی۔ بس اس وقت سے اکیلی بیٹھی ہولیں کھا رہی ہوں"

اس گفتگو کے بعد دونوں نے اترنا شروع کیا۔ آدھے زینے طے ہوئے ہوں گے کہ زبیدہ نے کہا:

" اور اب اس وقت کشتی کہاں ملے گی ؟"

ام زغول : "آج تو گھر تک پیدل ہی جانا ہو گا۔ یہاں کشتی کہاں ؟"

یہ کہتی ہوئی نیچے پہنچیں تو دیکھا کہ ایک اعلیٰ درجے کی کشتی تیار کھڑی ہے۔ زبیدہ اسے دیکھ کے حیرت کر رہی تھی کہ ان عورتوں کی صورت دیکھ کے ملاح نے کہا:

"آیئے !"

دونوں کشتی میں جا بیٹھیں اور ملاح نے دم بھر میں لے جا کے محلہ مامونیہ میں اتار دیا۔

یہاں پہنچ کے معلوم ہوا کہ ابھی آدھی رات ہونے کو دو گھنٹے باقی ہیں۔ وقت کے معلوم ہوتے ہی زبیدہ نے ام زغول سے کہا:

" اب کہیں میری جان میں جان آئی ہے۔ اب چلو خالہ جان کے وہاں ہولیں۔"

یہ کہہ کے روانہ ہوئی مگر تعجب سے دیکھتی تھی کہ محلہ مامونیہ میں جہاں تین پہر رات تک چہل پہل اور آنے جانے والوں کی بھیڑ رہا کرتی تھی، سناٹا پڑا ہے اور شاذ و نادر ہی کوئی راہ گیر نظر آتا ہے۔

Marfat.com

شہر کی اس غیر معمولی خاموشی پر ہولیں کھاتی ہوئی مامونیہ کے خاتمہ پر پہنچ کے بائیں ہاتھ کی طرف ایک گلی میں مڑی جو درب بہروز کے نام سے مشہور تھی۔ چند قدم پر اس کی خالہ کا مکان آگیا۔ دروازہ کھلوایا اور یہ کہتی ہوئی اندر داخل ہوئی کہ:

"اے ہے کن مصیبتوں سے آج خالہ اماں کا مکان ملا ہے۔ سر شام گھر سے نکلی تو اس بلا کی بھیڑ اور ایسا ریلا تھا کہ راستہ بند ہو گیا۔ دوسری طرف سے آنے کا ارادہ کیا تو ادھر بھی لوگوں کا ٹھٹھ لگا ہوا تھا۔ ریلے میں پڑ کے خدا جانے کہاں سے کہاں نکل گئی۔ نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھان کے اب جو یہاں پہنچی تو ہر طرف سناٹا پڑا ہے جیسے کوئی شہر کو لوٹ لے گیا۔"

خالہ (بھانجی کو گلے لگا کے) "ہے ہے۔ تم کو آج ہی آنا تھا۔ آج بھلا گھر سے نکلنے کا دن تھا۔"

زبیدہ: کیوں خالہ اماں آج کیا تھا جو میں نہ آتی۔"

خالہ: "سارے شہر کے سنیوں نے جمع ہو کے کرخ کے شیعوں پر چڑھائی کی ہے۔ تمہارے خالو بھی وہیں گئے ہیں۔ خدا جانے اس وقت وہاں کیا ہو رہا ہو گا۔ جو جو دیر ہوتی ہے میری وحشت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بڑے نازک کام کو گئے ہیں۔ خدا اصل خیر سے واپس لائے۔"

زبیدہ: "تو اس وقت جو سناٹا ہے اس کی یہی وجہ ہو گی کہ سارا بغداد امنڈ کے شیعوں پر چڑھ گیا ہے۔"

ام زغول: "ان روز کی لڑائیوں کا دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ بی بی میں تو انجام کو ڈرتی ہوں۔ امیر المومنین کی یہ حالت ہے کہ لالچ اور طمع کے مارے ایمان کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ ملک داؤد یوسف کے جواہرات دبا بیٹھے۔ پھر کاہلی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ برسوں محل سے باہر نہیں نکلتے۔ ادھر شہر والوں کی یہ حالت ہے کہ آپس میں کٹے مرتے ہیں اور کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ جو انتظام کرنے والے ہیں، وہی لڑ رہے ہیں۔ ایک طرف وزیر ابن علقمی ہیں اور دوسری طرف والی شہر رکن الدین دوادار اور امیر المومنین کے مصاحب مجاہد الدین ایبک ہیں۔ بس خدا خیر کرے۔"

زبیدہ کی خالہ: "ہاں ام زغول سچ کہتی ہو۔ زمانے کا رنگ اچھا نہیں ہے۔"

Marfat.com

زبیدہ: "تو خالہ جان اب میں گھر جاتی ہوں"۔

خالہ: "اتنی دیر ٹھہر جاؤ کہ تمہارے خالو بھی آجائیں"۔

زبیدہ: "خدا جانے وہ کب آئیں گے۔ خالہ جان مجھے جانے ہی دیجئے۔ اماں جان بیٹھی گھبرا رہی ہوں گی اور آج کے ہنگامے کا حال سن کے اور پریشان ہو گئی ہوں گی"۔

آخر خالہ سے رخصت ہو کے زبیدہ اپنے گھر میں آئی اور ماں سے دیر ہونے کے عذرات بیان کر کے ام زغلول کو رخصت کیا اور چونکہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ جھٹ پٹ کھانے سے فارغ ہو کے بچھونے پر لیٹ گئی لیکن آج کے دن اس پر ایسے واقعات نہیں گزرے تھے کہ وہ ایسے خیالات دل میں لے کے نہیں آئی تھی کہ اسے نیند آتی اور سب سے زیادہ خیال اسے ابن ابی احمد کی بے وفائی کا تھا اور پھر اس کا جنۃ العنقود میں ایک مہ جبین عورت سے ہمکنار ہونا ایک ایسا واقعہ تھا جس کی تصویر نظر کے سامنے سے ہٹتی ہی نہ تھی۔

یہ سوالات رہ رہ کے دل میں پیدا ہوتے۔ یہ کون سی عورت ہے جس نے میرے خیالات کو ہٹا کے اس کے دل پر قبضہ کر لیا۔ مانا کہ میں حسن و جمال میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر مدتوں کی نسبت، پرانی محبت اور پیشتر کے عہد و وفا کا بھی تو کچھ خیال ہونا چاہیئے تھا؟ پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ وہاں پہنچ کیسے گیا۔ اس جگہ شیعوں کے خلاف جیسا تعصب ہے، ظاہر ہے۔ ایسی جگہ باوجود شیعہ ہونے کے اس کا پہنچ جانا کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتا۔ غضب کی بات یہ ہے کہ عنقودہ کی تاکید ہے کہ وہاں جو کچھ نظر آئے باہر آکے کسی سے نہ بیان کرو اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ بے کہے بھی نہیں رہا جاتا۔ اچھا تو اس معاملے میں میں خاموش رہوں گی اور چپکے ہی چپکے پتہ لگاؤں گی کہ یوسف کا کیا ارادہ ہے اور وہ کونسی عورت ہے جس نے اس کے دل میں جگہ پیدا کر لی ہے۔ سب سے زیادہ مجھے یہ فکر ہے کہ وہ ضعیفہ کون تھی جو یوسف کو راستے سے گلی میں کھینچ لے گئی تھی؟ ہاں اب یاد آیا اس کی صورت بعینہ ام عنقود کی سی تھی۔ مگر یہ میرا وہم ہی ہے ام عنقود بے چاری کو اپنے بیٹے کے ماتم سے اتنی فرصت کہاں کہ جنۃ العنقود سے نکل کے بغداد کی سڑکوں پر ماری ماری پھرے، مگر شباہت ضرور ملتی تھی۔ اس بات کا خیال آتے ہی میری آنکھوں کے سامنے ام عنقود کی صورت پھر جاتی ہے۔

Marfat.com

اس جھگڑے سے نجات پاتے ہی اس کا خیال شیعہ سنیوں کی لڑائی کی طرف گیا اور دل میں کہنے لگی۔

"خدا جانے آج کیا ہوا اور کتنے لوگ مارے گئے۔ یوسف کے بہت سے عزیز کرخ میں رہتے ہیں۔ نہیں معلوم ان بے چاروں پر کیا گزری۔ وہ تو عیش و عشرت میں مشغول تھا لیکن اس کے بعد ہی گھر کے لوگ غم و الم اور نوحہ و ماتم میں مبتلا ہو گئے۔"

اسی سلسلہ میں اسے بار بار اس بات کا خیال آتا کہ کس طرح تاگہاں عنقودہ مجھے بیچ سڑک سے اٹھا لے گئی اور اسے کس طرح بچی بچی غیب کی باتیں معلوم ہو جایا کرتی ہیں۔ عنقودہ کے مردانے بھیس کا خیال آیا اور یہ خیال کر کے دل ہی دل میں شرمانے لگی کہ وہ کس بے باقی سے مردوں کی طرح مجھے پیار کرتی اور گلے لگاتی تھی۔ پھر شرم کے ان فطری جذبات پر غالب آ کے اس نے کہا:

"عنقودہ کے تمام واقعات حیرت انگیز ہیں اور گو میری بہن ہی ہے اور مجھ سے بڑی محبت رکھتی ہے مگر مجھے اس کی صورت دیکھ کے ڈر ہی معلوم ہوتا ہے۔"

الغرض ساری رات ان ہی خیالوں اور فکروں میں کٹی مگر صبح ہوتے وقت نسیم سحر نے پنکھا جھل جھل کے سلا ہی دیا۔

Marfat.com

(۸)

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ

گذشتہ شب کو شیعوں پر جو مصائب گزرے تھے ان کی خبر مشہور ہوتے ہی اطراف وجوانب کے شیعہ قبائل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ حلّہ، نجف، کربلا، سامرہ اور کاظمین کے شیعہ جان دینے پر تیار ہو گئے اور ایسے سخت ہنگامہ کا خوف پیدا ہو گیا جس سے سارے بغداد کے لٹ جانے، سارے عراق میں آتش تعصب کے بھڑک اٹھنے اور ہر جگہ بازار خون ریزی گرم ہونے کا قطعی یقین تھا۔

یہ حالت دیکھ کے تمام امرا و اعیان بغداد حنفی، شافعی اور حنبلی علماء، مشہور بہادر سردار امرا اور سرداران فوج ایوان خلافت میں حاضر ہوئے اور المستعصم کی خدمت میں عرض کرایا کہ:

"اپنے شہر، اپنی رعایا اور اپنی خلافت کو تباہی سے بچائیے ورنہ غضب ہو جائے گا۔"

اس کا جواب یہ ملا کہ:

"امیر المومنین کو اس وقت آپ لوگوں سے ملنے کی فرصت نہیں۔"

اس خلاف امید جواب پر سب لوگ متغض ہوئے مگر واپس جانا خلاف مصلحت دیکھ کے پھر عرض کرایا کہ:

"جب تک ہماری فریاد نہ سنی جائے گی ہم یہیں آستانِ خلافت پر پڑے رہیں گے۔"

Marfat.com

المستعصم کو جب جوہر خواجہ سرا نے تمام ارکان و معززین شہر کی یہ درخواست سنائی تو بہت برہم ہوا اور کہا:

"اب یہ لوگ بہت تنگ کرنے لگے ہیں۔ میں ان کے حکم کے تابع نہیں ہوں کہ جب وہ آ پٹیں گھر سے باہر نکل آؤں، لیکن خیر آج ان کی آرزو پوری کیئے دیتا ہوں مگر پھر کبھی ایسا مجبور کریں گے تو ہرگز نہ سنوں گا۔ جاؤ دربار کا حکم دو۔ میں بھی ابھی آتا ہوں۔"

فوراً دربار کا عالی شان قصر ابیض جو مہینوں سے بند پڑا تھا، کھولا گیا۔ چھ ہزار ترکی اور چھ ہزار حبشی غلام زرق برق مرصع وردیاں اور مکلل تاج پہنے ہوئے صف باندھ کے قصر ابیض کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

قصر دربار کے دروازے پر نوبت بجی۔ بیسیوں ترہیوں کی آواز بلند ہوئی اور ربوق و قرنا پھنکنے لگے اور سارے شہر میں اطلاع ہو گئی کہ سی و ہفتم آل عباس کا دربار ہونے والا ہے۔

تخت شاہی اور اہل دربار کی کرسیاں اور نشست گاہیں جھاڑ پونچھ کے صاف کی گئیں۔ دربار کے باہر ایک فرلانگ تک پھولدار مخمل کا فرش بچھا دیا گیا اور وہ تمام لوگ جو حاضر ہوئے تھے، لیجا کے حسب مرتبہ اپنی اپنی کرسیوں اور نشستوں پر بٹھا دیئے گئے۔ تخت کے دونوں جانب اور صحن دربار کے چاروں کونوں پر معززین سرداران فوج سیاہ علم لے کے کھڑے ہو گئے جو رنگ عباسیوں کا خاص مارکہ تصور کیا جاتا تھا۔

دربار کے مرتب ہوتے ہی نقبائے خلافت نے صدا بلند کی۔

"ہوشیار ہو جاؤ اور آداب بجا لاؤ۔"

سب لوگ تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور المستعصم باللہ پشت کی طرف سے تخت پر نمودار ہوا۔ ایک نقیب نے باآواز بلند کہا:

"سینتیسویں سریر آرائے خلافت فخر آل عباس و وارث حضرت رسالت امیر المومنین المستعصم باللہ اوام اللہ خلافت رونق افروز سریر خلافت ہیں۔"

چاروں طرف سے غل ہوا۔

"السلام علیک یا امیر المومنین۔"

Marfat.com

مستعصم: "وعلیکم السلام! آج تم لوگوں کی خاطر میں نے تمہاری درخواست قبول کرلی۔ مگر پھر کبھی ایسا نہ ہو۔ دربار میری خوشی کے موافق ہو سکتا ہے نہ تمہاری خواہش پر۔"

اس کا جواب دینے کے لیے قطیب شہر قاضی مجیرالدین سمعانی کھڑے ہو گئے، اور با ادب عرض کیا۔

"ہم سب لوگ امیرالمومنین کی اس عنایت و رحمت کے نہایت شکرگزار ہیں اور ہمیں ہرگز ایسی جرات نہ ہو سکتی ہے اور نہ ہو گی کہ امیرالمومنین کو ان کی مرضی کے خلاف کسی بات کی زحمت دیں۔"

مستعصم (بے پرواہی بے توجہی سے) "خیر تو کہو آج تم لوگ کس لیے حاضر ہوئے ہو؟"

قاضی: "امیرالمومنین کل کے قیامت خیز واقعے نے جو بازاری لوگوں کے تعصب کا نتیجہ تھا ہر جگہ شیعوں میں سخت اشتعال پیدا کر دیا ہے۔ کربلا، نجف، کاظمین اور سامرہ وغیرہ کے شیعہ آمادہ ہیں کہ یورش کر کے سارے بغداد کو لوٹ لیں۔"

مستعصم: "وہ میرا کیا کر سکتے ہیں۔ عساکر خلافت انہیں دم بھر میں پیس کے رکھ دیں گے۔"

قاضی: "لیکن امیرالمومنین وہ عساکر خلافت سے لڑنے کو نہیں آتے۔ وہ تو سنیوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔"

مستعصم: "تو بھی اندیشہ نہیں۔ بغداد کے سنیوں کی تعداد ہر حال میں ان سے زیادہ ہی رہے گی اس کی ابتدا تو شیعوں ہی کی طرف سے ہوئی تھی۔ نہ پرسوں وہ شارع ابن ابی عوف میں لوٹ مار اور قتل و غارت کرتے نہ کل سنی جا کے کرخ کو لوٹتے۔"

قاضی: "مگر کل کا معاملہ بہت زیادہ اور حد سے گزرا ہوا تھا اور اس کے نتیجہ میں اگر انتقام کا سلسلہ رعایا میں چھڑ گیا تو شہر بلکہ سارے عراق کا انتظام سنبھلنا مشکل ہو جائے گا۔ جرموں کی سزا دینا امیرالمومنین کا کام ہے نہ رعایا کا۔ اگر شیعہ کسی جرم کے مرتکب ہوں تو بھی سلطنت کو انہیں سزا دینی چاہیئے اور اگر سنی مجرم ثابت ہوں تو انہیں بھی امیرالمومنین کے حکم سے سزا ملنی چاہیئے۔ اگر رعایا یوں نہیں باہم ایک دوسرے سے بدلہ لیا کرے گی تو پھر سلطنت و خلافت کس لیے ہے؟"

مستعصم: "خیر تو تم کیا چاہتے ہو؟ اپنا مطلب کہو۔"

Marfat.com

قاضی: "امیر المومنین اس کا فوری بندوبست فرمائیں اور اس فساد کو روکیں۔ ورنہ بڑی خرابیاں پیدا ہوں گی اور بغداد سے امن وامان کی برکت اٹھ جائے گی ضرورت ہے کہ امیر المومنین سب سے پہلے اپنے وزیر موید الدین ابن علقمی کو بلوائیں۔ ان کی اور ان کے ذریعے سے شیعوں کی استمالت فرمائیں اور ساتھ ہی ان دونوں ہنگاموں کی تحقیقات شروع کر دیں۔ اس کی بھی جو شارع ابن ابی عوف میں ہوا اور اس کی بھی جو کرخ میں ہوا اور آج ہی شہر میں منادی کرا دی جائے کہ ان دونوں بلوؤں کی تحقیقات شروع ہو گئی ہے۔ دونوں فریق اپنے اپنے عذرات پیش کریں اور پتہ لگا کے بتائیں کہ کون کون لوگ ان ہنگاموں میں شریک تھے۔"

مستعصم: "پہلے تم آپس میں تو اتفاق کر لو۔ حنابلہ کا جھگڑا کسی طرح ختم ہونے کو نہیں آتا حنفی و شافعی لوگوں میں بھی صفائی نہیں ہے۔ بیکار الگ پریشان کر رہے ہیں۔"

قاضی: "ہم سب نے باہم عہد کر لیا ہے کہ ان سب جھگڑوں کو مٹا دیں گے اور سلطنت کے امن و امان کو اپنی ذاتی مخالفتوں سے پامال نہ کریں گے۔"

مستعصم: "اچھا میں تمہارے مشورے کو قبول کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ میرے محل سے جواہرات کا صندوق چوری ہو گیا ہے اس کا تم سب مل کے پتہ لگاؤ۔ میں ان جواہرات کے چوری ہو جانے سے بہت حیران ہوں کیونکہ ان کے تلف ہو جانے سے میرا تھوڑا نقصان نہیں ہوا ہے۔"

قاضی: "جہاں تک ہمارے امکان میں ہے ضرور پتہ لگائیں گے۔"

یہ جواب پانے کے بعد مستعصم نے اپنے خاص خواجہ سرا کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے مشورے کے مطابق اسی وقت ڈھنڈورا پٹوا دو۔ اسی وقت ابن علقمی کو بلواؤ۔ ان سے مل کے میں سنی شیعہ صاحب علم معززین و فقہا کی ایک جماعت مقرر کر دوں گا جو ان مقدمات کی تحقیقات کر کے فیصلہ تجویز کرے گی۔

اس کارروائی کے بعد المستعصم نے ان تمام بزرگوں کو رخصت کیا اور تنہا بیٹھ کے اس معاملہ میں غور کرنے لگا۔

"مجھے ان لوگوں کے جھگڑوں سے کیا تعلق ہے؟ مگر یہ لوگ مجھے کبھی اطمینان سے نہیں بیٹھنے

Marfat.com

دیتے۔ کیا میں اسی لیے ہوں کہ خواہ مخواہ کو ان کی فکریں اپنے سر لیا کروں؟ ہرگز نہیں۔ یہ لوگ جانیں اور ان کا کام جانے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ پرایا درد سر مول لیا کروں۔ مجھے ان لوگوں کے کہنے کا تو ذرا بھی خیال نہیں، مگر ہاں اب شیعوں کی تھوڑی سی بہت استمالت ضروری ہے اور یہی مصلحت اور سچا اصول فرماں فرمائی بھی ہے کہ جب جس گروہ کو کسی قسم کا نقصان پہنچے یا اس کی دل شکنی ہو اس سے ہمدردی کر دی جائے اور جب اس پر کوئی آفت نازل ہو یا اسے کسی بات کا ملال ہو اس کے ساتھ دل دہی کی دو چار باتیں کر دی جائیں لہذا اب اس وقت کی حکمت عملی یہی ہے کہ ابن علقمی کا دل جس طرح بنے ہاتھ میں لیا جائے۔ رات کے ہنگامے کے حالات سن کے تو میں سمجھا تھا کہ وہ مارا گیا اور مجھے اس سے نجات مل گئی مگر صبح کو معلوم ہوا کہ نہیں وہ زندہ باقی ہے۔"

خیالات کا سلسلہ یہیں تک پہنچا تھا کہ جوہر خواجہ سرا نے زمین بوس ہو کے عرض کیا:

"کوکب اقبال خلافت بلند۔ وزیر ابن علقمی حاضر ہیں۔"

مستعصم: "وہ آگیا۔ جوہر! تو نے خوب غور کیا کہ وہ کس حال میں ہے اور چہرہ کا رنگ کیا ہے؟"

جوہر: "امیر المومنین! نہایت ہی مضطر و پریشان، کثرت اشکباری سے آنکھیں سوج گئی ہیں۔ گریبان چاک اور سر خاک آلود۔"

مستعصم: "ایں! وہ اس وضع سے میرے دربار میں آیا ہے، ملوں یا نہ ملوں؟"

جوہر: "امیر المومنین ضرور ملیں اور جہاں تک بنے ہمدردی فرمائیں۔"

مستعصم: "اچھا بلاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد ابن علقمی برہنہ سر اور با چاک گریبان حاضر ہو کے زمین بوس ہوا۔

مستعصم: "ایں! وزیر ابن علقمی! یہ کیا حال ہے؟"

پھر تخت سے اتر کے اسے اٹھایا اور گلے سے لگالیا۔

"کیوں آخر کیا ہوا؟"

ابن علقمی: "امیر المومنین! جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ میرے عزیز، قریب، دوست احباب سب مارے جا چکے۔ اپنے بیٹوں کو خاک و خون میں تڑپتے، اپنی عورتوں کو لونڈیوں کی طرح باندھ کے لے جاتے ان بدقسمت آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ افسوس میں کیوں زندہ ہوں؟ یا ابن عم

رسول اللہ! حکم دیجئے کہ میں بھی قتل کر کے اسی جگہ پہنچا دیا جاؤں جہاں میرے اعزہ و اقارب گئے ہیں۔ آہ!"

یہ کہتے ہی ڈاڑھیں مار مار کے رونے لگا۔

مستعصم: "افسوس، کل میں یہ نہیں سمجھا تھا کہ اتنا بڑا ہنگامہ ہونے والا ہے اور یہ ظالم اور وحشی جاہل اس درجہ تک ظلم کرنے والے ہیں ۔ اس کا ذرا بھی وہم و گمان ہوتا تو میں خود تمہاری مدد کو آتا اور دروازہ پر بلکہ تمہارے محلہ میں تلوار کھینچ کے کھڑا ہو جاتا۔ افسوس کتنے بڑے غضب کی بات ہے کہ میرے وزیر اعظم پر اتنا بڑا ظلم ہو جائے اور میں خاموش بیٹھا رہوں، ہاں اور وہ کون بے شرم و بے حیا تھے جو تمہاری یا تمہارے عزیزوں کی عورتوں کو گرفتار کر لیگئے۔ جوہر، جوہر!"

آواز سنتے ہی جوہر سامنے آ کے دست بستہ کھڑا ہو گیا اور مستعصم نے کہا:

"اسی وقت رکن الدین دوادار کے پاس جا کے تاکیدی حکم دو کہ جو ابن علقمی کے گھرانے کی عورتوں کو لے گیا ہو اس کا پتہ لگاؤ۔ اپنے جد مکرم عباس محترم کی حرمت کی قسم! میں اس معاملے میں ذرا بھی درگزر نہ کروں گا۔ جن جن لوگوں کا اس جرم سے ذرا بھی تعلق ہو گا ان سب کو سولی دی جائے گی اور یہ بھی حکم دو کہ ابن علقمی اور کرخ کے شیعوں کا جو کچھ اسباب لوٹا گیا ہے سب دو روز کے اندر واپس کیا جائے اور جتنی عورتیں وہاں سے گرفتار کر کے لائی گئی ہوں سب عزت و حرمت کے ساتھ اپنے گھروں میں پہنچا دی جائیں۔ سب کو سخت سزائیں دی جائیں اور ہاں اس کے ساتھ میرا وہ جواہرات کا صندوق بھی تلاش کر کے میرے محل میں پہنچایا جائے۔"

یہ کہہ کے اس نے اپنے ہاتھ سے ابن علقمی کے آنسو پونچھے اور کہا:

"بس اب غم نہ کرو۔ یہ تقدیری معاملات ہیں جن پر انسان کا کچھ زور نہیں چل سکتا۔"

ابن علقمی: "کاش امیر المومنین کل میری التجا کا خیال فرماتے اور اب جب ہزاروں اعزا و اقارب قتل ہو چکے، سینکڑوں صاحب عصمت پاکدامنوں کی آبرو پر پانی پھر چکا تو اس لطف و کرم سے کیا فائدہ؟"

Marfat.com

مستعصم: "مجھے اس کا افسوس ہے اور نہایت ہی افسوس!"

ابن علقمی: "نہیں اب افسوس نہ کیجئے۔ اب امیر المومنین نے رعایا کے معاملات سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے تو پھر اب ان امور میں دخل نہ دیں۔ قرب و جوار کے شیعہ یورش کر کے آ رہے ہیں میں نے روکا مگر نہیں مانتے۔ اس لیے اب ان کو بھی اپنا حوصلہ نکال لینے دیجئے۔ اس میں شک نہیں کہ بغداد کی سنی رعایا اور ایک لاکھ ترک فوج کا مقابلہ وہ نہیں کر سکتے مگر انہیں ان کی آرزو کے موافق لٹنے اور کٹ مرنے دیجئے۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

مستعصم: "نہیں ہرگز نہیں۔ میں حرمت خانہ کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اب شیعوں کے خون کے ایک قطرے کے گرنے کا بھی میں روادار نہ ہوں گا۔ جاؤ ان کو روکو اور اپنے انتقام کا بندوبست کرو اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آخر تک تمہارا ساتھ دوں گا۔"

ابن علقمی: "امیر المومنین! اب وہ لوگ میرے روکے نہ رکیں گے۔ اس خدمت پر حضور رکن الدین دوادار ہی کو مامور فرمائیں۔"

مستعصم: "ہرگز نہیں۔ مجھے جو اعتبار تمہارا ہے کسی کا نہیں۔ تم پر میں ہمیشہ سے بھروسہ کیا کرتا ہوں۔ اور تم جانتے ہو کہ بغداد میں میرے معتمد علیہ تم ہو۔"

ابن علقمی: "تو امیر المومنین میرے مشورے پر عمل فرمائیں گے؟"

مستعصم: قطعاً اور فوراً۔

ابن علقمی: "تو میں اپنی رائے عرض کیے دیتا ہوں، کرنے یا نہ کرنے کا امیر المومنین کو اختیار ہے۔"

مستعصم: "نہیں میں تمہاری رائے پر ضرور عمل کروں گا۔"

ابن علقمی: "امیر المومنین! یہ سارا فساد ان ترکی وحشیوں کا ہے جو فوج کے نام سے بغداد میں رکھے گئے ہیں۔ ایک لاکھ فوج ملازم ہے جو صرف بغداد میں پڑی رہتی ہے۔ یہ لوگ بغیر اس کے کہ ان کے ذمہ کوئی کام ہو، مفت تنخواہیں پاتے اور روز جھگڑے پیدا کیا کرتے ہیں۔ اکیلا شہر بغداد ہی نہیں، سارا عراق اتنی فوج کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے فدوی کا خیال تو یہ ہے کہ ساری خرابیاں انہیں لوگوں سے ہوتی ہیں اور جب تک یہ لوگ رہیں گے نہ کبھی بغداد کی رعایا چین سے بیٹھ سکے گی اور نہ خود امیر المومنین کو آرام سے بیٹھنا نصیب ہوگا۔"

Marfat.com

مستعصم: "خزانہ پر بھی ان لوگوں کا بڑا بھاری بار پڑ رہا ہے۔ بھلا تم نے اندازہ بھی کیا کہ اگر یہ لوگ موقوف کر دیے جائیں تو خزانہ میں کس قدر بچت رہے گی؟"

ابن علقمی: "ایک لاکھ فوج کی تخفیف سے کم از کم پندرہ لاکھ درہم ماہوار یعنی ایک کروڑ اسی لاکھ درہم سالانہ کی تخفیف ہوگی۔"

مستعصم: "اُفوہ! یہ لوگ بیت المال کا اس قدر روپیہ مفت میں کھائے جاتے ہیں اور پھر نہ کوئی کام ہے نہ ضرورت۔ واقعی یہ لوگ بیکار ہیں۔"

ابن علقمی: "بالکل بیکار، اور امیر المومنین پر روشن ہے کہ فتنہ و فساد کی جڑ بیکاری ہے۔ جس شہر میں اتنے آدمی بیکار ہوں وہاں ایک دن بھی امن و امان قائم رہے تو تعجب کرنا چاہیئے۔"

مستعصم: "اور ہمارے سامنے کوئی مہم بھی درپیش نہیں ہے۔ نہ ہمیں کسی ملک پر چڑھائی کرنا ہے اور نہ ہم پر کوئی حملہ کرنے والا ہے۔"

ابن علقمی: "امیر المومنین ظل اللہ اور سارے اسلام کے مقتدا و سرتاج ہیں۔ ساری دنیا کے تاجدار اس در دولت و آستان خلافت کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اس درگاہ سے سرتابی کرنا دوزخ میں جانا ہے، پھر بھلا کس کی مجال ہے کہ امیر المومنین کی قلمرو کی طرف نگاہ بھر کے دیکھ بھی سکے۔ ایسی نافرمانی کا خیال بھی کسی کے دل میں گزرے تو خود اس کی رعایا اور اس کی فوج ثواب سمجھ کے اس کا کام تمام کر دے۔ امیر المومنین کی حقیقی اور سچی فوج تو امیر المومنین کی دینی و روحانی قوت ہے۔ ملائکہ اس دروازہ کے پاسبان ہیں اور اتقیا و اصفیا اس آستانے کے نگہبان۔ پھر بھلا کیا اور کس کا اندیشہ ہو سکتا ہے؟"

مستعصم: "حقیقت میں یہ لوگ بالکل فضول ہیں اور کسی کام کے نہیں۔ ان سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ وہ میرا جواہرات کا صندوق تلاش کر کے ڈھونڈھ نکالتے، جس کے لیے میں نہایت پریشان ہو رہا ہوں اور جس کا غم ہر گھڑی میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہتا ہے۔"

ابن علقمی: "غلام نے عرض کیا نا کہ یہ لوگ سوا فساد کرنے کے اور کسی کام کے نہیں ہیں۔"

مستعصم: "مجھے تمہاری رائے سے پورا پورا اتفاق ہے۔ لیکن ہاں اتنا خیال کر لو کہ سلطنت کا رعب فوج ہی سے قائم رہتا ہے۔"

Marfat.com

ابن علقمی: "اول تو امیر المومنین کا رعب داب فوج سے نہیں بلکہ روحانی مرجعیت سے ہے اور اگر خدانخواستہ کبھی ضرورت پیش آئے گی تو فوراً ایک لاکھ لشکر نوکر رکھ لیا جا سکتا ہے۔ بغداد میں پچیس لاکھ آدمیوں سے کم نہ ہوں گے، تو ضرورت کے وقت کیا ایک لاکھ آدمی بھی نہ مل سکیں گے۔"

مستعصم: "لیکن ہاں تاتاریوں کا اندیشہ ہے۔ وہ لوگ مسلمان نہیں کہ میری عزت کریں۔ چند سال ہوئے کہ بغداد پر چڑھ ہی آئے تھے مگر ہمارے جرار ترکی لشکر نے ان کو ایسی شکست دی کہ پھر ادھر کا رخ کرنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی۔"

ابن علقمی: "وہ لوگ وحشی لٹیرے ہیں۔ وہ بھلا بغداد پر کیا حملہ کریں گے اور اگر ان کا حوصلہ ہوا بھی تو جیسا میں نے عرض کیا ہم دم بھر میں ایک لاکھ لشکر بھرتی کر لیں گے اور میرے نزدیک تو اس کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ سارے مسلمان تاجدار امیر المومنین کے غلام ہیں، فوراً اپنے دین کی حمایت کو اٹھ کھڑے ہوں گے اور سارے عالم میں تہلکہ پڑ جائے گا۔ ایسی حالت میں کس کی جرأت ہو سکتی ہے کہ بغداد کی طرف قدم بھی اٹھا سکے۔"

مستعصم: "بے شک تمہاری رائے صائب ہے اور میں حکم دیتا ہوں کہ ان ایک لاکھ ترک سپاہیوں میں سے صرف دس ہزار رکھ لیے جائیں، باقی سب برطرف۔"

ابن علقمی: "ان سب باتوں کا انتظام ہو جائے گا مگر امیر المومنین تحریری فرمان نافذ فرما دیں تاکہ فوراً عمل درآمد شروع ہو جائے۔"

مستعصم: "تم خود لکھو، میں اپنے مہر و دستخط سے مزین کر دوں گا۔"

اس فرمان پر خلیفہ کے دستخط ہو جانے کے بعد ابن علقمی کو ایک گونہ اطمینان سا ہو گیا اور خوشی کے لہجے میں بولا۔

"امیر المومنین! اب حضور ملاحظہ فرمائیں گے کہ بیت المال کس قدر جلد مالا مال ہو جاتا ہے اور بغداد میں کس خوبی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے شر و فساد کا استیصال ہو جائے گا۔"

مستعصم: "اب میں حریم خلافت میں جاتا ہوں۔ تم ان احکام کو جاتے ہی نافذ کر دو لیکن اس کے ساتھ میرے اس جواہرات کے صندوق کو نہ بھولنا۔"

Marfat.com

ابن علقمی: "مجھے امیرالمومنین کا کوئی حکم بھلا بھول سکتا ہے۔ جستجو کی کاروائی برابر جاری ہے"۔
اس جواب پر مطمئن ہو کے مستعصم محل میں گیا اور ابن علقمی نے ایوان خلافت سے باہر نکل کے کہا:
"خداوندا شکر! میری بیکسی کی دعا کس قدر جلد قبول ہو گئی"۔
اور اپنے گھر کی راہ لی۔

Marfat.com

۹

نہ شاہد ماند نے آں شاہد آزار

○

لیلائے شب کی پیشانی پر تاروں کی افشاں چُن دی گئی اور عقد ثریا کا جھومر اس کے سر پر ہے۔ یونہیں زمین پر بھی سانولی معشوقہ شب کا سنگھار ہوتا ہے مرصع زیور پہنایا جا رہا ہے اور بغداد کے بازاروں میں جدھر دیکھئے ہزار ہا چراغ روشن ہیں جو لیلئہ شب کے سیاہ لباس پر روشن موتیوں اور لعل شب چراغ کی طرح جگمگا رہے ہیں اور رنگیلے شوخ طبع اہل بغداد دن کی تھکن مٹانے کے لیے کچھ ایسی زندہ دلی اور فارغ البالی کے ساتھ گھروں سے نکلے ہیں کہ گویا دن کوئی ظالم رقیب تھا۔ جس کے نظر سے ہٹتے ہی اس وقت لیلائے شب کے وصال کا لطف اٹھانے کو آ پہنچے ہیں اور خوش خوش پھر رہے ہیں۔ ابھی دو گھڑی سے زیادہ رات نہ آئی ہوگی، اس لیے بازاروں کی چہل پہل خوب رونق پر ہے۔

اسی حالت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری نازک بدن ناز آفرین زبیدہ محلۂ مامونیہ کی اس تاریک گلی سے نکلی جس میں اس کا مکان تھا مگر مامونیہ کی سڑک پر آنے سے پہلے ہی قدم روک کے ایک ادائے دلربایانہ سے اس نے چادر سنبھال کے اوڑھ لی کیونکہ اب وہ ایسی سڑک پر قدم رکھنے کو ہے جس میں ہزار ہا خلقت کا ہجوم ہے۔ سارا اپنڈا اچھپا لینے کے بعد چہرے پر نقاب بھی ڈال لی کہ نازک پھول سا چہرہ نامحرموں کی تیز نگاہوں کی گرمی شوق سے محفوظ رہے۔

Marfat.com

اس کے بعد پلٹ کے اپنی ایک ساتھ والی سے کہا:

"سوسن! دیکھو بھیڑ بہت ہے، میرے ساتھ ہی رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ مردوں کے غول میں پڑ کے چھوٹ جاؤ۔"

مگر قبل اس کے کہ سوسن کچھ جواب دے آواز آئی۔

"اخاہ! تم ہو زبیدہ؟"

پلٹ کے دیکھا تو اس کا آئندہ شوہر نوجوان یوسف بن احمد کھڑا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی دم بخود رہ گئی۔ فوراً دل نے تقاضا کیا کہ اب اس سے اسی وقت تصفیہ ہونا چاہیئے مگر خیال آیا کہ اگر میں نے ذرا بھی ذکر چھیڑا تو جنۃ العنقود کا پتہ دینا پڑے گا اور اس کی ممانعت ہے صرف اتنا کہا:

"ہاں میں ہوں۔"

اور آگے جانے کے لیے قدم بڑھایا، مگر یوسف نے راستہ روک کے کہا:

"زبیدہ! مجھے تم سے بہت کچھ پوچھنا ہے۔"

زبیدہ: مگر افسوس، میں تمہارے پوچھنے کے قابل ہی نہیں۔"

یوسف: "تم نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کرخ کی تباہی و خونریزی میں مجھ پر کیسے کیسے ستم ہو گئے۔ آہ! میرے کئی عزیز جان سے مارے گئے، میرے سگے چچا کا گھر لٹ گیا اور وہ بے چارے شہید ہو گئے۔ کیا میں اس قابل بھی نہ تھا کہ تم مجھے ان عزیزوں کا پُرسا ہی دیتیں؟ لیکن ہاں تمہیں اپنی رات کی سیر اور دلچسپیوں سے اتنی فرصت کیوں ملنے لگی تھی کہ میری بات پوچھو۔"

یہ کلمات سن کے زبیدہ نے عجیب حسرت و حیرت سے یوسف کی صورت دیکھی اور کہا:

"یوسف دل نہ دکھاؤ۔ کیا میری محبت سے دست بردار ہو جانے کے ساتھ تم اس کے بھی درپے ہو کہ مجھے بدنام کرو؟ اپنے عزیزوں کے گھر جاتے ہوئے جو دو تین بار تمہیں راستہ میں مل گئی تو تم نے سمجھ لیا کہ میں راتوں کو سیر کیا کرتی ہوں؟"

یوسف: "کاش میں تمہیں راستے ہی میں دیکھتا۔ مگر میں نے تو ایک آسمانی حور کی شان اور آن بان سے جنت کے اندر دیکھا اور کسی غیر کے آغوش میں۔ آہ! اس پیشانی، ان رخساروں اور ان

Marfat.com

نازک لبوں کو غیر کے ہونٹوں سے ناپاک ہوتے دیکھا۔"

یہ الفاظ سنتے ہی زبیدہ مارے شرم کے زمین میں گڑ گئی۔ نظریں ندامت سے نیچی ہوئیں تو اٹھ ہی نہ سکتی تھیں۔ دل میں کہہ رہی تھی کہ:

"یہ تو جنت العنقود کی باتیں کر رہا ہے۔ وہاں اس کا گزر کیونکر ہوا۔ یہ اس وقت اسی محلہ کی ایک گلی میں اس عورت سے ہم آغوش تھا اور میں نے جو وہاں دیکھ لیا تو وہ فقط عنقودہ کے جادو کا اثر تھا۔"

جب دیر تک زبیدہ کی نظر نیچی رہی اور اس کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا تو یوسف نے کہا:

"جواب دو۔ میں اس وقت بے جواب لیے نہ جاؤں گا۔ یہ تو ضرور ہے کہ تم نے عہد وفا کو توڑ دیا اور اب تم میرے کام کی نہیں رہیں اور کام کی ہوتیں بھی تو کیا فائدہ تھا؟ اس لیے کہ اب میری زندگی دو چار دن سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر تمہارے ہم مذہب سنیوں کے ہاتھ سے بچا بھی تو اپنی آبرو اور عزت کی تلاش میں جان دے دوں گا جسے تم خدا جانے کہاں ڈبو آ بیٹھیں۔ زبیدہ! میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ خون کھول رہا ہے اور اس لگی کو تلوار کے پانی کے سوا کوئی چیز نہیں بجھا سکتی۔ مجھے میرے اس رقیب کا نام بتاؤ جس کے آغوش میں تمہیں دیکھا ہے۔ جلدی بتاؤ (طیش سے تلوار کھینچ کے) اس تلوار سے اس کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دوں اور جو یہ نہ ہے تو اپنی آبرو کی جستجو اور اپنا انتقام لینے میں خود اپنی جان دوں۔"

یہ کلمات سن کے زبیدہ کے دل میں اور زیادہ گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ لینے کے دینے پڑ گئے جوش رقابت بھول گیا اور اس کی جگہ خوف و ندامت، مایوسی اور بے بسی کے جذبات نمودار ہوئے جنہوں نے اس کے دل کو اور پست کر دیا۔ مگر چند ہی منٹ کے اندر پاکدامنی و عفت کے فرشتے نے اس کے دل میں ایک معجزنما قوت پیدا کی اور بولی:

"یوسف آدمی بنو اور ہوش کی باتیں کرو۔ تمہارے سامنے کوئی عزت باختہ اور بے آبرو عورت نہیں کھڑی ہے۔ وہ پاکدامن ہے اور اس کے دامن عفت کو گناہ کی نجاست کبھی چھو بھی نہیں گئی۔"

Marfat.com

یوسف (حیرت سے) تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں خود اپنی آنکھوں کی تکذیب کروں، مگر یہ نہیں ہو سکتا، جس چیز کو آنکھوں سے دیکھ چکا اس میں کیونکر شبہ ہو سکتا ہے؟"

زبیدہ: "ہاں، ہاں۔ تمہاری آنکھوں نے غلطی کی۔ اور تم نے جسے مجھ سے لپٹتے اور پیار کرتے دیکھا وہ مرحوم بادشاہ اجنہ کی بیوہ عنقودہ جنیہ ہیں جن کو مجھ سے بہناپا ہو گیا ہے۔"

یوسف: "نہیں۔ میرا رقیب عورت نہیں، ایک کشیدہ قامت خوش رو اور نوجوان مرد ہے جس کی جان لینے کے لیے میں نے (تلوار دکھا کے) یہ تلوار کھینچی ہے۔ بہادروں کا ہاتھ کمزور اور مکار عورت پر نہیں اٹھا کرتا۔ ورنہ اس سے پہلے یہ سیف بُرّاں خود تم ہی سے انتقام لیتی۔"

زبیدہ: "میں اب بھی کہتی ہوں کہ وہ میری بہن عنقودہ ہی تھیں، جنہوں نے کسی خاص ضرورت سے مردانہ بھیس کر لیا تھا۔"

یوسف: "زبیدہ! تو تو میرے خیال میں بہت ہی بھولی بھالی سچی اور پاک دل لڑکی تھی۔ تو یکبارگی اس قدر مکار کیسے ہو گئی۔ ایک بانکے ترچھے مرد کو تیرے پہلو میں تجھ سے اختلاط کرتے اور تجھ سے بوسہ بازی کرتے دیکھا اور تو بے شرمی سے کہتی ہے کہ وہ مرد نہیں عورت تھی۔ دنیا میں کبھی کسی اور عورت نے بھی دوسری عورت کو ایسی بے باکی اور ایسی شہوت پرستی کے جوش سے پیار کیا تھا؟ یہ سب جھوٹ ہے۔ میں ہرگز نہ مانوں گا اور دل آزار اور آرزوؤں کا خون کرنے والی حسینہ مجھے اس مرد کا نام اور پتہ اسی وقت بتا دو ورنہ اسکے عوض اسی تلوار سے تیرا کام تمام کر کے میں اپنے خون شدہ دل کو تسکین دوں گا۔ دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے اور میں کہہ چکا کہ وہ اسی تلوار سے بجھے گی۔ چاہے کسی طرح ہو۔"

اب زبیدہ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ حواس بجا نہ تھے اور اس کی بھیانک طور پر کھلی اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ موت کے دیو کو اپنے سامنے منہ پھیلاتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ مگر معصومی کے جوش نے پھر ابھر کے دل مضبوط کیا اور بولی:

"اچھا یوسف مجھے مار ڈالو۔ اس محروم القسمتی کی زندگی سے جتنی جلد چھٹکارا ملے، اچھا ہے مگر میری جان لینے سے پہلے میرے ایک سوال کا بھی جواب دو۔ میں نہیں چاہتی کہ میرا خون

Marfat.com

تمہارے سر رہے۔ مرتے وقت بھی میرے دل میں تمہاری اتنی محبت ہے کہ نہیں چاہتی کہ تم خدا کے سامنے میرے خون کے جواب دہ بنو۔"

یوسف": جو کچھ پوچھنا ہے جلدی پوچھو۔"

زبیدہ": خیر میں تو تمہاری نظر میں گناہ گار ہوں، مگر تمہیں جو میں نے ایک حسین عورت کو اپنی گود میں لیے اور اس سے اختلاط کرتے دیکھا یہ کیا تھا؟ تم بھی کچھ گناہ گار ہوئے یا نہیں؟ یا تم سے بھی بدعہدی ہوئی یا نہیں؟ آہ! تم کو میں نے اپنی ان آنکھوں سے ایسی شرمناک حالت میں دیکھا ہے جس کو عورت کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی، جسے عورت کی زبان ادا نہیں کر سکتی تم نے کلیجے میں ناسور ڈال دیے ہیں اور جب وہ حالت یاد آجاتی ہے تو تمہاری بے حیائیوں کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ میں نے دل میں عہد کر لیا تھا کہ اب تم سے زندگی بھر نہ بولونگی مگر خود تم نے چھیڑا اور تمہیں نے مجبور کر کے وہ راز میری زبان سے فاش کرایا جسے زبان سے نکالتے وقت میں زمین میں گڑی جاتی ہوں۔"

اب یوسف خاموش و سر بہ گریباں تھا اور زبیدہ کی طرف سے تقاضا تھا کہ :

"جواب دو! میں بے پوچھے نہ رہوں گی۔"

یوسف (ندامت سے) "اچھا تم نے مجھے کہاں دیکھا؟"

زبیدہ (جوش سے) "میں نے کہیں دیکھا۔ یہ کہو کہ جھوٹ دیکھا کہ سچ۔ کیا تم میرے سامنے مکر سکو گے؟"

یوسف: "ہرگز نہیں۔"

زبیدہ": تو پھر بتاؤ یوسف! میں نے تمہارے رقیب کا نام سچ سچ بتا دیا اور اگر تم کو اصرار ہوگا تو اس کے پاس لیجا کے کھڑا بھی کر دونگی۔ مگر تم بھی میری اس بیرن اور سچی محبت کو جرانیوالی کا نام اور پتہ بتا دو۔ تمہارے ہاتھ میں تلوار تو ہئی ہے، ایک تلوار مجھے بھی دو اور ہم دونوں ایک ساتھ چل کے اپنے اپنے رقیب سے بدلہ لیں۔

یوسف (دیر تک سر جھکائے رہنے کے بعد) "مگر افسوس میں اس عورت کا نہ نام جانتا ہوں نہ پتہ۔"

زبیدہ (خندۂ غیظ کے ساتھ) "ہاں خوب۔ ملتے جلتے ہیں۔ عشق و محبت ہے۔ صحبت رہتی ہے۔

Marfat.com

گھنٹوں اختلاط رہتا ہے۔ یہ سب ہے مگر نام و نشان نہیں معلوم۔ تم نے کہا اور میں نے مانا دیکھو اسی سے میری اور تمہاری محبت کا حال کھل گیا۔ اس میں اگرچہ جان کا خطرہ ہے، مگر تمہیں اس شخص کے پاس لیجانے اور اس کا سامنا کرانے کو موجود ہوں جس کے ساتھ تم نے مجھے دیکھ لیا ہے لیکن تمہیں نہیں گوارا کہ اپنی اس محبوبہ کا نام بتاؤ یا پتہ ہی بتا دو۔ اس کا بال بیکا نہ ہونے پائے اور ہاں یوسف تم میرے دل کو جی بھر کے جلا چکے۔ اب تلوار کے ایک وار سے کام بھی تمام کر دو تاکہ جھگڑا ختم ہو اور تمہارے نئے عشق کے راستے میں جو کانٹا ہے ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے۔"

یوسف: "کیا کہوں کچھ کہتے نہیں بنتا اور کہوں گا تو تمہیں یقین نہ آئے گا۔ اچھا سنو۔"

اسی قدر کہنے پایا تھا کہ ناگہاں ایک بھیانک قطع کے تین شخص آ گئے پیچھے آئے۔ ایک نے ہاتھ بڑھا کے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ دوسرے نے لپک کے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور تیسرے نے مشکیں کس لیں اور پھر تینوں اسے اٹھا کے لے بھاگے۔

بازار میں ہزاروں آدمی پھیلے ہوئے تھے مگر یہ کام اتنی پھرتی سے ہوا کہ کسی کی نظر بھی نہ پڑی اور وہ تینوں شخص اسے باندھ کے اور گود میں اٹھا کے خدا جانے کدھر غائب ہو گئے۔ ادھر زبیدہ اور اس کی ساتھ والی نے یہ خوفناک تماشہ دیکھا تو دونوں نے ایک ایک چیخ ماری اور غش کھا کے گر پڑیں۔

Marfat.com

۱۰
بے گُناہ مجرم

○

اس بے ہوشی کے بعد زبیدہ کی آنکھ کھلی تو دیکھا وہی رات ہے، وہی تارے کھلے ہوئے ہیں مگر بجائے محلہ ماموںیہ کی گلی کے جنت العنقوذ اور وہاں کے فرحت بخش چمنوں میں لیٹی ہے فوارے چھوٹ رہے ہیں اور مہربان بہن عنقودہ پہلے کی طرح آج بھی پاس بیٹھی لخلخہ سنگھا رہی ہے۔ ہوش میں آتے ہی اُٹھ بیٹھی اور کہا:

"بہن! میں تمہارا ادب اور لحاظ کرتی ہوں۔ اس لیے جب کبھی تمہیں اپنی خدمت کرتے دیکھتی ہوں، شرم آتی ہے۔ میرا کام تمہاری خدمت کرنی نہ کہ اُلٹے تم سے خدمت لوں۔"

عنقودہ: "ہم دونوں بہنیں ہیں اور دونوں کی زندگی ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ ضرورت کے وقت تمہاری خدمت میں کروں گی، یونہیں ضرورت پڑے تو میری خدمت تم کر لینا۔ مگر اب اس ذکر کو جانے دو۔ زبیدہ! مجھے تمہاری حالت پر بڑا افسوس آتا ہے اور محبت ایسی ہوگئی ہے کہ تمہارے ایک سوئی بھی چبھے تو میرا دل دُکھ جاتا ہے۔ اس وقت اچانک معلوم ہوا کہ تم ماموںیہ کی گلی میں بے ہوش پڑی ہو۔ نہ رہا گیا تو اٹھوا منگوایا میں تو سمجھی تھی کہ اس روز کی حالت دیکھ کے تمہارے دل سے یوسف کی محبت نکل گئی ہوگی۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ نہیں۔ ابھی اس کا نقش تمہارے دل سے نہیں مٹا

ہے۔ اگر اُس وقت اس نے تمہیں مار ڈالا ہوتا تو میں کیا کرتی؟"

زبیدہ: اچھا ہوتا کہ اس گھڑی میری زندگی کا جھگڑا ختم ہی ہو جاتا۔ میں نے اُس روز تم سے کہا ہی تھا کہ میں اب اپنے آپ کو کنواری بیوہ سمجھوں گی۔ اب پھر کہتی ہوں کہ میری باقی زندگی بیوگی ہی میں گزرے گی اور بیوہ بھی یہاں کی نہیں، ہندوسندھ کی بیوہ، جو اگر شوہر کی لاش کے ساتھ جل کے نہ مری تو زندگی بھر کے لیے دنیا کی ساری لذتیں اپنے اوپر حرام کر لیتی ہیں۔"

عنقودہ: ایسی مایوس کن باتیں تمہاری پیاری صورت اور تمہارے سن و سال پر نہیں زیب دیتیں۔ میں تمہارے اس یوسف سے بہت جلی ہوئی ہوں پہلے ہی مجھے نہیں گوارا تھا کہ ایک شیعہ کے ساتھ تمہاری شادی ہو مگر آج اس نے تمہارے ساتھ جو برا سلوک کیا ہے اُسے میں ہرگز نہ برداشت کر سکوں گی۔ تم جانتی ہو کہ کسی کا قتل کر ڈالنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ قصر سیدوک وہ مقام ہے جہاں سینکڑوں مجرم مار کے دجلہ میں بہا دیئے گئے ہیں۔ بہت آسانی سے ممکن ہے کہ یوسف بھی یہاں لا کے قتل کر ڈالا جائے اور قیامت تک پتہ نہ لگے کہ کیا ہوا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اب دو چار روز کے اندر جو مجرم قصر سیدوک میں مارا جائے گا وہ یوسف ہی ہوگا۔"

زبیدہ (کانپ کے اور خوشامد کے لہجے میں) "نہیں بہن ایسا غضب نہ کرنا۔ وہ میرے ساتھ جو چاہیں کریں مگر میں انہیں کی ہوں۔ یہ نہیں پسند کرتی کہ ان کو کسی قسم کا آزار پہنچے۔"

عنقودہ: زبیدہ! میں تمہیں پھر سمجھاتی ہوں اور تمہاری ہی بھلائی کے لیے کہتی ہوں کہ اس کی طرف سے اپنا دل ہٹا لو۔ وہ تمہارے قابل نہیں ہے۔"

زبیدہ: "ہائے بہن، دل ہی بس میں ہوتا تو پھر کیا تھا۔ افسوس اس پر کسی کا زور نہیں چل سکتا۔"

عنقودہ (استقلال کے لہجے میں) "پھر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ یوسف کے ساتھ تمہاری شادی ہو اور اب صاف صاف سن لو۔ یوسف اب تک کب کا قتل ہو چکا ہوتا، ام عنقود اور سب بزرگوں کی یہ قطعی رائے قرار پا چکی تھی مگر صرف اتنے خیال سے کہ تمہارے نازک دل کو رنج پہنچے گا میں نے ان کو روکا۔"

Marfat.com

زبیدہ: "میری اچھی بہن! جہاں مجھ پر اتنے احسان کیے ہیں۔ وہاں اتنا بھی کردو کہ ان سب لوگوں کو یوسف کا طرفدار بنا دو۔"

عنقودہ: "اسی لیے کہ تم اسے لاکے میرے سر پر کھڑا کردو، جیسا کہ آج تم اس سے کہہ رہی تھیں۔"

زبیدہ (ندامت سے) "اتنی غلطی مجھ سے ضرور ہوئی اور امید ہے کہ تم معاف کردو گی لیکن بہن جب میری عصمت پر حرف آگیا اور وہ تلوار کھینچ کے میری جان ہی کے درپے ہوگیا تو کیا کرتی۔ میں نے ہزار کہا، وہ مانتا ہی نہ تھا کہ تم عورت ہو اور تم سے ملنے یا تمہاری محبت کرنے سے میری عصمت میں فرق نہیں پڑ سکتا۔"

عنقودہ: "ہاں اسے یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں تم سے محبت کروں اور یہ قیامت تک نہ ہوگا۔ میری محبت روز بروز بڑھتی ہی جائے گی اور یونہیں نہیں جی کھول کے اور جی بھر کے پیار کروں گی اور ہاں زبیدہ! میں نے اپنی محبت کی یادگار کے طریقے سے تمہارے لیے کچھ زیور اور جواہرات منگوائے ہیں۔"

زبیدہ: "بہن، اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

عنقودہ: "واہ بہن! میں تو دوں گی۔ لو ان جواہرات کو دیکھ بھی لو۔"

یہ کہہ کے اس نے آہستہ سے تالی بجائی۔ فوراً تین صاحب جمال کنیزیں ایک پرتکلف نقری صندوق کو لیے حاضر ہوئیں جسے لا کے عنقودہ کے سامنے رکھ دیا اور پیچھے ہٹ کے ادب سے دست بستہ کھڑی ہوگئیں۔

عنقودہ نے صندوق کھولا تو اس کے اندر دس طرح کے مرصع طلائی زیور کے اعلیٰ درجے کے جوڑے تھے، جن میں دنیا کا کوئی زیور نہ تھا جو موجود نہ ہو۔ بعض میں ایسے اعلیٰ درجے کے جواہرات جڑے ہوئے تھے کہ دیکھ کے زبیدہ کی عقل چکر میں آگئی اور بولی:

"بہن! ان زیوروں کے قابل میں نہیں۔ یہ شہزادیوں کے لیے ہیں اور تخت شاہی ہی پر زیب دیں گے۔"

عنقودہ: "مگر یہ خاص تمہارے لیے منگوائے گئے ہیں اور تمہارے سوا کسی پر زیب نہیں

Marfat.com

دے سکتے۔"

زبیدہ "مگر میں ان کو پہن کر زندہ نہیں رہ سکتی. جو چیز اپنی حیثیت سے صدہا، ہزارہا درجہ بڑھی ہوئی ہو اسے دیکھ کے دنیا یہی کہے گی کہ کہیں سے چرا لائی ہوں۔ کبھی میں ان کو نہیں پہن سکتی۔"

عنقودہ "مگر میں تو پہناؤں گی۔"

یہ کہہ کے اس نے ایک جوڑ نکالا۔ ایک ایک زیور اپنے ہاتھ سے اٹھا اٹھا کے اسے پہنایا اور خوب بنا چنا کے اور اس کا خوب سنگھار کر کے اسے دیکھا. تب اس جوڑ کو اتار کے دوسرا جوڑ پہنایا۔ اسی طرح باری باری ہر جوڑ کو پہنایا، جس میں سے کوئی الماس کا تھا کوئی یاقوت کا، کوئی نیلم کا تھا کوئی پکھراج کا، کوئی موتیوں کا تھا کوئی زمرد کا. ہر جوڑ پہنانے کے بعد عنقودہ ذوق و شوق اور جوش محبت سے زبیدہ کی صورت دیکھتی۔ اس کے ایک ایک بناؤ اور ہر ہر ادا پر غور کرتی۔ جی بھر کے اور دل کھول کے اسے لپٹا لپٹا کے پیار کرتی اور کہتی:

"زبیدہ! یہ زیور تمہارے لیے ہیں اور تم ان کے لیے. کون کہتا ہے کہ یہ تم پر زیب نہیں دیتے. میں تو کہتی ہوں کہ تمہیں پر زیب دیتے ہیں اور تمہارے سوا کسی پر پھب ہی نہیں سکتے۔"

سب کے آخر میں الماس اور موتیوں کے جوڑ ایک ساتھ پہنا کے بہت دیر تک اس کے چہرے پر نظر شوق جمائے رہی اور دل ہی دل میں اس کے حسن کی بہار دیکھتی رہی۔ پھر کہا:

"اب اس زیور کو پہنے ہوئے ہی تم اپنے گھر جانا۔"

زبیدہ (ہنس کے) "بہن! تم مجھے زندہ گھر پہنچنے دو گی یا نہیں؟"

عنقودہ "تو اچھا جب تک یہاں ہو اسے پہنے رہو. میرا دل تمہارے حسن کی بہار دیکھنے سے کسی طرح سیر ہی نہیں ہوتا. کوئی شہزادی یا کوئی ملکۂ آفاق بھی کبھی ایسی بنی سنوری سراپا ناز دلہن نہ نظر آئی ہوگی جیسی کہ اس وقت تم ہو۔"

زبیدہ (ناز آفرینی کی جھنجھلاہٹ سے) "بہن ایسی باتیں نہ کیا کرو۔"

عنقودہ "اچھا سچ سچ بتاؤ. اگر خدا کی قدرت سے میں مرد ہو جاؤں (جس کی فقط تمہارے

Marfat.com

اس دلربا حسن کی قدردانی کے لیے مجھے بڑی آرزو ہے) تو میری معشوقہ بننا پسند کروگی؟"

زبیدہ: "خدا نہ کرے۔ دور پار۔ تم مردوا کیوں ہونے لگی تھیں؟"

عنقودہ (ہنس کے) "فرض کرو میں مرد ہو جاؤں تو؟"

زبیدہ: "بہن! کوئی اور باتیں کرو۔ ایسی باتوں سے میرا دل الجھتا ہے۔"

عنقودہ: "میں اس وقت بے جواب لیے نہ رہوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ بے باکی اور شوخی کے ساتھ زبیدہ سے لپٹ گئی اور اس کے لب و رخسار کے بوسے لینے لگی۔

زبیدہ شرما شرما کے اور جھنجلا جھنجلا کے ادھر اُدھر منہ ہٹاتی تھی اور جدھر منہ لیجاتی عنقودہ کا منہ بھی آ پہنچتا۔ مردانہ جوش کے ساتھ بوسہ لیتی اور کہتی:

"جواب دو، پسند کروگی یا نہ پسند کروگی؟"

آخر زبیدہ نے کہا:

"اے بہن! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ خواصیں جو تمہارے سامنے کھڑی ہیں اپنے دل میں کیا کہہ رہی ہوں گی، ہوش میں آؤ۔ آخر یہ ہے کیا جو اس قدر آپے سے باہر ہوئی جاتی ہو؟"

عنقودہ: "تو پھر تم جواب کیوں نہیں دیتیں؟"

زبیدہ: "کوئی جواب دینے کی بات ہو تو جواب دوں۔ جب تم مردوا بننا تو پوچھ بھی لینا۔ مجھے کیا معلوم کہ مردوا بننے کے بعد تم کیسی ہوگی؟"

عنقودہ: "یہ تو تم جانتی ہو کہ ہم لوگ جن ہیں اور جیسی صورت میں چاہیں نمودار ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہم میں کوئی عورت مرد یا کوئی مرد عورت بن جائے۔"

زبیدہ (حیرت سے اور ڈر کے) "تو تم میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں؟ اختیار میں ہے کہ جب تک چاہو عورت رہو اور جب چاہو مرد بن جاؤ؟"

عنقودہ: "بالکل اختیار میں تو نہیں ہے مگر کبھی کبھی خدا کی قدرت سے ایسا ہو بھی جاتا ہے۔"

یہ جواب سن کے زبیدہ کچھ دیر تک عنقودہ کی صورت دیکھتی رہی اور اس کے بعد حواس درست کر کے بولی:

Marfat.com

"تو بہن تم مجھ سے یوں نہ لپٹو اور ہٹ کے بیٹھو۔"

زبیدہ کو پریشان اور مضطرب الحال دیکھ کے عنقودہ نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر جوشِ محبت سے لپٹ کے زبیدہ کا منہ چوما اور کہا:

"تم بھی کیسی بھولی ہو، کتنی جلدی فقرے میں آجاتی ہو۔ خیر اب تم زیادہ گھبرا گئی ہو تو لو تمہیں تمہارے گھر بھجوائے دیتی ہوں۔"

زبیدہ: "آج تو ام زغول بھی نہیں ہے، جس نے مجھے تم تک پہنچایا تھا۔ گھر کیسے جاؤں گی؟"

عنقودہ: "ہاں وہ آج تمہارے ساتھ نہ تھی مگر میں نے اسی خیال سے اسے بلوا لیا ہے کہ واپسی میں تمہارے ساتھ جائے۔"

زبیدہ: "اور ہاں آج میں اپنے ساتھ اپنی لونڈی سوسن کو بھی گھر سے لائی تھی، خدا جانے اس کا کیا حال ہوا؟"

عنقودہ: "تمہارے ساتھ اسے بھی غش آگیا تھا۔ تمہارے یہاں آنے کے بعد تمہارا کوئی عزیز اسے گھر اٹھا لے گیا۔"

زبیدہ: "یہ بڑا غضب ہوا۔ اب میں گھر میں جا کے کیا جواب دوں گی؟"

عنقودہ: "کوئی مضائقہ نہیں۔ کہہ دینا کہ جن تمہیں اس جنت میں اٹھا لائے۔ فقط اتنا کرنا کہ کسی کو قصر سیدوک کا پتہ نہ دینا اور یہ سب زیور لیتی جاؤ۔ کوئی پوچھے تو کہہ دینا جنوں کی ملکہ عنقودہ نے دیے ہیں۔"

زبیدہ: "اس زیور اور ان جواہرات کو میں ابھی نہیں لے جا سکتی مگر اب مجھے جلدی گھر پہنچا دو۔"

عنقودہ: "اچھا اس زیور اور تمام جواہرات کو اتار کے پھر اسی صندوق میں احتیاط سے رکھ دو اور تم دیکھو گی کہ انہیں کے ذریعہ سے میں آج یوسف بن احمد کو سزا دوں گی۔"

زبیدہ: "اور ہاں خدا جانے انہیں کون لوگ باندھ کے اٹھا لے گئے تھے۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس حالت میں ہیں۔"

عنقودہ: "وہ زندہ ہے اور تندرست کہاں ہے اور کس حال میں ہے اس کو تم خود ہی اپنی آنکھوں سے دیکھو گی اور اس سے پہلے کا حال جب ملنا، پوچھ لینا۔"

Marfat.com

یہ سب باتیں زبیدہ کو خوفناک اسرار سی معلوم ہوتی تھیں۔ آخر خاموشی کے ساتھ اس نے سب زیور اتار کے رکھ دیا۔

ان سہیلیوں نے جواب تک دست بستہ کھڑی تھیں، احتیاط اور سلیقہ کے ساتھ اسے پھر اسی نقرئی صندوق میں رکھ کے بند کیا اور اٹھا لے گئیں اور ان کے جاتے وقت عنقودہ یہ کہتی ہوئی اٹھی کہ:

"زبیدہ! یہ جواہرات اور یہ سارا زیور تمہارا ہے۔ میرے پاس امانت رکھا ہوا ہے تمہارا جب جی چاہے منگوا لینا۔"

اب عنقودہ زبیدہ کو ساتھ لے کے ٹہلتی ہوئی چلی اور دم بھر میں اسی پرانے سحر آفرینی کے طریقے سے قصر سدوک میں تھی جہاں ام زغول بیٹھی انتظار کر رہی تھی۔ رخصت کرتے وقت عنقودہ نے پھر زبیدہ کو گلے لگا کے پیار کیا اور کہا:

"دیکھو بھول نہ جانا، جلدی آنا۔"

زبیدہ (مسکرا کے) "بہن! تمہیں یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب تمہارا جی چاہتا ہے مجھے پکڑوا بلاتی ہو۔ آنا نہ آنا میرے بس اور اختیار میں ہوتا تو کہنے کی بات بھی تھی۔"

عنقودہ: "مجھے تم سے ایسی محبت ہو گئی ہے کہ بے تمہارے چین ہی نہیں آتا۔ جہاں دو ایک دن گزرے، دل گھبرانے لگا اور آخر بے تاب و بے صبر ہو کے بلوا لیتی ہوں۔"

زبیدہ: "تو یونہیں جب جی میں آوے پھر بلوا لینا۔

یہ کہہ کے زبیدہ آگے بڑھ کے ام زغول کے پاس گئی جس نے زبیدہ کی صورت دیکھتے ہی متحیر ہو کے کہا:

"بی بی! ایں تم یہاں کب آ بیٹھیں؟"

زبیدہ: "آ گئی۔"

ام زغول: "تو شاید تمہارے ہی ساتھ جانے کے لیے بس گھر سے اٹھوا منگوائی گئی؟"

زبیدہ: "ہاں اسی لیے۔"

اب یہ دونوں زینوں سے اتر کے لب آب آ بیٹھیں اور دیکھا کہ وہی پرانا ملاح ابو العقوق

Marfat.com

کنارے سے کشتی لگائے کھڑا ہوا ہے۔ دونوں عورتوں کی صورت دیکھتے ہی بولا:
"خدا جھوٹ نہ بلائے تم وہی خاتونیں ہو جن کو میں دو بارے جا چکا ہوں۔ بڑے تعجب اور اتفاق کی بات ہے کہ جسے سوار کر کے لیجانا چاہتا ہوں وہی مل جاتا ہے۔"
ام زغول (کشتی پر بیٹھ کے) "اب زیادہ بکو نہیں۔ چلو۔"
مامونیہ کے قریب پہنچ کے ابوالعنقوق نے کشتی کنارے لگائی اور زبیدہ اسے ایک دینار دے کے اتر گئی۔
اب رات زیادہ آ چکی تھی۔ گیارہ بج گئے تھے۔ کہکشاں سمت الراس پر آ گئی تھی۔ نسر واقع پر سمیٹ کے نیچے جھک آیا تھا اور نسر طائر اپنے بازو پھیلاتے ہوئے آسمانوں کے بیچوں بیچ میں جم گیا تھا۔ بازار کی بھیڑ تو کم ہو گئی تھی مگر رونق ویسے ہی قائم تھی۔ کوئی کوئی دکاندار اپنی دکان بند کرنے کے لیے پھیلے ہوئے مال کو سمیٹ رہا تھا اور میوہ جات، حلوہ اور رفالوذ بیچنے والے آخری صدائیں لگا رہے تھے کہ:
"تھوڑے ہی رہ گئے ہیں۔"
عین اسی حالت میں زبیدہ نے دیکھا کہ یوسف بن احمد اس کے برابر سے ہو کے آگے نکل گیا اور اس کے پیچھے پیچھے ایک عجیب الخلقت و عجیب الوضع موٹا اور ٹھنگنا آدمی ایک چاندی کا صندوق سر پر لیے ہوئے اس طرح جا رہا ہے گویا اسی کے ساتھ ہے۔
اس صندوق کو دیکھ کے زبیدہ حیران تھی کہ یہ تو ہو نہ ہو وہی زیور اور جواہرات کا صندوق معلوم ہوتا ہے جسے میں عنقودہ کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ اسی حیرت میں تھی کہ ایک لمبے تڑنگے شخص نے یوسف کا رستہ روک کے پوچھا:
"یہ صندوق تمہارے ساتھ ہے؟"
یوسف: "ہاں میرے ساتھ۔ مجھے اسی وقت اس کو ایک شخص کے پاس پہنچانا ہے۔"
شخص: "کس کے پاس؟"
یوسف: "مجھے اس کا نام بتانے کی اجازت نہیں۔"
شخص: "اور اس میں ہے کیا؟"

Marfat.com

یوسف (بگڑ کے) "کچھ ہے، تمہیں کیا؟"

اس جواب کے ساتھ ہی وہ لمبا تڑنگا شخص یوسف کے گرد لپٹ گیا اور غل مچایا:

"امیر المومنین کے جواہرات کا صندوق۔"

اس غل کے ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے۔ بہت سے سرکاری سپاہی بھی آ گئے اور ہزارہا خلقت کا ہجوم ہو گیا۔ سرکاری سپاہیوں نے یوسف کو پکڑ کے اس سے طرح طرح کے سوالات کرنا شروع کیے۔

وہ شخص جو صندوق کو سر پہ لیے ہوئے تھا۔ اس نے یہ حرکت کی کہ صندوق اپنے سر سے اُٹھا کے یوسف کے سر پر رکھ دیا۔ یوسف اسے سنبھال نہ سکا اور صندوق جو اس کے سر سے گرا تو کئی آدمیوں کو زخمی کرتا ہوا دھڑ سے زمین پر آ رہا۔ جن لوگوں کے چوٹ آئی تھی وہ یوسف سے ہشت مشت کرنے لگے اور وہ شخص اس جھگڑے میں بغلی ڈوب کے لوگوں کے پاؤں ہی پاؤں میں ہوتا ہوا اس شرارت کے ساتھ بھاگا کہ ایک چھوٹا سا نشتر اس کے ہاتھ میں تھا، جس سے ہر پاؤں میں جو سامنے آتا ایک چرکا دے دیتا۔ سینکڑوں آدمی زخمی ہو کے پاؤں پیٹنے لگے جن سے خون کے فوارے جاری تھے اور اس شخص کا پتہ نہ تھا کہ نیچے ہی نیچے کدھر نکل گیا۔

عام مجمع چیخوں کی طرف متوجہ تھا کہ وہ لمبا تڑنگا آدمی بھی جس نے یوسف کو ٹوکا اور صندوق کو امیر المومنین کا مال بتایا تھا۔ یوسف کو سرکاری آدمیوں سے دوچار کرا کے بھیڑ میں غائب ہو گیا۔ زخمی شدہ لوگ بھی اپنی ٹانگیں سہلاتے اور کراہتے ہوئے بیچ سے ہٹ گئے جن کی جگہ نئے بھیڑ لگانے والوں نے لی اور سرکاری ملازمین نے یوسف سے سوال کیا کہ:

"امیر المومنین کے جواہرات کا یہ صندوق تمہیں کہاں سے ملا؟"

یوسف: "میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس صندوق کو رکن الدین دوادار کے پاس پہنچا دوں۔"

زبیدہ اور ام زغول سڑک پر اژدہام دیکھ کے ایک دکان پر چڑھ گئیں جس کے اندر اندھیرا تھا اور خالی پڑی تھی اور وہاں سے کھڑی ہوئی ان واقعات کو دیکھ رہی تھیں۔

Marfat.com

زبیدہ اسی شش و پنج میں تھی کہ یوسف کو تو آج ہی تین آدمی پکڑ لے گئے تھے۔ ان کے ہاتھ سے یہ اتنی جلدی چھوٹ کیونکر گیا اور پھر چھوٹا بھی تو یہ صندوق اسے کہاں سے مل گیا؟ اسی فکر میں تھی کہ والی و کوتوال شہر رکن الدین دو ادار بھی گشت لگاتا ہوا یہاں آ پہنچا۔

اس کی صورت دیکھتے ہی سرکاری لوگوں نے بڑھ کے اس صندوق اور یوسف کی گرفتاری کا حال بیان کیا۔ اس نے سنتے ہی کہا:

"اخاہ! امیرالمومنین کے جواہرات کا صندوق! جس کے لیے امیرالمومنین نہایت ہی حیران ہیں۔ خوب ملا۔ دیکھوں وہ صندوق کہاں ہے؟"

صندوق کو دیکھتے ہی وہ مارے خوشی کے اچھل پڑا اور کہا:

"خدا کی قسم یہی ہے۔ جب ان جواہرات کو ملک الناصر داؤد نے بھیجا ہے اس وقت میں ہی نے اسے اپنی حفاظت میں امیرالمومنین کے پاس پہنچایا تھا۔" (اپنے ملازموں سے) "تم نے بڑا کام کیا ہے اور امیرالمومنین اس کا پتہ لگانے کے صلے میں تم کو بہت کچھ انعام دیں گے۔" (ایک ملازم سے) "جا کے اسی وقت ایوان خلافت میں اطلاع کراؤ کہ جواہرات کا صندوق مل گیا ہے اور میں اسے لے کے حاضر ہوتا ہوں۔"

پھر یوسف کی طرف متوجہ ہو کے کہا:

"تمہیں اس کو امیرالمومنین کے محل سے چرا لے گئے تھے؟"

یوسف: "میں جانتا بھی نہیں کہ یہ صندوق کس کا ہے اور اس میں کیا ہے؟"

رکن الدین (قہقہہ مار کے) "تم لیے جاتے ہو، تمہارے پاس سے برآمد ہوا اور تم کو خبر نہیں۔ جھوٹ بھی بولو تو ایسا کہ کسی کی سمجھ میں آئے۔"

یوسف: "مجھے تو یہ اسی وقت دیا گیا اور اس لیے کہ اسے آپ کے پاس پہنچا دوں۔"

رکن الدین: "خوب! تو تم اسے میرے پاس لیے آتے تھے۔ شاید مجھے بھی پھانسنا منظور ہو گا۔ بڑی عنایت و مہربانی۔ خیر تو اب اسے تم ہی لے چل کے امیرالمومنین کے محل میں پہنچانا۔ اچھا تمہیں میرے پاس پہنچانے کے لیے دیا کس نے؟"

یوسف: "کیا بتاؤں، عجیب واقعہ ہے۔ میں اپنی بنت عم سے اس سڑک پر ایک گلی کے نکڑ

Marfat.com

پر کھڑا ہوا بعض خانگی امور پر لڑ رہا تھا کہ تین آدمیوں نے پیچھے سے آ کے مجھے پکڑ لیا۔ میرے منہ میں کپڑا ٹھونسا۔ مشکیں باندھیں اور اٹھا لے گئے۔ جہاں میں کئی گھنٹوں تک قید رکھا گیا۔ پھر یہ صندوق میرے حوالے کیا گیا اور حکم ہوا کہ اسے لیجا کے رکن الدین دوادار کے پاس پہنچا دو۔ ایک شخص اسے سر پلاد کے میرے ساتھ ہوا اور بہت دور تک آنے کے بعد اسی گلی میں میری آنکھوں سے پٹی اور بازوؤں سے مشکیں کھول گیئں۔ اب میں اسے لیے ہوئے آرہا تھا کہ کسی نے ٹوک کے غل مچایا کہ یہ تو امیر المومنین کا صندوق ہے۔ ساتھ وہ شخص جو اس صندوق کو سر پہ لیے ہوئے تھا اسے میرے سر پر پھینک کے چل دیا۔ بس اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔"

رکن الدین: "آج کل کے چوروں کو باتیں بنانا بھی خوب آتی ہیں۔"

یوسف: "جناب میں ایک شریف خاندان کا شخص ہوں اور میرا چال چلن خراب نہیں ہے۔"

رکن الدین: "بس ویسا ہی چال چلن ہے جیسا کہ آج کل کے شریف زادوں کا ہوا کرتا ہے۔"

اتنے میں غل ہوا کہ "امیر المومنین اپنے جواہرات ملنے کی خوشی میں خود ہی تشریف لے آتے ہیں۔"

زبیدہ اب گھر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ امیر المومنین کے آنے کی خبر سن کے ٹھہر گئی۔ یکایک ایک ہزار غلاموں کے جھرمٹ میں جن میں سے اکثر سونے چاندی کی انگیٹھیاں لیے ہوئے تھے اور ان میں عود و لوبان سلگ رہا تھا۔ المستعصم باللہ ایک مشکی گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ سیاہ عمامہ سر پہ تھا جس میں چاروں طرف جواہرات اس طرح ضو دے رہے تھے جیسے اندھیری رات میں تارے جگمگا رہے ہوں۔

صندوق کی صورت دیکھتے ہی خلیفہ کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مارے خوشی کے از خود رفتہ ہو کے بولا:

"رکن الدین! کن کن لوگوں نے اس کا پتہ لگایا ہے؟ میں انہیں بہت جی کھول کے انعام دوں گا۔"

رکن الدین: "امیر المومنین اس خاکسار ہی نے پتہ لگایا ہے۔ بھلا اور کون پتہ لگا سکتا ہے۔

Marfat.com

(یوسف کی طرف اشارہ کر کے جو اب بندھا ہوا کھڑا تھا) اسی شخص کے پاس سے برآمد ہوا ہے۔ مجھے اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ یہ شخص سرکاری تفتیش کے اندیشے سے اس وقت اسے اپنے گھر سے نکال کے دوسری جگہ رکھنے کے واسطے لیے جاتا ہے، بس میں آپہنچا اور گرفتار کر لیا۔"

جن لوگوں نے دراصل یوسف کو پکڑا تھا، ان میں سے ایک نے بڑھ کے کہا:

" امیرالمومنین! ہم لوگوں نے اسے ــــ"

رکن الدین (روک کے)" بس خاموش! بے ادب لوگو زبان روکو، تمہاری مجال نہیں کہ کسی وہ معتصم آل عباس امیرالمومنین المستعصم باللہ کے سامنے زبان کھولو۔"

مستعصم:" کھول کے دیکھ بھی لیا کہ وہ سب زیور و جواہرات اس میں موجود ہیں؟"

رکن الدین:" جی ہاں، مجھے اپنے مخبروں سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ جتنے جواہرات اس میں تھے ویسے کے ویسے ہی رکھے ہیں۔"

امیرالمومنین:" اچھا تو اس حسن کارگزاری کے صلہ میں تمہیں میں اپنی خاص تلوار عنایت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ یہ ایک ہزار دینار تمہیں اور پانچ سو تمہارے مخبروں اور جاسوسوں کو عطا کیے جاتے ہیں۔"

شاہی خزانچی ساتھ تھا۔ اس نے فوراً ایک ہزار رکن الدین کو دیئے اور پانچ سو کی تھیلی نکال کے کہا:

" اپنے ملازموں کو بلوایئے تاکہ انہیں بھی انعام دے دیا جائے۔"

رکن الدین:" مجھے دو۔ میں سب میں تقسیم کر دوں گا۔"

مستعصم:" ہاں ہاں انہیں کو دیدو اور یہی سمجھ سکتے ہیں کہ کس نے کیا اور کتنا بڑا کام کیا ہے۔"

اب اس مرحمت خلافت پناہی کی شکرگزاری میں رکن الدین نے جھک کے زمین ادب چومی اور کہا:

" اب اس مجرم کے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے؟"

مستعصم:" اس کا سر کاٹ کے باب ابرز میں لٹکا دیا جائے گا تاکہ اوروں کے لیے عبرت ہو مگر

Marfat.com

فی الحال میں اسے اپنے ساتھ محل میں لے جاؤں گا۔"

قتل کا نام سنتے ہی زبیدہ کی زبان سے "آہ" کا لفظ نکلا اور تیورا کے گری مگر ام زغول نے پکڑ لیا اور ریجا کے دکان کے اندر اندھیرے میں لٹا یا۔ آنچل سے ہوا دے کے اسے ہوش میں لائی اور کہا:

"بی بی یوں گھبرا نہ جایا کرو۔"

زبیدہ: ہائے یوسف کے بعد میں زندہ رہ کے کیا کروں گی؟"

ام زغول: "خدا کے لیے اس وقت دل مضبوط رکھو۔ تمہاری خوبصورتی سے مجھے ڈر ہے، کہیں خلیفہ کی نظر پڑ گئی تو زبردستی پکڑ لیجائیں گے۔ اور پھر حریم خلافت سے جیتے جی نہ نکل سکو گی۔"

اب زبیدہ اٹھی اور دکان کے دروازے پر آ کے دیکھا تو مستعصم یوسف سے سوال وجواب کر رہا تھا مگر خلیفہ کو اس کے جوابات سے کسی قسم کا اطمینان نہیں ہوا۔ آخر خلیفہ نے گھوڑے سے اتر کے صندوق کو ہاتھ سے چھو کے دیکھا اور یوسف سے کہا:

"اس کی کنجی لاؤ۔"

یوسف: "امیر المومنین میرے پاس کنجی نہیں ہے۔ وہ تو مجھے دی ہی نہیں گئی تھی۔"

مستعصم (برہمی سے) "یہ اسی وقت تڑوا دیا جائے۔"

فوراً ایک لوہار نے آ کے قفل توڑا اور خلیفہ نے خود اپنے ہاتھ سے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا تو بے اختیار ایک چیخ کی آواز اس کے منہ سے نکلی۔ ڈھکنا ہاتھ سے چھوٹ کے بند ہو گیا گھبرا کے وہ پیچھے ہٹا اور سب لوگ ایک سناٹے میں تھے۔ چند لمحوں کے بعد خلیفہ نے رکن الدین سے کہا:

"کھول کے دیکھو تو کیا آفت ہے؟"

رکن الدین نے بڑھ کے صندوق کو کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ بجائے جواہرات اور زیور کے اس میں ایک نہایت ہی حسین و نازآفرین عورت کی لاش ہے۔ یہ جگر خراش اور ہوش ربا منظر دیکھتے ہی رکن الدین کے ہوش اڑ گئے اور سہم کے صندوق سے الگ ہو گیا۔

مستعصم: "آہ! میرے جواہرات نہ ملے، جن کے صدمہ سے میری جان پر بنی ہوئی ہے، اور

Marfat.com

انعام واکرام بھی جو کچھ دیا گیا وہ مفت ہی گیا۔ مگر نہیں خدا کی قسم میں واپس لے لوں گا۔
(رکن الدین سے)
"اچھا اس لاش کو باہر نکالو اور پتہ لگاؤ کہ کس کی لاش ہے؟"
رکن الدین نے اپنے ایک ماتحت کی مدد سے اس نازنین کی لاش کو باہر نکال کے زمین پر لٹایا اور ذرا اطمینان کے لہجہ میں بولا:
"امیر المومنین! ابھی یہ زندہ ہے مری نہیں۔"
یہ سنتے ہی مستعصم نے جو اس پر نظر ڈالی تو زور سے سینے پر ہاتھ مار کے چلایا:
"آہ میری معشوقۂ خاص نسیم السحر! ہائے یہ میرے محل سے اس صندوق میں کیونکر پہنچ گئی؟ اچھا تو اب میں ان سب کو اپنے ایوان خلافت میں لے چل کے تحقیقات کروں گا اور طبیبوں کو بھی فوراً بلواؤ کہ ممکن ہو تو میری نسیم السحر کو ہوش میں لائیں۔"
اسی وقت نسیم السحر ایک محافہ میں ڈال کے محل میں پہنچائی گئی۔ انعام واکرام جو کچھ دیا گیا تھا کھڑے کھڑے واپس لیا گیا۔ وہ صندوق اور یوسف اور تمام لوگ جنہوں نے گرفتار کیا تھا، محل کی طرف روانہ ہوئے اور خود خلیفہ رکن الدین کو ساتھ لے کے واپس گیا۔
بھیڑ کم ہونے کے بعد زبیدہ کو جب ذرا آزادی سے سانس لینے کا موقع ملا تو دکان سے اتری اور ام زغول سے کہا:
"ام زغول! یہ کیا آفت ہے۔ کہاں یہ صندوق کہاں یوسف بن احمد اور کہاں ملکہ نسیم السحر؟ یہ میں خواب دیکھ رہی ہوں یا کوئی طلسم و نیرنگ کا کارخانہ ہے؟"
ام زغول: "بی بی! خود میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا معاملہ ہے اور تم نے یہ تماشا نہیں دیکھا کہ وہ شخص جو صندوق لیے ہوئے تھا اور جس نے اسے گرفتار کیا دونوں غائب ہو گئے۔ پھر ان کے غائب ہوتے وقت صدہا لوگوں کی رانوں کا زخمی ہو جانا بھی کیسی تعجب کی بات تھی۔"
انہیں باتوں میں زبیدہ اپنے گھر پہنچ گئی۔
سوسن کی زبان سے اس کے غش کھا کے گرنے اور غائب ہو جانے کا حال سن کے اس

Marfat.com

کی ماں نہایت ہی حیران تھی۔

بیٹی کی صورت دیکھتے ہی گلے سے لگالیا۔ کیفیت پوچھی جسے اس نے دو ہی ایک معمولی فقرے بنا کے ٹال دیا۔ بہرام زغول اپنے گھر گئی اور زبیدہ کھانا کھا کے لیٹ رہی۔

Marfat.com

۱۱

نسیم السحر کی سرگزشت

آدھی رات سے زیادہ آچکی ہے۔ قمری مہینہ کی آخری تاریخوں کا چاند افق مشرق سے نمودار ہوا ہے جو آہستہ آہستہ آگے بڑھتا اور حسن نازک اندام مہ وشان فلک کے پاس پہنچتا ہے۔ انہیں اپنی نور کی چادر سا ڈھک کے اہل دنیا کی پرشوق نظروں سے چھپا دیتا ہے۔ سارے عالم میں سناٹا ہے اور بغداد میں بھی ہر طرف سکوت و خموشی کا عالم طاری ہے۔ گلی کوچہ سنسان پڑے ہیں اور سوائے پہرے چوکی والوں کے کوئی آواز نہیں سنی جاتی مگر حرام سرائے خلافت یعنی مستعصم باللہ کی ڈیوڑھی پر غیر معمولی ہماہمی اور دوڑ دھوپ نظر آرہی ہے۔ غلام اور خواجہ سرا بدحواس و مضطر دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔ لونڈیاں دروازے پر آ آ کے احکام جاری کرتی ہیں کہ فلاں حکیم صاحب کو بلا لاؤ، فلاں عامل کو حاضر کرو اور فلاں زاہد کو جس طرح بنے سمجھا بجھا کے اسی وقت لاؤ۔"

محل کے اندر ایک نزہت بخش و روح افزا چمن میں سنگ مرمر کا ایک بڑا حوض ہے، جس کے گرد خوشبودار عرقوں کے فوارے چل رہے ہیں۔ کوئی گلاب کا ہے، کوئی کیوڑے کا، کوئی بیدمشک کا ہے اور کوئی سادے پانی کا۔ پھولوں کی خوشبوئیں بسے ہوئے ہوا کے جھونکے ان فواروں سے اور زیادہ خوشبو حاصل کرتے اور ہر طرف فرحت و انبساط تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔

Marfat.com

انہیں جھونکوں کے عالم گزرگاہ میں حوض کے کنارے ایک پلنگ بچھا ہے جس پر نسیم السحر غافل و بے ہوش پڑی ہے اور خلیفہ مستعصم باللہ سرہانے پریشان و دلگیر بیٹھا ہوا ہے اور بار بار جھک کے اس کا خوبصورت چہرہ دیکھ لیتا ہے۔ چار کنیزیں چاروں کونوں پر کھڑی پنکھا جھل رہی ہیں اور بہت سی کنیزیں تیمار داری میں معروف ہیں جو اطبائے حاذق کی بتائی ہوئی تدبیریں کر رہی ہیں۔ دوائیں پلائی جاتی ہیں۔ لخلخہ سنگھائے جاتے ہیں۔ صدقہ اتارے جاتے ہیں اور تعویذ پہنائے اور لٹکائے جاتے ہیں۔

حکیموں نے کہہ دیا ہے کہ کوئی اندیشہ کی بات نہیں فقط غشی اور بے ہوشی ہے۔ جو تھوڑی دیر میں جاتی رہے گی مگر مستعصم کو اطمینان نہیں ہوتا۔

اب پچھلی رات تھی کہ نسیم السحر کے جھونکوں نے نرگس کی کلیوں کی طرح نسیم السحر کی آنکھ کھولی اور کچھ دیر تک اپنی مخمور نرگسی آنکھوں سے گرد کے منظر اور پاس والوں کی صورتیں دیکھتے رہنے کے بعد اس نے پوچھا:

"میں کہاں ہوں؟"

مستعصم نے اس کی پیاری آواز سنتے ہی جواب دیا:

"اپنے گھر میں"

ساتھ ہی اسے شربت انار اور عرق بید مشک پلایا گیا جس سے قلب کو اتنی تقویت ہوئی کہ اٹھ کے بیٹھی اور پوچھا:

"میں گھر کیونکر آئی؟"

مگر مستعصم نے یہ خیال کر کے کہ ابھی نسیم السحر اس قابل نہیں کہ ایسے واقعات چھیڑ کے اُسے پراگندہ کیا جائے اسے معمولی جواب دیکے ٹال دیا، مگر دوسرے دن جب اس میں توانائی آ گئی تو کیفیت دریافت کی:

مستعصم: "اب تم اپنے یہاں سے جانے کی مفصل کیفیت بیان کرو۔"

نسیم السحر: "عجیب معاملہ ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تھا۔ ایک تاجرہ عورت نے جو کہ بہت سن رسیدہ معلوم ہوتی تھی ایک خواجہ سرا کے ذریعے سے آ کے مجھ سے بیان کیا کہ وہ

Marfat.com

نہایت اعلیٰ درجے اور نئی نئی قسم کے ریشمی اور طلا کار کپڑے لائی ہے۔ مجھے ان کے دیکھنے کا شوق ہوا اور شام کے وقت بلا دیا کہ اپنا مال لا کے پیش کرے۔ اس نے آ کے یہ انوکھی شرط پیش کی کہ تنہائی میں وہ مال دکھا سکتی ہے۔ میں نے اس میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا اور اپنے خاص خلوت کے کمرے میں لے جا کے اس کا مال دیکھنا شروع کیا۔ اس وقت کمرے میں میری خاص لونڈی نرجس تھی اور میرا خواجہ سرا مسرور۔ اس بڑھیا نے اسباب دکھاتے دکھاتے یکایک دو پھول نکالے ان میں سے ایک نرجس کو دیا اور ایک مسرور کو۔ ان دونوں نے اس پھول کو ناک سے لگا کے سونگھا اور دیر تک سونگھتے رہے۔ یکایک کیا دیکھتی ہوں کہ وہ دونوں زمین پر گر کے بے ہوش ہو گئے۔ ان کے گرتے ہی بڑھیا نے لپک کے دروازہ اندر سے بند کیا اور میری طرف جھپٹی۔ میں حیرت زدہ تھی کہ اس نے اپنے مضبوط لوہے کے ہاتھوں سے پکڑ کے مجھے زمین پر گرایا۔ میرے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور ہاتھ پاؤں باندھ کے مجھے اپنے کپڑوں کے صندوق میں بند کر دیا۔ ابتدا میں تو میں نے دو ایک چیخیں ماریں مگر اس نے مجھے وہی پھول سنگھا کے مجھے بھی بے ہوش کر دیا۔ بس اس کے بعد مجھے نہیں خبر کہ کیا ہوا؟"

مستعصم: "یہ کون بڑھیا تھی جس نے میرے حریم خلافت کے اندر ایسی شرارت کی؟"

پھر وہ نقرئی صندوق منگوا کے نسیم السحر کو دکھایا اور پوچھا:

"یہ وہی صندوق ہے؟"

نسیم السحر: "نہیں یہ تو امیر المومنین کے جواہرات والا صندوق ہے، وہ صندوق چاندی کا نہ تھا۔"

اس کے بعد یوسف پابہ زنجیر لا کے خلیفہ کی معشوقہ کے سامنے پیش کیا گیا کہ:

"دیکھو اور خوب غور کرو کہ اس شخص کے [illegible] اس بڑھیا کے سے تو نہیں ہیں؟"

نسیم السحر نے بہت غور و خوض [illegible] سے دیکھا اور کہا:

"ہرگز نہیں۔"

مستعصم: "مگر تم اس صندوق کے اندر بند ملیں اور یہ شخص اس صندوق کو لے جاتا ہوا بیچ بازار میں پکڑا گیا۔"

Marfat.com

نسیم السحر: اور اس کا بیان کیا ہے؟

یوسف نے جو کچھ بیان کیا تھا اسے مستعصم نے نسیم السحر کے سامنے دہرایا اور اس نے غور کے بعد کہا:

" میرے نزدیک یہ اس نوجوان کا کام نہیں ہے۔ آج کل عیاروں کا زور ہے۔ ساری کارستانی انہیں کی معلوم ہوتی ہے اور اس شخص کو مفت میں پھانس دیا ہے۔"

مستعصم: " لیکن تمہارے لے جانے میں ان کی غرض کیا ہو سکتی ہے؟"

نسیم السحر: " آپ پر، تمام لوگوں پر اور سلطنت پر اپنا رعب بٹھانا۔ اس نوجوان کی بھولی اور شریف زادوں کی سی صورت ہی کہے دیتی ہے کہ اس غریب کو ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

مستعصم: " تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ جواہرات بھی عیار ہی لے گئے ہیں کیونکہ ان کے پاس سے برآمد ہوئے ہیں۔"

نسیم السحر: " برآمد کیا ہوا۔ یوں کہیے کہ خود انہوں نے اس کو آپ کے پاس بھیج دیا اور اشارتاً بتادیا کہ جواہرات کی جستجو اور عیاروں کی مخالفت سے باز آیئے ورنہ آپ کو اس سے زیادہ رنج پہنچے گا۔ مجھے گرفتار کر کے انہوں نے ثبوت دے دیا کہ خاص حریم خلافت میں سے آپ کی جس ملکہ یا شہزادی کو چاہیں پکڑ لے جا سکتے ہیں اور مجھے اس جواہرات کے صندوق میں بند کر کے واپس کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ ابھی حضور کو زیادہ ستانا منظور نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ زیادہ ان کے پیچھے پڑے تو آئندہ جس کو لے جائیں گے۔ وہ زندہ نہ آئے گا بلکہ اس کی لاش آئے گی۔"

مستعصم: " بے شک ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں ابھی اس نوجوان کو محل میں قید ہی رکھوں گا شاید اس سے کچھ زیادہ حالات معلوم ہوں۔"

نسیم السحر: " اور حالات کیا معلوم ہوں گے۔ اسی وقت میرے سامنے بلا کے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیجئے۔"

یہ کہہ کے نسیم السحر نے چہرہ پر زرین نقاب ڈال لی اور خلیفہ کے حکم سے جوہر خواجہ سرا یوسف کو پابہ زنجیر لے کے حاضر ہوا۔

یوسف جان کے خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا اور آنکھیں کچھ تو مایوسی و ناامیدی کے باعث

Marfat.com

اور زیادہ تر اس ندامت میں کہ چوری کے جرم میں پکڑا گیا ہوں اور اس طرح کہ جرم پوری طرح ثابت ہو چکا ہے، زمین میں گڑھی جاتی ہیں۔

قبل اس کے کہ خلیفہ کوئی سوال کرے نسیم السحر نے اپنی نازک رسیلی آواز میں کہا:

" سچ سچ بتاؤ تمہیں اس معاملے سے کہاں تک تعلق ہے؟ اگر تم سچ بیان کرو گے تو میں تمہیں سفارش کر کے بچا دوں گی۔"

یوسف: " اے محترم خاتون اور اے ملکہ عالم! میں بالکل بے گناہ ہوں۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں خود کل عجب آفت میں پھنس گیا تھا جس کا حال پہلے ہی عرض کر دیا۔ اس بلا سے چھوٹا تو اس مصیبت میں مبتلا ہوا مگر خدا علیم و کریم ہے کہ میں نہیں جانتا۔ یہ ایک مزدور کے سر پر لاد کے ساتھ کیا گیا کہ اسے رکن الدین دوا دار کے پاس پہنچا دینا۔ راستے میں ایک لمبے تڑنگے آدمی نے آ کے ٹوکا کہ یہ صندوق کہاں سے لائے اور ساتھ ہی غل مچایا کہ "امیر المومنین کے جواہرات کا صندوق" غل سنتے ہی لوگوں نے چاروں طرف سے نرغہ کیا۔ اس مزدور نے صندوق کو اپنے سر سے اٹھا کے میرے سر پر پھینکا اور بھاگ گیا اور اب جو دیکھتا ہوں تو اس روکنے اور شور کرنے والے کا بھی پتہ نہیں۔ بس اس سے زیادہ مجھے خبر نہیں۔"

نسیم السحر: " تمہارا نام کیا ہے؟"

یوسف: " حضور کے اس غلام کو یوسف کہتے ہیں اور میرے والد احمد بن موسیٰ جبری رضوی سید فاطمی ہیں۔ خان رحبہ کے قریب میرا مکان ہے اور کرخ کے اکثر معززین سے قرابت ہے (آبدیدہ ہو کے) خاتون! میں شریف ہوں، اور آج تک اس خاندان میں کوئی شخص چوری کے جرم میں نہیں پکڑا گیا تھا۔"

نسیم السحر کو اس شریف نوجوان کے حال پر ترس کھاتے دیکھ کے مستعصم نے جوہر سے کہا:

" اچھا اان کو لیجا کے حفاظت سے رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ صندوق کی طرح سے یہ بھی غائب ہو جائے۔ ترکی سردار افسنتگین کو حکم دو کہ اپنی حراست میں رکھے اور بیس ہوشیار ترکوں کے ساتھ خود بھی ہر وقت پہرے پر رہے۔"

اس حکم کی تعمیل میں جب جوہر یوسف کو لے جا چکا تو خلیفہ نے نسیم السحر کی طرف دیکھ کے کہا:

Marfat.com

"ابھی اس کے چھوڑنے میں جلدی نہ کرنا چاہیئے۔ شاید میرے جواہرات مل جائیں۔"

نسیم السحر: "امیرالمومنین کو اختیار ہے مگر مجھے تو یقین ہے کہ یہ بیچارہ بے گناہ ہے اور ساری خرابیاں عیاروں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ شہر کے کوتوال اور حضور کے غلاموں کا فرض ہے کہ ڈھونڈھ کے ان عیاروں کا پتہ لگائیں۔ بس ان کے فتنے کے مٹتے ہی سارے فساد دور ہو جائیں گے جس وقت سے صندوق چوری ہوا ہے ایک خط ملا ہے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شیعوں کا ہے مگر اس کے خلاف یہ صندوق ملا عیاروں سے۔"

مستعصم: "لیکن یہ نوجوان یوسف بھی تو شیعہ ہی ہے۔ میرا قیاس اب تک یہی خیال ہے کہ میرے جواہرات شیعہ لے گئے ہیں۔"

نسیم السحر: "کوئی لے گیا ہو، مگر یہ اس نوجوان کا کام ہرگز نہیں ہے۔"

مستعصم: "خیر جو کچھ ہوگا چند روز میں کھل جائے گا۔ اب تمام امرا و علمائے شہر توجہ کریں گے تو یقین ہے کہ پتہ چل جائے گا۔ میں ان جواہرات کی وجہ سے نہایت متفکر ہوں۔ ورنہ نسیم السحر مجھے تمہارے صحیح و سالم گھر میں واپس آنے اور صحت پانے کی بڑی خوشی ہوئی ہے۔ اب چلو قصر الشجر میں چل کے گانا سنیں۔"

یہ کہہ کے خلیفہ مستعصم نے نسیم السحر کو ہاتھ پکڑ کے اٹھایا اور چلا گیا۔

Marfat.com

(۱۲)

حنبلیوں کا ہنگامہ

○

رات زیادہ آچکی ہے اور اندھیری رات میں تارے خوب کھلے ہوئے ہیں۔ اور دب اکبر (تارہ) قطب کے داہنے پہلو پر ہے۔ لوگوں کا شور و ہنگامہ کم ہوگیا ہے اور محلہ رباط شیخ الشیوخ کی ایک چھوٹی مسجد میں عشاء کی اذان ہونے کو ہے، جہاں بہت سے حنبلی لوگ جمع ہیں اور شہر کے وقتی معاملات پر گفتگو کر رہے ہیں۔

امام مسجد داؤد بن اسمٰعیل نے جو حنبلیوں کا سرگروہ اور مقتدا بھی تھا ایک شخص کی جو کرخ کے لٹنے اور شیعوں کی تباہی و بربادی کی کیفیت بیان کر رہا تھا، بات کاٹ کے کہا:

"اس میں شک نہیں کہ شیعوں کو ایسی ہی سزا ملنی چاہیئے تھی مگر میرے نزدیک اس میں بہت زیادتی ہوئی۔ ایسی بے اعتدالی کتاب و سنت کے بالکل خلاف ہے۔ افسوس یہ ہے کہ امیر المومنین کچھ نہیں کرتے اور شہر تباہ ہوا جاتا ہے۔ اسی شیعوں اور سنیوں کی لڑائی نے بڑے بڑے نقصان کرائے۔ یہی مسجد جس میں ہم بیٹھے ہیں۔ اسی کے پہلو میں جہاں آج کل دیار بکر کے بنجاروں کے اونٹ ٹھہرا کرتے ہیں۔ ایک بڑا بھاری کتبخانہ تھا جسے وزیر اردشیر نے قائم کیا تھا اس میں دس ہزار چار سو اعلیٰ درجے کی کتابیں تھیں مگر ۴۵۱ھ میں کرخ کے شیعوں اور دوسرے محلوں کے سنیوں میں لڑائی ہوئی

Marfat.com

اور دونوں فریق ایک دوسرے کے گھروں میں آگ لگانے لگے۔ اسی سلسلے میں کہیں اس کتب خانے میں بھی آگ لگ گئی اور ساری کتابیں جل کر خاک ہو گئیں۔"

یہ سُن کے ایک طویل القامت شخص نے جو مغرب کے وقت سے بیٹھا ان لوگوں کی باتیں سُن رہا تھا ذرا برہمی کے ساتھ کہا:

"مگر شیعوں سے بدتر شافعی ہیں۔ ہمارے سارے گھر لٹ جائیں۔ ہم تباہ و برباد ہو جائیں مگر ہم سے یہ تو نہ دیکھا جائے گا کہ یہ جاہل و بے عقل شافعی لوگ ملاحدۂ معتزلہ کے ہم خیال بن کے مذہب اہل حدیث کا مضحکہ اڑائیں۔ محض ہماری عداوت سے یہ لوگ بھی شیعوں اور معتزلیوں کی طرح رویت باری کے منکر صفات باری تعالیٰ کے ماننے سے منحرف ہوتے جاتے ہیں اور حضرت رسالت کے اس اقوال کا مضحکہ اڑاتے ہیں کہ خداوند جل و علا آخر شب کو عرش سے اتر کے فلک اول پر آجاتا ہے۔ اس کی عظمت سے عرش چر چراتا ہے۔ اللہ علی العرش استوی کے معنی بجائے اس کے کہ کہیں اللہ عرش پر کھڑا ہے۔ اس آیت میں بے ہودہ تاویلیں کرتے اور ہمیں مجسمہ بتاتے ہیں حالانکہ اس سے بڑی کوئی تہمت ہم پر یا ہمارے امام احمد پر نہیں ہو سکتی۔"

داؤد: "اسی لیے ہم بھی تو انہیں ملحد و بے دین کہتے ہیں۔"

شخص: "مگر اتنا کہہ لینے سے بھلا ہمارے دل کی بھڑاس نکل سکتی ہے؟ قرآن شریف میں تو یہ صاف موجود ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے ہاتھ پاؤں، چہرہ، انگلیاں اور اکثر اعضا ہیں اور انہیں انکار ہے۔ ایسے منکرین قرآن کو کافر نہ کہیں تو کیا کہیں؟ میرے نزدیک تو سب سے پہلے انہیں پر جہاد کرنا چاہیئے۔"

ایک دوسرا شخص: "بے شک آج کل شافعیوں کا زور بڑھ گیا ہے اور شیعوں پر یورش کر کے ان کا دماغ آسمان پر پہنچ گیا ہے۔"

پہلا شخص: "اور ہمارا فرض ہے کہ ان کے اس غرور کو خاک میں ملا دیں۔"

داؤد: "مگر ابھی چند روز ٹھہرنا چاہیئے۔ امیر المومنین آج کل ان ہنگاموں سے پریشان ہو رہے ہیں۔ زیادہ برہم ہو جائیں گے۔"

Marfat.com

پہلا شخص: "لیکن اگر ہمیں اپنی غرض حاصل کرنا ہے تو آج ہی کل ہتھیار اٹھانا چاہیئے۔ اول تو امیر المومنین گھبراہٹ میں دب کے ہماری اکثر شرائط منظور کر لیں گے اور سب سے زیادہ موقع آج کل یہ حاصل ہے کہ ہم نے ذرا بھی حرکت کی تو یہ شیعہ ہمارا ساتھ دیں گے۔"

داؤد: "یہ ٹھیک ہے۔ خیر تو کل میں تمام حنبلیوں کو جمع کر کے ابھاروں گا کہ جو کچھ کرنا ہو آج ہی کل کر لیں۔ پھر اس سے بہتر موقع نہ ملے گا۔"

پہلا شخص: "یہ تو ہوتا ہی رہے گا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اسی وقت عشا کی نماز پڑھ کے ہم چند آدمی لے کے خلیفہ کے محل پر چڑھ جائیں اور خاص قصر کے اندر جو مسجد ہے اسے لوٹ لیں۔ اس سے ہماری بڑی ہی شورش ہو جائے گی۔ سب لوگ چونک اٹھیں گے اور شیعوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا ساتھ دے کے وہ پورا پورا انتقام لے سکتے ہیں۔ پھر اس کے بعد کسی دن ہم سب مل کے اپنی پوری جماعت کو مجتمع کر کے اور شیعوں کو ساتھ لے کے علی الاعلان جہاد کا نعرہ بلند کریں گے۔"

دوسرا شخص: "مجھے اس تجویز سے پورا پورا اتفاق ہے۔"

دیگر حاضرین نے بھی اسی رائے کی تائید کی۔ قریب کے چند حنبلی جو کسی وجہ سے نہ آ سکے تھے وہ بھی بلا لیے گئے اور تقریباً پانچ سو آدمیوں کا نماز عشا میں مجمع ہو گیا۔

نماز کے بعد اور سب لوگ سنتیں پڑھتے رہے مگر وہ دونوں جنہیں ہم پہلا اور دوسرا شخص کے لقب سے یاد کر رہے ہیں، مسجد کے ایک کونے میں سب سے الگ جا کے آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ پہلا شخص نہایت ہی جوش مسرت سے بولا:

"بس کام چل گیا۔ میں آج بڑی فکر میں تھا کہ اپنے سردار کا حکم کیونکر بجا لاؤں گا مگر خدا نے سامان کر دیا۔"

دوسرا: "اس میں شک نہیں کہ تم نے خوب موقع پر حملہ کرنے کی تحریک کی۔"

پہلا: "سوا اس کے اور تدبیر ہی کیا تھی۔ جب ہم جواہرات کو عورت بن کے جوہر اور شاہی خواصوں کی آنکھ میں خاک جھونک کے نکال لائے ہیں وہ اور زمانہ تھا اور اب اور زمانہ ہے۔ ان دنوں ایسی سخت روک ٹوک نہ تھی۔ ایسا کڑا پہرہ نہ تھا۔ اب آج

Marfat.com

کل اول تو شیعوں کے ترغنے کے خوف سے پہرے والے دونے تگنے کردیئے ہیں۔ پھر انہیں ہر وقت ہوشیار رہنے کی تاکید ہے۔ ایسی حالت میں محل کے اندر سے یوسف بن احمد کو نکال لانا کوئی کھیل نہیں ہے۔ اس لیے اعلیٰ درجے کی عیاری درکار ہے۔"

دوسرا: "بے شک یہ کسی معمولی عیار کا کام نہیں ہے۔"

پہلا: "مجھے سب سے زیادہ خیال اس بات کا تھا کہ ہمارے سردار نے اس خدمت کو خاص طور پر میرے سپرد کیا ہے اور اسی کو میں بجا لا نہ سکوں۔ الحمد للہ کہ خدا نے سامان کر دیا۔ یہ حنبلی بڑے بہادر لوگ ہوتے ہیں اور چاہے اپنی تعداد کی کمی سے دب گئے ہوں مگر انھوں نے ہمیشہ اپنے سے دونے چوگنے دشمنوں کو شکست دی ہے۔ ان کے سے بہادر سورما بغداد کے دوسرے گروہوں میں نہیں مل سکتے۔"

دوسرا: "تو ان کی بہادری اور ہمارے کمال عیاری سے مطلب پورا ہو جائے گا۔"

اب تمام لوگ تیار تھے اور اپنے اسلحہ کو بار بار دیکھ رہے تھے کہ باڑھ دار ٹھیک ہے یا نہیں، وقت پر خطا تو نہ کریں گے۔

داؤد نے نماز سے فارغ ہوتے ہی سب کو جمع کر کے خلوص دل اور خضوع و خشوع سے فتح کی دعا مانگی اور پانچ سو جانبازوں کے ایک زبردست گروہ کو ساتھ لے کے قصر خلافت کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں یہ لوگ آگے پیچھے اور منتشر رہے تاکہ کسی کو ان پر کسی قسم کا شبہ نہ ہو اور آدھی رات گزرنے کو ایک گھنٹہ باقی تھا کہ ایوان خلافت کے پھاٹک پر تھے۔

یہاں پچاس بہادر ترک کا پہرہ تھا جن میں سے اکثر سو رہے تھے اور جو ہوشیار تھے وہ بھی اپنے فرض سے غافل اور مختلف باتوں میں مشغول تھے۔ ایک بڑی مسجد پھاٹک کے باہر تھی اور ایک اندر، جو خلیفۂ وقت کے پانچوں وقت نماز پڑھنے کے لیے تھی۔

پھاٹک کے پہرے کی قوت کا بخوبی اندازہ کر کے یہ لوگ قریب ہی ایک چھوٹے میدان میں جمع ہو کے حملہ کے لیے تیار اور مستعد ہوئے۔ ایک سیاہ جھنڈا بلند کیا جس کا نام باتباع حدیث "رایتہ العقاب" قرار پایا اور کلمہ "بالذی علی العرش استویٰ" (اے وہ جو عرش پر ٹھہرا ہوا) اپنا شعار قرار دیا، جس کے نعرے بلند کرتے ہوئے ایوان خلافت پر جا پڑے۔

Marfat.com

ترکی پہرہ والے گھبرا اُٹھے اور قبل اس کے کہ سنبھلنے پائیں ان کے دس بارہ جوان قتل ہو گئے۔ حنابلہ ان کو پریشان کر کے قصر خلافت کے اندر گھسے۔ شاہی مسجد اور اِدھر اُدھر کے مکانوں کو لوٹنا اور مستعصم کے غلاموں کو قتل کرنا شروع کیا۔

سارے محل میں تہلکہ پڑ گیا۔ حرم کی عورتیں چھپتی اور دبکتی پھرتی تھیں اور ماماؤں اور لونڈیوں نے سر پیٹ پیٹ کے اپنے بین و بکا سے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا۔ غلاموں میں بعض بھاگ کھڑے ہوئے اور بعض نے مسلح ہو کے لڑنے کا ارادہ کیا مگر حنابلہ محل کے مختلف حصوں میں اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ پتہ نہ چلتا تھا وہ کہاں ہیں اور کہاں نہیں ہیں:

ایک ترکی جوان ترکی سپاہیوں کے کیمپ میں دوڑ گیا تاکہ ان حملہ آوروں کی سرکوبی کے لیے ایک زبردست لشکر لے آئے۔ خبر پاتے ہی پانچ ہزار ترکوں کا ایک لشکر جرّار شاہی ڈیوڑھی پر آ گیا مگر ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی حنابلہ لوٹ مار کے چل دیئے۔ داؤد نے چلتے وقت غلاموں کے ایک افسر کی طرف خطاب کر کے کہہ دیا۔

"امیر المومنین سے کہہ دو کہ شافعیہ کو حد سے گزرنے، الحاد کے عقائد ظاہر کرنے اور ہمارے آئمہ حدیث پر حملہ کرنے سے فوراً روکیں ورنہ جانباز حنابلہ جو سچے پیرو دین اور قرآن و حدیث کے دلدادہ ہیں دنیا اور خلافت کی اس عام گمراہی کو بالکل برداشت نہ کر سکیں گے۔"

حملہ آوروں کے چلے جانے کے بعد اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ شاہی مسجد اور بعض قریب کے محلسراؤں کا بہت کچھ اسباب لٹ گیا تھا۔ چند آدمی مارے تو البتہ گئے مگر وہ لوگ کسی زندہ مرد یا عورت کو گرفتار نہیں کر لے گئے مگر ہاں یوسف بن احمد رضوی جو قصر خلافت میں اسیر تھا اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ جن سپاہیوں کی حراست میں رکھا گیا تھا وہ نہایت ہی بدحواس تھے کہ مستعصم باللہ ننگے سر تلوار کھینچے ہوئے حریم خلافت سے باہر نکل آیا اور نہایت ہی طیش و غضب کے ساتھ حکم دیا کہ:

"افسنتگین کو بلاؤ"

یہ شخص اس ترکی فوج کا سردار تھا جو ایوان خلافت کے پہرے پر مامور تھی۔

Marfat.com

یہ فرمان خلافت سنتے ہی وہ ترکی افسر حاضر ہو کے زمین بوس ہوا اور پھر نظر نیچی کیے ہوئے دست بستہ سامنے کھڑا ہو گیا۔

المستعصم: "افسنتگین! اب تمہاری غفلت اس درجے کو پہنچ گئی ہے کہ ڈاکو یوں دلیری کے ساتھ میرے محل کو لوٹ لے جائیں۔ تمہاری غفلت نے میرے وہ جواہرات کھوئے۔ تمہاری غفلت سے میری محبوبۂ خاص نسیم السحر کو لوگ عیاری کر کے محل سے نکال لے گئے، اور آج تمہاری غفلت سے یہ ہوا کہ چند بدمعاش بے تحاشا قصر خلافت میں گھس پڑے اور جی کھول کے لوٹ مارا۔ آخر غفلت کی کوئی حد بھی ہے؟"

افسنتگین: "یا امیر المومنین! بے شک ہم گناہ گار ہیں۔ اس سے پیشتر جو کچھ ہوا تھا چوری اور عیاری سے ہوا تھا، مگر آج کا معاملہ البتہ عجیب ہے۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کسی کو یوں ناگہاں ایوان شہریاری میں گھس پڑنے کی جرأت ہو گی۔"

المستعصم: "ہے تمہاری سزا کہ تمہارا سر اڑا دوں؟"

افسنتگین: "امیر المومنین جو سزا تجویز کریں میں اس کا سزاوار ہوں لیکن جہاں پناہ اس بات کا بھی خیال فرمائیں کہ یہاں جتنے لوگوں کو پہرہ پر رکھا گیا ان کی تعداد اس ہنگامہ کے روکنے کے لیے کافی نہ تھی۔ بلوائیوں کا گروہ ہزاروں سے کم نہ ہو گا۔ میرے سپاہیوں نے مقابلہ بھی کیا اور دس بارہ مارے گئے جن کی لاشیں ڈیوڑھی پر پڑی ہوئی ہیں مگر نرغہ کرنے والوں کا گروہ اتنا بڑا تھا کہ روکے نہ رک سکا۔ بارگاہ خلافت کے غلاموں سے جن کا شمار دس ہزار سے کم نہ ہو گا ہمیں ذرا بھی مدد نہ ملی۔"

اس وقت جو غلام گرد گھیرے کھڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا:

"ہم لوگوں کو تم نے بلایا ہوتا تو ضرور آتے۔ بے شک غلام تمہارے پاس پھاٹک پر تو نہیں آئے مگر اپنے موقع پر انہوں نے بھی اپنا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے حریم کے دروازوں پر جانیں دیں جہاں ان کی لاشیں بھی پڑی ہوئی ہیں۔ اصلی قصور تم لوگوں کا ہے کہ ان کو اتنی دیر کیلئے بھی نہ روک سکے کہ ہم لوگ آ کے تمہاری مدد کرتے اور ان بدمعاشوں کو قدم آگے بڑھانے کا موقع نہ ملتا اور سب سے بڑی تمہاری غفلت یہ ہے کہ وہ لوگ یوسف بن احمد کو تمہاری

Marfat.com

حراست سے نکال لے گئے۔ حالانکہ تمہارا کام تھا کہ جان دے دیتے اور اس شاہی مجرم کو نہ لیجانے دیتے جس سے ملکہ نسیم السحر کے پکڑ لے جانے اور امیر المومنین کے بے بہا اور قیمتی جواہرات کا سراغ لگتا۔"

مستعصم: "کیا وہ لوگ یوسف کو بھی قید سے چھڑا لے گئے؟"

افسنتگین: "حضور ہم سب اسی فکر میں ہیں کہ وہ کیونکر غائب ہو گیا۔ نہ ہم نے کسی کو اسے لیجاتے دیکھا اور نہ اسے خود ہی بھاگتے دیکھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ آپ سے آپ کیونکر غائب ہو گیا۔"

مستعصم: "کیا اب بھی تم واجب القتل نہیں ہو اور یہ تھے کون لوگ؟"

ایک ترک: "خاص عرب لوگ تھے۔ شاید عیار لوگ ہوں۔"

غلاموں کا افسر: "خداوند! یہ عیاروں کا کام نہیں ہے۔ یہ لوگ تو حنابلہ تھے۔ ان کے ایک شخص نے جاتے وقت حضور کی خدمت میں عرض بھی کرایا ہے کہ شافعیہ کا الحاد بڑھتا جاتا ہے۔"

مستعصم: "مگر میرے محل لوٹنے سے انہیں کیا مل گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے حنبلیوں کا کیا بگاڑا ہے جو انہوں نے میرے محل پر حملہ کیا؟"

اب ترکی کیمپ کے پانچ ہزار جوان باہر آ گئے تھے جو غل مچا مچا کے کچھ کہہ رہے تھے۔ مستعصم نے ان کا شور سن کے پوچھا:

"یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ وقت پر تو کسی کا پتہ نہ تھا اور اب موقع نکل گیا تو اپنی سپہگری دکھانے آئے ہیں۔"

ایک غلام: "یہ لوگ امیر المومنین سے کچھ عرض کر رہے ہیں۔"

مستعصم: "کیا کہتے ہیں؟"

غلام: "جان بخشی ہو تو عرض کروں۔"

مستعصم: "میں نے معاف کیا۔ جو کچھ کہتے ہوں مجھ سے صاف صاف بیان کر دو۔"

غلام: "کہتے ہیں ابھی کیا ہے۔ آج تو رات کو یہ واقعہ پیش آیا کل دن دھاڑے ایوان خلافت لٹے گا۔ سارا ترکی لشکر موقوف کر دیا۔ ہم لوگ بے روزگار ہو گئے اور اب نہ کوئی رعایا

Marfat.com

کا محافظ ہے نہ سلطنت کا۔"

مستعصم "ان سے کہہ دو کہ یہ تمہاری غفلتوں کا ہی نتیجہ ہے اور اب تم سے ناکارہ لوگوں کے لیے مسلمانوں کا بیت المال نہیں لٹایا جاسکتا اور اگر حفاظت کا خیال ہے تو اس کام کے لیے دس ہزار جوان بہت ہیں۔"

غلام "مگر شہر میں ہر شخص کی زبان پر ہے کہ ایک ساتھ نوّے ہزار آدمیوں کو برطرف کر کے بے روزگار کر دینا اندیشہ سے خالی نہیں اور کوئی تعجب نہیں کہ اسی سے ان بدمعاشوں کو حوصلہ ہوا ہو۔ ورنہ آج تک کسی کو بھی ایوان خلافت کے اندر قدم رکھنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔"

مستعصم "لوگوں کو بکنے دو۔ میں نے جو کچھ کیا ہے رعایا اور مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی ہی کے لیے کیا ہے اور سوچ سمجھ کے کیا ہے۔"

(افسنتگین کی طرف متوجہ ہو کے)

"تم سے بہت بڑا جرم سرزد ہوا ہے تاہم میں تمہاری خطا معاف کرتا ہوں مگر دو شرطوں پر۔ اول تو اپنے ہم قوم ترکوں کو سمجھا بجھا کے ناراضی سے روکو اور اطمینان دلاؤ کہ ان کے لیے اور بہت سے کام تجویز ہو جائیں گے۔ عراق کے اور صدہا امراء کی ڈیوڑھیوں پر انہیں نوکری مل جائے گی اور دوسرے یہ کہ اس قیدی کو پتہ لگا کے حاضر کرو جو تمہاری حراست سے نکل گیا ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو یوسف کو میرے سامنے حاضر کرو۔"

افسنتگین (ہاتھ جوڑ کے) "میں کوشش میں کوتاہی نہ کروں گا۔"

مستعصم "اور اس کا بھی پتہ لگاؤ کہ حنابلہ کی اس حملہ سے کیا غرض تھی؟"

ایک ترک "امیرالمومنین! وہ اپنی غرض خود ہی بتا گئے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں شافعیوں کی مدد نہ کی جایا کرے اور شافعی لوگ ان کے خلاف عقائد کو ظاہر کرنے سے روکے جائیں اور یہ نہ ہوا تو وہ شیعوں کے ساتھ مل کے سارے شہر میں ہنگامہ مچا دیں گے۔"

Marfat.com

مستعصم: "خوب! تو وہ بھی مجھے دھمکاتے ہیں۔ اپنے جد بزرگوار عباس بن عبدالمطلب کی حرمت کی قسم ایک نہ سنوں گا اور دیکھوں وہ کیا کر لیتے ہیں۔"

یہ کہہ کے مستعصم نے پہرے والوں کو مستعدی کی تاکید کی اور تلوار میان میں کر کے محل میں داخل ہوا۔

Marfat.com

(۱۳)

ایک خطرناک سازش

○

رات کا پچھلا پہر ہے اور گرمیوں کی رات، جبکہ بغداد میں دن کی اُمس اور شدید گرمی کے بعد خنکی پیدا ہو جاتی ہے، اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نیند کے ماتوں کو پنکھا جھل جھل کے اور زیادہ غافل کر دیتے ہیں۔

سارے عالم پر خاموشی طاری ہے اور رسوا پہرے چوکی والوں کی آوازوں کے جو امرائے بغداد کی ڈیوڑھیوں اور عالی شان قصروں کے بلند برجوں سے طرح طرح کی صدائیں لگایا کرتے ہیں کوئی آواز نہیں سنی جاتی۔

تارے اپنی جھلملاتی ہوئی آنکھوں سے بے قرار دنیا کے اس خاموش منظر کو دیکھتے اور اپنی ابدی خاموشی سے اس منظر میں ایک حسرتناک سناٹا پیدا کر رہے ہیں۔ شب بیدار طیور دھندلی فضائے ہستی میں اڑتے ہیں مگر ایسی آہستگی سے کہ ان کے پروں کی حرکت کی آواز مطلق نہیں سنی جاتی اور خبر بھی نہیں ہوتی کہ کب آئے اور کدھر نکل گئے۔

رکن الدین دوادار مجسٹریٹ اور کوتوال شہر کی خاص جمعیت کے چار گروہ جن میں سو سو آدمی ہوتے ہیں، شہر کے مختلف حصوں میں روند پھرتے ہیں۔ ان کے ساتھ روشن چوکی بجتی ہے اور جدھر سے گزرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک مختصر سی برات نکل گئی۔ بس یہی لوگ ہیں

Marfat.com

جو اس وقت دنیا کی زندگی کا کچھ ثبوت دیتے ہیں ورنہ اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے دینوی زندگی کا کہیں پتہ چل سکے مگر نہیں ایک اور ثبوت بھی موجود ہے۔

یعنی محلہ سوق العروس کے ایک دو منزلہ مکان میں کوٹھے کے ایک بلند کمرے میں روشنی ہو رہی ہے۔ اس کمرے کے اندر پر تکلف فرش ہے۔ سفید چاندنی پر ریشمی قالین بچھے ہیں اور صدر میں ایک نہایت نرم گدا ہے۔ دیواروں پر جا بجا دیوار گیریاں لگی ہیں اور ان پر مختلف رنگوں کے مصنوعی پھول اور گلدستے خوبصورتی سے آراستہ کیے گئے ہیں۔ انہیں کے درمیان میں اکثر جگہ مشہور روزگار خوش نویسوں اور خاصۃً ابن مقلہ وغیرہ کے لکھے ہوئے قطعات اور وصلیاں جن میں طربی کے پُر اثر اور پند آمیز کلمات ثبت ہیں، آویزاں ہیں۔ دروازوں پر حریر سبز کے پردے ہیں۔ جو اس وقت باندھ دیئے گئے ہیں تا کہ آخر شب کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بے تکلفی سے گزر جایا کریں۔

گدے پر امیرانہ وضع قطع کے دو شخص بیٹھے ہیں۔ ایک کی داڑھی بالکل سیاہ ہے اور دوسرے کی داڑھی میں بہت سے سفید بال بھی ملے ہوئے ہیں۔

پہلا جس کی عمر تیس پینتیس سال سے زیادہ نہ ہوگی، خوش رو اور معمول سے زیادہ گورا ہے اس کے لمبے نیل میں ڈوبے ہوئے بال شانوں تک لٹک رہے ہیں جن میں کسی پری جمال کی زلف شبگوں کی آب و تاب پائی جاتی ہے۔ صرف کرتا پائجامہ پہنے ہے اور اس بے تکلفی کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی صاحب خانہ ہے۔

دوسرے شخص کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے۔ اس نے اپنا سیاہ زرکار عمامہ سر سے اتار کر قریب ہی زمین پر رکھ دیا ہے اور سر کی چندیا کافوری شمع کی روشنی میں چمک رہی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر پر بال بہت نہیں ہیں۔ کبھی یہ خوش رو ہوگا مگر چیچک نے بالکل صورت بگاڑ دی ہے۔

یہ سن رسیدہ شخص گدے پر پالتی مار کے بیٹھا ہے اور باوجودیکہ پچھلی رات کا سناٹا ہے اور آس پاس کسی زندہ مخلوق کا نام و نشان بھی نہیں مگر اس نے اپنے ہم صحبت کی طرف جھک کے سرگوشی کی شان سے کہا:

Marfat.com

"شہر میں دو ہی شخص ہیں۔ ابن علقمی اور آپ۔ اور ان میں بھی جو عزت آپ کو حاصل ہے وہ ابن علقمی کو نہیں نصیب۔ ابن علقمی کی ساری قوت یہ ہے کہ خلیفہ اس کے کہنے میں ہیں مگر آپ کی قوت بغداد کی ساری رعایا سے ہے۔ بغداد کا ادنیٰ یا اعلیٰ کون شخص ہے جو میرے نامی دوست مجاہد الدین ایبک کی طرفداری کا دم نہیں بھرتا۔"

ایبک: "لیکن جس آزادی سے امیر المومنین کے سامنے آپ گفتگو کر سکتے ہیں، کوئی نہیں کر سکتا۔ ملک الناصر داؤد کے جواہرات کے بارے میں آپ نے جس صفائی سے گفتگو کی، آپ ہی کا کام تھا۔"

شخص: "مگر نتیجہ کیا ہوا۔ یہی کہ امیر المومنین نے کچھ سماعت نہ کی۔"

ایبک: "وہ نہ سماعت کریں۔ بغداد کا بچہ بچہ تو مانتا ہے کہ نجم الدین باذرائی نے امیر المومنین کے سامنے ایسی آزادی کے ساتھ حق بات کہہ دی۔"

باذرائی: "اب بھی جو آپ کہیں میں امیر المومنین سے جا کے کہہ دوں گا مگر تحریک کرنا اور قومی و ملکی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہونا آپ کا کام ہے۔ آپ اگر اٹھ کھڑے ہوئے تو سارا بغداد لے آپ کا ساتھ دیں گے اور میں تو آپ کے ساتھ ہی ہوں۔"

ایبک: "میرا تو دل کھٹا ہو گیا۔ امیر المومنین اب شیعوں کی ایسی جنبہ داری کر رہے ہیں کہ جی نہیں چاہتا میں کسی معاملے میں دخل دوں۔"

باذرائی: "مگر یہ خاموشی کا وقت ہے؟ مستعصم کی حماقت سے چھ سو برس کی کمائی خاک میں ملی جاتی ہے اور بغداد تباہ ہونے کو ہے۔ خلیفہ کے ساتھ دراصل نہ مجھے ہمدردی ہے نہ آپ کو اور نہ کسی اور کو ہونی چاہیئے۔ لیکن بغداد کی تباہی اور آل عباس کی پامالی کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ کبھی دیلمیوں کا زور تھا اور ان کی وجہ سے یہاں شیعیت بہت چمک گئی تھی اور سنیوں پر طرح طرح کی زیادتیاں بھی ہوئیں مگر جو کچھ ابن علقمی کر رہا ہے وہ تو ان متعصب شیعہ فرماں رواؤں نے بھی نہیں کیا تھا۔ آپ کو شاید ابن علقمی کے ہتھکنڈے معلوم نہ ہوں گے میں نے اپنے معتبر دوستوں سے جو کچھ سنا ہے۔ ایسا ہے کہ سنتے ہی پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ یہ تو ساری دنیا میں مشہور ہے کہ اس نے خلافت کی ساری فوج خلیفہ

Marfat.com

سے کہہ کے یک قلم موقوف کرادی اور بے وقوف خلیفہ کے دل میں حرص وطمع کے باعث یہ خیال بھی نہ گزرا کہ تو ّے ہزار سپاہیوں کے یک بیک برطرف اور بے روزگار ہو جانے سے جو ہنگامے اور فساد پیدا ہوں گے وہ درکنار عباسی حکومت کس قدر کمزور ہو جائے گی. اب میں نے نہایت مستند ذرائع سے یہ خوفناک خبر سنی ہے کہ ابن علقمی چاہتا ہے کرخ کی تباہی کا بدلہ لے. چنانچہ اس نے "تاتاریوں کے وحشی وکافر سپہ سالار ہلاکو خان سے سازش کی ہے اور اسے ابھار رہا ہے کہ آ کے بغداد پر قبضہ کر لے." تاتاریوں کے مظالم ساری دنیا پر روشن ہیں۔ انہیں سوا قتل وخون کے کسی بات میں مزہ ہی نہیں آتا. جس شہر میں جاتے ہیں ساری آبادی کو صاف کر دیتے ہیں۔ ان کی خون آشام تلوار سے نہ بوڑھے بچتے ہیں نہ جوان، نہ بچے امان پاتے ہیں نہ عورتیں۔ لہذا اس آفت کو جس طرح بنے روکنا چاہیئے ورنہ قیامت ہو جائے گی"

ایبک ": مگر اس کی کیا روک ہو سکتی ہے؟"

باذرائے: آپ رعایا کو اس شاہی حکم کی مخالفت پر ابھاریئے اور ابن علقمی کا زور توڑیئے اور میں خود جا کے امیر المومنین سے کہوں"

ایبک ": کیا آپ سمجھتے ہیں کہ امیر المومنین کچھ سماعت کریں گے. ہرگز نہیں. جب انہوں نے اپنے ولی عہد شہزادہ ابوبکر کی نہ سنی تو آپ کی یا کسی اور کسی کی کیا سنیں گے"

باذرائے ": مگر جب رعایا جوش وخروش کے ساتھ اٹھ کھڑی ہو گی تو انہیں زبردستی سننا ہی پڑے گا"

ایبک ": عورتوں کی صحبت نے انہیں بزدل اور تنگ خیال بنا دیا ہے. وہ جب باہر ہی نہیں آتے تو رعایا کے جوش کی خبر ان کے کانوں تک کیوں پہنچنے لگی تھی۔ میرے آپ کے سے دو چار آدمی جا کے بیان کر دیں گے تو انہیں یقین نہ آئے گا اور ابن علقمی کے سوا کسی کے کہنے کا اعتبار نہ ہو گا۔ ابن علقمی کبھی ان پر ظاہر ہی نہ ہونے دے گا کہ رعایا میں کچھ جوش ہے یا انکا جوش خطرناک ہے اور قیامت یہ ہوئی کہ شہر کے تمام علما جا کے امیر المومنین سے یہ کہہ آئے کہ اطراف وجوانب کے شیعہ بگڑے ہوئے ہیں اور بغداد پر حملہ کرنے

Marfat.com

والے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دل میں شیعوں کی یورش سے ڈر گئے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ حنابلہ نے خاص قصر خلافت پر حملہ کیا تو انہوں نے بھی یہی بات کی ... یا کہ ہم شیعوں کا ساتھ دیں گے۔"

باذر اے: "تو پھر انہیں علما و فقہا اور اعیان شہر کو بھیجنا اور ظاہر کرانا چاہیئے کہ خلافت کس قدر خطرناک حالت میں ہے۔"

ایبک: "اب کے ان کی سماعت نہ ہوگی۔ اول تو ان سے ملیں ہی گے نہیں۔ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ پھر کبھی تم نے اس طرح ملنے کا قصد کیا تو میں نہ ملوں گا اور اگر کسی مجبوری سے مل بھی لیا تو سماعت نہ کریں گے۔ وہ دل میں کہیں گے کہ جو لوگ موقوف کر دیئے گئے ہیں، انہیں لوگوں نے ان کو آمادہ کر کے بھیجا ہے۔ بہرحال مجھے تو کچھ بھی امید نہیں ہے۔"

باذر اے: "اگر امید نہیں تو پھر اس نازک موقع پر ہمیں اپنے وطن اپنے مذہب اور اپنی امامت عباسی کا خیال کرنا چاہیئے۔ جس عضو کے اچھے ہونے کی امید نہیں باقی رہتی وہ دیگر اعضا کے محفوظ رکھنے کے لیے کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ جب فلاح کی اور کوئی صورت نہ نظر آئے گی تو ہم سریر خلافت کو مستعصم سے اور مسند وزارت کو ابن علقمی سے خالی کرا لیں گے اور دونوں قتل کیے جائیں گے۔"

ایبک: "یہی ایک تدبیر تھی۔ مگر ان دونوں پر غیر ممکن ہے۔ یہ بات فی الحال ممکن ہے تو خراسان کے باطنی فدائیوں سے یا بغداد کے عیاروں سے مگر باطنی لوگ تاتاریوں کی یورش سے خود پریشان ہو رہے ہیں اور عیاروں کا پتہ لگانا مشکل ہے۔"

باذر اے: "ہم ڈھونڈھیں گے تو مل ہی جائیں گے۔ آپ رعایا میں برہمی تو پیدا کرایئے اور ہاں شہزادہ ابوبکر کو ابھارا جائے کہ وہ خود خلافت کے امیدوار بن کے ایسے ناکارہ خلیفہ سے تخت کو خالی کرا ئیں۔"

ایبک: "ان سے بھی اس بارے میں ساتھ دینے کی امید نہیں۔ وہ اگرچہ باپ کے ان افعال سے نالاں اور ان کے طرز حکومت کے سخت مخالف ہیں مگر باپ سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ ان کے خلاف کسی کارروائی میں نہ شریک ہوں گے اور نہ ان سے ایسی جرأت ہوگی۔"

Marfat.com

باذرائے: "آپ کو کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ ملک الناصر داؤد کے جواہرات قصر خلافت سے کیونکر نکل گئے اور ان کے صندوق میں نسیم السحر کیونکر پہنچ گئی؟"

ایبک: "یہ عیاروں کی دل لگیاں ہیں۔ جواہرات کو وہی لے گئے ہیں اور امیر المومنین کے چڑھانے اور اپنا رعب بٹھانے کے لیے یہ حرکت کی کہ ان کا صندوق بازار میں پکڑا گیا اور اسے کھولا تو بجائے جواہرات کے اس میں بے ہوش نسیم السحر نکلی۔ پھر لطف یہ کہ صندوق جس شخص کے قبضہ سے برآمد ہوا وہ ایک شریف خاندان کا شیعہ نوجوان ہے جسے اس کی خبر بھی نہ تھی کہ صندوق کے اندر کیا ہے۔"

باذرائے: "اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ اس نوجوان کو حنابلہ محل پر حملہ کر کے شاہی حراست سے نکال لے گئے۔"

ایبک: "مگر بغداد میں مشہور یہ ہے کہ اسے حنابلہ نہیں بلکہ عیار لوگ لے گئے ہیں۔"

باذرائے: "یہ سب امور آج کل کی طوائف الملوکی کے کرشمے ہیں اور اگر ہم آپ کوشش کریں گے تو خدا سے امید ہے کہ ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ لہٰذا اب ہم عہد کر لیں کہ اس وقت سے ابن علقمی کے خلاف کوشش کریں گے اور اگر خلیفہ ہماری نہ سنے گا تو وہ خود نہ ہوگا۔"

ایبک نے بھی اس تجویز کو منظور کیا اور دونوں نے بیعت و معاہدہ کے طریقے سے باہم ہاتھ ملا کے مضبوط عہد و پیمان کیا کہ آخر تک ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔"

باذرائے: تو اب میں جاتا ہوں۔ اسی غرض کے لیے آج اس تنہائی و اطمینان کے وقت آپ سے ملنے کا آرزومند تھا۔ دن کو ملتے تو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہوں اور ابن علقمی کو خبر ہو جائے۔"

ایبک: "اب تو صبح ہونے ہی کو ہے۔ اس وقت کہاں جایئے گا۔ یہیں آرام فرمایئے۔"

باذرائے: "نہیں مجھے جانے ہی دو۔ اسی سناٹے اور اندھیرے میں نکل جاؤں تو اچھا ہے۔ صبح کو کسی نہ کسی کی نظر پڑ جائے گی اور سارے شہر میں میری آپ کی ملاقات کے متعلق طرح طرح کی باتیں مشہور ہو جائیں گی۔ اب اس کے بعد جب کبھی مجھے آپ سے کچھ کہنا ہوگا

Marfat.com

اپنے معتبر دوست ہشیم معلوک کے ذریعے سے کہلا بھیجوں گا۔"

ایبک"! اور میں اپنے معتمد علیہ جاسوس نجنہ نیرنجی کو آپ کے پاس بھیجا کروں گا وہ اس طرح آپ سے مل آئے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔"

اس کے بعد باذرائے ایبک سے رخصت ہو کے نیچے اترا۔ سڑک پر نکلنے سے پہلے اپنا سر ایک رومال میں لپیٹ لیا اور تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف چلا جو یہاں سے دو میل کے فاصلے پر سوق الانماط میں تھا اور بغیر اس کے کہ راستے میں کسی کی نظر پڑے پہنچ گیا۔

Marfat.com

⑭

زبیدہ کی بے قراری

آدھی رات آچکی ہے اور ماہتاب آسمان کے بلند ترین حصہ پر نمایاں ہے ۔ ایوان خلافت کے پھاٹک اور تمام امرائے بغداد کی ڈیوڑھیوں پر رات کی آخری نوبت بج چکی اور تمام لوگ اپنے ہر قسم کے مشاغل سے فراغت کر کے بچھونے پر پہنچ گئے ہیں۔ اکثر تو سو گئے اور بعض نیند کے انتظار میں ہیں:

انہیں جاگنے والوں میں ہماری حسین و نازنین زبیدہ بھی ہے جو پلنگ پر پڑی کروٹیں بدل رہی ہے ۔ چاہتی ہے کہ سو ئے مگر نیند نہیں آتی۔ بار بار بن بن کے اور آنکھیں بند کر کر کے لیٹتی ہے کہ سوئے مگر بعض ایسے پریشان خیالات دماغ میں بسے ہوئے ہیں جو نیند کو پاس نہیں پھٹکنے دیتے۔

ان فکروں اور خیالات پریشاں نے اس کے دل ودماغ پر ایسا زبردست پہرہ بٹھا رکھا ہے کہ نیند تو نیند فی الحال مسرت وشادمانی اور اطمینان وفارغ البالی کی باتیں بھی اس سے کوسوں دور رہتی ہیں۔

جس دن حنبلیوں نے ایوان خلافت پر حملہ کیا تھا اور یوسف بن احمد شاہی حراست سے نکل کے غائب ہوگیا تھا، اسے پورے دو مہینے ہوگئے ۔ زبیدہ خلیفہ مستعصم کی زبان

Marfat.com

سے اس کے قتل کا حکم سُن کے گھبرا اٹھی تھی اور جب تک یوسف محل میں قید رہا اس کا نازک دل دھڑکتا ہی رہا مگر اس کے نکل جانے کی خبر سن کے وہ خوش ہوئی اور ایک قسم کا اطمینان ہوگیا تھا کہ وہ جلادوں اور قاتلوں کے قبضہ سے نکل گیا لیکن اب اسے فکر تھی کہ شاہی قید سے چھوٹ کے وہ کہاں گیا۔

خود اسے تلاش کرنے اور پتہ لگانے کا کوئی موقع نہیں حاصل تھا لیکن یوسف کے گھر میں اپنی لونڈی سوسن کو روز بھیج کے دریافت کراتی کہ اس کا کہیں پتہ لگا یا نہیں۔ خود تو زبان نہ کھولی جاتی مگر اسی سوسن اور گھر کی اور خادماؤں کے ذریعے سے اپنی ماں سے پوچھواتی مگر کچھ حال نہ کھلتا کہ وہ کیا ہوا اور کہاں گیا؟

اب اتنے دن گزر جانے پر بھی کچھ حال نہ کھلا تو اس کی پریشانی اور گھبراہٹ حد سے زیادہ گزر گئی۔ اب اس سے بھوک پیاس چھوٹ گئی ہے۔ نیند اُڑ گئی اور ہر وقت ایک فکر دامنگیر رہتی ہے اور بیقراری کا عالم طاری ہو گیا ہے۔

چنانچہ اس وقت بھی جب کہ وہ نیند کی آرزومند ہے۔ دماغ میں یہ خیالات گزر رہے ہیں۔ اگر اسے حنبلی پکڑ لے گئے تو اپنے پاس رکھ کے کیا کریں گے؟ یوسف نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ جو اسے اپنے پاس قید رکھتے؟ چھوڑ ہی دیا ہوگا۔ پھر وہ اپنے گھر میں کیوں نہیں آیا؟ لیکن اسے دھڑکا لگا ہوگا کہ کسی نے بھی میری صورت دیکھ پائی تو گرفتار کر کے امیرالمومنین کے حوالے کر دے گا۔ بے شک وہ خود اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہوگا اور کسی کونے میں دبکا بیٹھا ہوگا۔ لیکن یہاں ہوتا اور اپنے اختیار میں ہوتا تو مجھ سے ضرور ملتا اور اس کی طبیعت سے خاموش بھی نہ بیٹھا جاتا۔ اور آج کل تو اسے چھپ کے بیٹھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے وہ اپنے ہم مذہب شیعوں میں چلا جائے یا جا کے وزیر علقمی کے گھر میں بیٹھ رہے تو پھر کوئی اسے گرفتار نہ کر سکے گا۔ قتل عظیم ہو جانے کے باعث شیعوں میں ان دنوں بڑا جوش ہے اور ان سے بغداد کے امیر اور علما ہی نہیں خود امیرالمومنین بھی ڈر رہے ہیں اور اگر وہ شیعوں میں جا کے بیٹھ رہے تو امیرالمومنین کو معلوم ہونے پر بھی اس کو گرفتار کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔"

میں سمجھتی ہوں کہ وہ شہر چھوڑ کے کہیں اور چلا گیا۔ لیکن وہاں سے بھی مجھے یا اپنے گھر

Marfat.com

والوں کو خط ضرور بھیجتا۔

خیالات کا سلسلہ یہاں تک پہنچنے کے بعد چند منٹ تک اس کے دماغ کو سکون رہا اور یک بیک اس پہ ایک خوف کا سا عالم طاری ہوا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وحشت وبیقراری حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ گھبرا کے پلنگ پر اٹھ بیٹھی۔

"ہائے کہیں وہ قصر سیدوک میں تو نہیں گرفتار ہو گیا؟ خداوندا کہیں ایسا غضب نہ ہو جائے قصر سیدوک والے اس کے دشمن ہیں اور سنتی ہوں کہ وہاں لوگ پکڑ پکڑ کے جان سے مارے جاتے ہیں۔"

عنقودہ سے ان دنوں میں دو تین دفعہ ملی تھی مگر انہوں نے اس کا کچھ تذکرہ نہیں کیا اور نہ میں نے پوچھا۔ تو اب انہیں کے پاس جا کے خوشامد کروں گی۔ مجھے اگر کچھ مدد مل سکتی ہے تو انہیں سے۔ کئی دن سے ام زغول بھی نہیں آئیں۔

یہ خیال آتے ہی اس نے سوسن کو پکارا جو دو گھنٹے پہلے جا کے سو رہی تھی۔ جب اس سے جواب نہ ملا تو اٹھ کے باورچی خانے میں گئی۔ اسے جگا کے بٹھایا اور کہا:

"سوسن! تم کل صبح تڑکے جا کے ام زغول کو بلا لانا۔"

سوسن: "تو بیوی اس کے لیے آپ کو تکلیف کر کے یہاں آنے اور مجھے جگانے کی کون سی ضرورت تھی۔ صبح کو آپ جیسے ہی حکم دیتیں میں چلی جاتی۔"

زبیدہ: "کیا کہوں سوسن! میرا دل الجھ رہا ہے اور ہزار کوشش کرتی ہوں کسی طرح نیند نہیں آتی اسی گھبراہٹ میں یہاں چلی آئی اور تمہاری نیند خراب کی۔"

سوسن: "تو آپ نے مجھے پہلے ہی جگا دیا ہوتا۔ میں آپ کے پاس بیٹھ کے باتیں کرتی۔ کوئی کہانی کہتی۔ نیند آ ہی جاتی۔"

زبیدہ: "میں نے کہا کہ تم دن بھر کی تھکی ماندی ہو۔ زیادہ جاگنے میں تمہیں تکلیف ہو گی۔"

سوسن: "صدقہ گیا تھا اپنے آرام کو! آپ کو تکلیف ہو اور آپ کا دل گھبرائے اور میں لیٹ کے سو رہوں۔"

زبیدہ: "سوسن! تم ذرا کل پھر یوسف کے یہاں جانا۔ شاید ان کا کچھ پتہ لگا ہو۔"

Marfat.com

سوسن: "آپ ان کے لیے گھبرائیں نہیں۔ وہ جہاں ہوں گے خیریت سے ہوں گے۔ رہا پتہ تو وہ ابھی مدت تک نہ لگے گا۔ کون بے وقوف ہوگا جو خود ہی آ کے بلا میں پھنس جائے گا کہیں ان کا ذرا بھی حال معلوم ہوا تو امیرالمومنین کے غلام جا کے گرفتار کر لیں گے۔"

زبیدہ: "لیکن آج کل امیرالمومنین ایک مشہور اور شریف گھرانے کے شیعہ کے ساتھ سختی کرتے ڈریں گے۔"

سوسن: "بی بی ایسا نہ سمجھیے۔ جواہرات کا ایسا معاملہ ہے کہ انہیں کسی کی مروت نہ ہوگی مگر آپ کے اطمینان کے لیے کل پھر ان کے گھر جا کے دریافت کر آؤں گی۔"

زبیدہ: "مگر ام زغول کو نہ بھولنا۔ وہ بڑی بلا کی عورت ہے۔ کہیں نہ کہیں پتہ لگا ہی لے گی اور جی چاہتا ہے کہ کل اسی کام کے لیے میں قصر سیدوک میں چلی جاؤں۔"

سوسن: "بی بی! آپ بڑا کام کرتی ہیں جو وہاں جاتی ہیں۔ مجھے تو وہاں کا نام سن کے ڈر معلوم ہونے لگتا ہے۔"

زبیدہ: "وہاں جانے میں تو ڈر نہیں مگر مجھے اس کا دھڑکا ہر گھڑی لگا رہتا ہے کہ کہیں ابا جان کو میرے وہاں آنے جانے کی خبر نہ ہو جائے۔ میں تو اماں جان کو بھی خبر نہ کرتی اور سب سے چھپاتی لیکن بغیر ان کے جانے مجھے خوف تھا کہ میرے گھر سے غائب رہنے پر گھر میں طرح طرح کی بدگمانیاں ہوں گی۔ اسی لیے میں نے ان سے کہہ دیا اور غنیمت ہے کہ اماں جان نے منظور کر لیا۔"

سوسن: "وہ کیوں منظور نہ کرتیں۔ مگر بی بی ایک دن مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیے۔"

زبیدہ: "تم تو وہاں کے نام سے کانپتی ہو۔"

سوسن: "مگر آپ کے ساتھ رہوں گی تو دل مضبوط رہے گا۔"

زبیدہ: "اچھا کل تو نہیں، کسی اور دن لے چلوں گی۔"

ان باتوں کے بعد سوسن نے ایک کہانی شروع کی جو آدھی بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ زبیدہ کی آنکھ لگ گئی۔

دوسرے دن صبح کے کاموں سے فارغ ہوتے ہی سوسن یوسف بن احمد کے گھر گئی لیکن

Marfat.com

معلوم ہوا کہ ابھی تک اس کا حال نہیں معلوم کہ کہاں ہے۔ واپسی میں وہ ام زغول کے گھر گئی اور دوپہر کے قریب اسے ساتھ لیے ہوئے واپس آئی:

ام زغول نے زبیدہ کو پریشان حال دیکھا تو کہا:

"آپ حیران و پریشان نہ ہوں میں جس طرح بنے گا یوسف کا پتہ لگاؤں گی اور اگر اور کہیں پتہ نہ لگا تو فقر بہدوک میں جا کے عنقودہ خاتون سے پوچھوں گی":

زبیدہ: "ام زغول! مجھے سارا خوف وہیں کا ہے۔ تم کہہ چکی ہو کہ وہاں لوگ لا کے قتل کر ڈالے جاتے ہیں اور یوسف کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے دشمن ہیں اور یہ دشمنی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اس معاملے میں میرے کہنے سننے کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ایسا نہ ہو کہ اوروں کی طرح میرا یوسف بھی قتل کر کے دجلہ میں بہا دیا جائے":

ام زغول: "ہزار دشمنی ہو مگر آپ کے خیال سے وہ ایسا نہ کریں گی لیکن میں کہتی ہوں کہ آپ کو یوسف سے اس قدر محبت ہی کیوں ہے۔ اول تو وہ شیعہ ہیں اور شیعوں سے دشمنی رکھنا ہمارا ایمان ہے۔ میرے نزدیک تو شیعہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ آپ ابھی بھولی ناسمجھ ہیں۔ اس کی بھولی بھالی صورت دیکھی، اس کی چکنی چپڑی باتیں سنیں اور فریفتہ ہو گئیں۔ اسے آپ کیا جانیں کہ شیعہ سے شادی کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے":

زبیدہ: "میری خالہ ہی کی شادی یوسف کے باپ کے ساتھ اور شیعوں کے گھر میں ہوئی مگر کوئی برا انجام نہیں ہوا۔ وہ اپنے گھر میں خوش ہیں اور کسی بات کی شاکی نہیں":

ام زغول: "اگر خوش ہیں تو یقین جانیے، زبردستی شیعہ کر لی گئی ہوں گی اور شیعہ ہوں گی۔ چاہے آپ کی والدہ سے چھپاتی ہوں":

زبیدہ: "نہیں۔ وہ اچھی خاصی سنی ہیں۔ ہمیشہ امام احمد اور غوث الاعظم کے مزار پر زیارت کو جاتی ہیں، اور اس سے بڑھ کے اور کیا ہو گا کہ ہر سال ۲۶ ذی الحجہ کو ہمارے یہاں آ کے عید غار کی خوشی میں شریک ہوتی ہیں اور ۱۸ محرم کو مصعب بن زبیر کا ماتم بھی کرتی ہیں":

ام زغول: "یا ستی! تم کیا جانو یہ سب تقیہ کی باتیں ہیں اور کیا انہیں اس بات کی کوفت نہ ہو گی

Marfat.com

کہ ان کا بیٹا شیعہ ہے۔ میں تو نہیں جانتی کہ کوئی ماں بیٹے کو اپنے مذہب کے خلاف دیکھے اور اس کا دل پاش پاش نہ ہو جائے۔"

زبیدہ: "جو کچھ ہوا نہیں تو اس کا صدمہ نہیں ہے۔"

ام زغول: "ابھی کوئی چار مہینے ہوئے میرے محلہ میں ایک لڑکی کی شادی شیعہ لڑکے سے ہوئی۔ بیاہ کے جانے کی رات ہی کو ان لوگوں نے جب تک اس غریب سے تبرّا نہ کہلا لیا جان نہ چھوڑی بھولی بے زبان لڑکی نے جان کے خوف سے یہ ذلت اور بیدینی گوارا کرلی۔ اس کے باپ کو اس کا اتنا بڑا صدمہ ہوا کہ بیمار پڑ گیا اور دس ہی بارہ روز میں جنت کو سدھارا۔ اور دکھیا ماں آج تک سر پیٹتی اور اپنے کیے پر پچھتاتی ہے۔"

زبیدہ: "وہ کوئی متعصب اور ظالم و بے رحم شیعہ ہوں گے۔ سب ایسے نہیں ہوتے۔ نہ سب سنّی ہی ایک طرح کے ہوتے ہیں اور نہ سب شیعہ۔ بُرے بھلے سب ہی میں ہیں۔"

ام زغول: "اسی پر موقوف نہیں۔ ایسے بیسیوں واقعے میری آنکھوں کے سامنے سے گزر چکے ہیں۔ مگر بیٹی خدا جانے یوسف کی کون سی بات تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہے کہ ساری مصلحتوں پر خاک ڈال کے ان کا دم بھر رہی ہو۔ اور اس کا خیال بھی نہیں کرتیں کہ انجام میں کیا ہونا ہے۔"

زبیدہ: "اوّل تو مجھے اس میں دخل نہیں۔ یہ کام ماں باپ کا ہے۔ دونوں نے مجھے یوسف سے نامزد کر دیا اور میں ان کی ہوگئی اور اب ان کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی۔"

ام زغول: "تو ابھی شادی تھوڑے ہی ہوئی ہے۔ انہیں اختیار ہے چاہیں کریں اور چاہیں نہ کریں۔ تمہاری مرضی پاؤں تو میں تمہاری اماں جان سے کہوں کہ یہ نسبت زبیدہ کو منظور نہیں ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہوں گی کہ یہ آپ کیا غضب کرتی ہیں کہ اپنی لاڈلی بیٹی ایک شیعہ کو دیئے دیتی ہیں اور انجام کو نہیں دیکھتیں۔"

زبیدہ: "کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔ اب تو مجھے یوسف سے ایسی محبت ہے کہ اس معاملہ میں ان کی بھی نہ سنوں گی۔ بس خدا حافظ۔ شام کو چراغ جلنے سے پہلے آجانا۔"

ام زغول خاموشی کے ساتھ اُٹھ کے چلی گئی اور زبیدہ نے دل میں کہا:

"جو ہے یوسف کا دشمن ہی ہے مگر ہوا کرے جس کا نگہبان خدا ہو اس کا کوئی کچھ نہیں

Marfat.com

بگاڑ سکتا۔"

شام کو ام زغول آئی تو زبیدہ کپڑے بدل کے تیار بیٹھی ہوئی تھی۔ چراغ جلتے ہی اُسے ہمراہ لے کے گھر سے نکلی۔

دجلہ کے کنارے پہنچی تو خلاف امید وہی پرانا ملاح ابوالعنفوق اپنی کشتی لیے موجود تھا، جو ان دونوں کی صورت دیکھتے ہی بولا۔

"یا ستی! خدا جھوٹ نہ بلائے تمہیں لے جانے کا میرے سوا کسی کو حق نہیں ہے۔ جہاں جاؤگی لے چلوں گا۔ جب تک ٹھہروگی، ٹھہروں گا اور جب کہوگی واپس لے آؤں گا۔"

اس کی آواز پہچانتے ہی زبیدہ کشتی میں جا کے بیٹھ گئی مگر ام زغول نے ذرا درشتی کے ساتھ کہا:

"نہیں۔ ہم آج تمہاری کشتی پر نہ جائیں گے۔"

ابوالعنفوق "میری نیک خاتون کشتی کے اندر آچکیں تو اب خدا جھوٹ نہ بلائے کس کی مجال ہے کہ انہیں یہاں سے واپس لے جائے۔"

ام زغول: "کچھ زبردستی ہے؟"

ابوالعنفوق: "ہاں زبردستی ہی ہے۔"

زبیدہ: "ام زغول کیوں بیکار الجھتی ہو۔ آؤ بیٹھو بھی۔"

ام زغول: "بی بی۔ تمہاری خاطر سے چلی آتی ہوں۔ ورنہ میں تو آج اس موئے کی کشتی پر نہ جاتی۔"

یہ کہہ کے ام زغول کشتی میں آئی اور ابوالعنفوق نے بڑی محنت و مستعدی سے کھیا کے تھوڑی ہی دیر میں کشتی قصر سیدوک کی سیڑھیوں سے لگادی۔

دونوں عورتیں زینوں پر چڑھ کے اوپر گئیں۔ حسب معمول وہاں سوگواری کی وضع بنا کے نوحہ خوانی کی اور دم بھر میں عنقودہ اسی پرانی شان سے نمودار ہوتے ہی ہاتھ پھیلا کے کھڑی ہوگئی۔ پھر چند منٹ کے بعد گویا اسے ہوش آیا۔ انگڑائی لے کے بڑھی۔ زبیدہ کو کھینچ کے سینے سے لپٹا لیا اور پیار کر کے کہا:

"میں آج بہت خوش ہوں کہ تم بے بلائے ملنے کو چلی آئیں۔"

Marfat.com

ام زغول: "یا عنقودہ خاتون۔ آج یہ ایک بڑے ضروری کام کے لیے آئی ہیں اور اتنی بڑی آرزو لے کے آئی ہیں جس کو آپ کے سوا کوئی پورا نہیں کر سکتا۔"

عنقودہ: "میں اپنی بہن کو ناراض نہ کروں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ام زغول کو یہیں چھوڑا اور زبیدہ کو ہاتھ پکڑ کے بارہ دری کے قریب لے جا کے داخل زمین ہوئی اور جنۃ العنقود کے چمنوں میں پہنچ کے کہا:

"لے پہلے تم کپڑے بدل کے اپنا زیور پہن لو پھر یہاں کی سیر کرنا۔"

اس کے ان کلمات کے ساتھ ہی دو خواصیں جواہرات کا صندوق لے آئیں جس میں سے نکال کے عنقودہ نے زبیدہ کو ایک آسمانی رنگ کا پر تکلف جوڑا پہنایا۔ اس پر نیلم کا زیور آراستہ کیا۔ اسے خوب سج کے اور دلہن بنا کے پیار کیا اور کہا:

"لے اب چلو باغ کی سیر کرو۔"

چند قدم چل کے رکی اور کہا:

"بہن زبیدہ! مجھے تم سے بڑی محبت ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ تم میرے ساتھ ہمیشہ اسی چمن میں رہا کرتیں۔ خیر کبھی خدا میری یہ آرزو بھی پوری کر دے گا۔ لیکن میری بڑی تمنا یہ ہے کہ کبھی تم یہاں دو تین دن کے لیے آ کے رہو۔"

زبیدہ: "یہ مشکل ہے۔ تین دن تک گھر سے غائب رہوں گی تو اماں جان بھی چھپا نہ سکیں گی۔"

عنقودہ: "لیکن اگر تم اصرار سے کہو گی تو وہ ضرور راضی ہو جائیں گی۔ وہ چاہیں تو کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ پیدا ہی کر سکتی ہیں۔"

زبیدہ: "اچھا میں اس کی کوشش کروں گی مگر دو شرطوں سے۔"

عنقودہ: "کون سی شرطیں؟"

زبیدہ: "اول تو یہ کہ میرے ساتھ میری لونڈی سوسن بھی آئے گی۔ آپ اس کے لانے کی اجازت دیں۔ بغیر اس کے اماں جان میرا یہاں تنہا رہنا ہرگز نہ گوارا کریں گی۔"

عنقودہ: "اور دوسری شرط؟"

زبیدہ: "دوسری شرط یہ ہے کہ یوسف بن احمد کا پتہ لگا دیجئے کہ وہ کہاں ہیں؟ اور جہاں

Marfat.com

تک آپ کا زور چلے ان کی نگہبانی کیجیے۔ اگر ان کا بال بیکا ہوا تو میں خاک میں مل جاؤں گی۔ بس یہی آرزو ہے جسے دل میں لے کے میں آج آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں"۔

عنقودہ (چہرہ کی برہمی کو دبا کے) "افسوس تمہارے دل سے اس ناپاک شیعہ کا خیال نہیں گیا۔ مگر یہ تو ایک نہیں دو باتیں ہوئیں۔ اس کا پتہ بھی لگا دوں اور اس کی حفاظت بھی کروں ان میں سے کوئی ایک اختیار کر لو"۔

زبیدہ "نہیں بہن! اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میرے دونوں ارمان پورے کر دو گی"۔

عنقودہ نازآفرین زبیدہ کے اس جواب پر کچھ دیر تک اس کی صورت شوق و محبت کی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اسے لپٹا کے پیار کیا اور مسکرا کے بولی:

" تمہاری محبت مجھ سے سب کچھ کرائے گی۔ آہ! مجھے وہ باتیں کرنا پڑیں گی جو نہیں کرنے کی ہیں۔ جی تو نہیں چاہتا مگر زبیدہ تمہاری سب خاطر منظور ہے"۔

زبیدہ "تو بہن خدا کے لیے بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟"

عنقودہ "جلدی نہ کرو۔ بتانا کیسا۔ میں تمہیں اس سے ملا دوں گی اور ساری کیفیت تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی اور اسی سے پوچھ لینا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے"۔

زبیدہ "تو کب؟

عنقودہ "جب تم میری تمنا پوری کر دو گی اور تین دن کے لیے اس باغ میں آ کے رہو گی۔ تمہیں اس کی بھی اجازت ہے کہ اپنی لونڈی سوسن کو لیتی آؤ لیکن اسے لانا تو ام زغول کو ساتھ نہ لانا اور سوسن کو خوب سمجھا دینا کہ یہاں کی چیزیں دیکھ کے کوئی سوال نہ کرے اور تمہیں چھوڑ کے کسی طرف چمن میں نہ جائے۔ ہر وقت سایہ کی طرح تمہارے ساتھ ہی ساتھ رہے اگر اس کے خلاف کیا تو زندہ نہیں بچ سکتی اور اس کا بچانا میرے اختیار سے باہر ہو گا"۔

زبیدہ "اسے میں خوب سمجھا دوں گی لیکن یوسف کا حال بہن آج نہ بتاؤ گی؟"

عنقودہ "آج ناممکن ہے۔ تم کل ہی رہنے کے ارادے سے آؤ کل ہی معلوم ہو جائیگا"۔

زبیدہ "تو میں کل نہیں پرسوں آؤں گی"۔

عنقودہ "اور دیکھنا کہ اس دن میں تمہاری دعوت کا کیسا سامان کرتی ہوں مگر ٹھیک بتا دو کہ پرسوں

Marfat.com

ضرور آؤ گی"۔

زبیدہ (سوچ کے) "ضرور آؤں گی"۔

اس جواب کے ساتھ ہی عنقودہ نے زبیدہ کے لبِ لعلین کا ایک بوسہ لے لیا اور زبیدہ بگڑ کے بولی:

"بہن مجھے تمہاری یہ باتیں بالکل نہیں بھاتیں۔ خیر اب مجھے قصر سیدوک پہنچا دیجئے کہ میں اپنے گھر جاؤں"۔

عنقودہ لے جانے کو آمادہ ہوئی تو زبیدہ نے زیور اور کپڑے اتار کے صندوق میں رکھے اور اپنے معمولی کپڑے پہن لیے اور عنقودہ کے ساتھ اسی ساحرانہ طریقے سے قصر سیدوک میں آئی۔ یہاں عنقودہ سے رخصت ہو کے ام زغول سے ملی اور زینوں سے اتر کے کشتی میں جا بیٹھی۔ ابوالعنقوق کشتی لے کے چلا تو ام زغول نے پوچھا:

"جو مراد لے کے آئی تھیں وہ بھی پوری ہوئی؟"

اس کے جواب میں زبیدہ نے کہا:

"ابھی تو پوری نہیں ہوئی۔ شاید اب کی آنے میں پوری ہو جائے"۔

اتنا کہہ کے خاموش ہو گئی۔

تھوڑی دیر میں کشتی مامونیہ میں پہنچ گئی۔ زبیدہ اتر کے اپنے گھر میں پہنچی اور ام زغول کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کر دیا۔ جس کے جاتے ہی اس ادھیڑ بن میں لگ گئی کہ ماں سے تین دن تک باہر رہنے کی اجازت کیونکر حاصل کرے۔

Marfat.com

⑮

مستعصم کی بے نتیجہ بیداری

مستعصم باللہ اپنے قصر الشجر میں رونق افروز ہے۔ محبوبۂ دلبربا نسیم السحر اس کے برابر تخت پر بیٹھی ہے۔ سامنے بیسیوں جادو نگار پری وشیں چنگ و رباب بجا بجا کے گا رہی ہیں۔ اور رعنا گل بدن نازنینیں جواہرات کے درختوں میں پھیلی ہوئی مست خرامی میں معروف ہیں۔ اس شاہی محفل کا سماں دیکھ کے کسی کو یقین نہیں ہو سکتا کہ کوئی انسانی محفل ہے بلکہ کسی ایسی آسمانی محفل کا خیال ہوتا ہے جس میں جنت کی حوریں اور کوہ قاف کی منتخب پریاں جمع ہوں اور سوا عیش و طرب کے کوئی فکر پاس نہ آسکتی ہو۔

خلیفہ تخت زمردین پر تکیہ سے پیٹھ لگائے ایک محویت کے ساتھ گا نا سن رہا تھا کہ اس کی نظر نسیم السحر کے خوبصورت چہرے پر جا پڑی جو اس وقت ملول و حزین نظر آیا۔ ساتھ ہی تکیہ سے اٹھ کے سیدھا ہوا اور کہا:

"نسیم السحر! ملال کس بات کا؟ غالباً اس بات کا صدمہ ہوگا کہ جو لوگ تمہیں میرے قصر سے فریب دے کے نکال لے گئے تھے اور بے ہوش کر کے صندوق میں بند کر دیا تھا ان کا آج تک پتہ نہیں لگا اور نہ ان میں سے کوئی گرفتار ہوا۔"

نسیم السحر: "اگر امیر المومنین کو خیال ہے تو پتہ لگ ہی جائے گا۔"

Marfat.com

مستعصم": مجھے اس کی بڑی فکر ہے۔ افسوس وہ نوجوان جو تمہیں صندوق میں بند کر کے لیے جاتا تھا حراست سے نکل گیا ورنہ اب تک بدمعاش گرفتار ہو گئے ہوتے۔"

نسیم السحر": مگر میں تو پھر یہی عرض کروں گی کہ یہ اس کا کام نہ تھا۔ وہ غریب بے گناہ پھانسا گیا۔"

مستعصم": اچھا اگر اس کی خطا نہ تھی تو بھاگ کیوں گیا؟"

نسیم السحر": میرے خیال میں تو وہ بھاگا بھی نہیں بلکہ جنا بلہ اسے پکڑ لے گئے۔"

مستعصم": پھر اس واقعے کا کیونکر پتہ لگ سکتا ہے؟"

نسیم السحر": جان بخشی ہو تو عرض کروں؟"

مستعصم": نسیم! تمہارے لیے سب معاف ہے اور تم خود جانتی ہو کہ مجھے تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔"

نسیم السحر": جانتی ہوں اور اسی لیے مجھے عرض کرنے کی جرأت بھی ہوئی ہے۔ اصل یہ ہے کہ امیر المومنین پتہ لگانا چاہیں تو ممکن نہیں کہ پتہ نہ لگے۔"

مستعصم (مسکرا کے)" تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارے لیے کمی کروں گا۔ جس قسم کے احکام کہو جاری کر دوں یا جس کو کہو پکڑوا منگاؤں۔"

نسیم السحر": نہ کسی کی گرفتاری کی ضرورت ہے اور نہ کسی کے قتل کی۔ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ امیر المومنین دربار میں جا کے رونق افروز ہوں اور حرم سرا سے باہر قدم نکالیں۔"

مستعصم": دربار سے کیا حاصل ہو گا۔ وزرا و امرا کی جھوٹی سچی باتوں۔ معززین شہر کی بے ہودہ خوشامدوں کے سوا دربار میں رکھا ہی کیا ہے۔ مجھے فضول اظہار شان و شوکت سے بھی نفرت ہے۔"

نسیم السحر": دربار ہی کے ذریعے سے امیر المومنین کو معلوم ہو سکتا ہے کہ سلطنت میں کیا ہو رہا ہے، رعایا کا کیا حال ہے اور لوگ کن باتوں میں مصروف ہیں؟ رہی خوشامد اور جھوٹی باتیں وہ دم بھر میں موقوف ہو سکتی ہیں۔ امیر المومنین آزاد خیال، لائق اور راست باز امرا منتخب کریں۔ خوشامدیوں کو منہ نہ لگائیں اور ان سے نفرت کریں۔ چار ہی دن میں لوگ حضور کے سامنے سچ بولنے لگیں گے۔ لیکن امیر المومنین یقین جانیں کہ سلطنت دربار ہی سے ہے۔"

Marfat.com

مستعصم: "تو دربار میں جا کے مجھے کون سی نئی بات معلوم ہو جائے گی جو یہاں نہیں معلوم ہو سکتی؟"

نسیم السحر: "بہت کچھ معلوم ہوگا جس کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے۔ جب حضور اہل دربار کو آزادی دیں گے تو سب اپنی اپنی کہیں گے اور امیر المومنین کو رعایا کی خواہشیں اور سلطنت کی حالت معلوم ہوگی۔ اس کے سوا امیر المومنین جھے تحقیق طور پر معلوم ہوا ہے کہ آج کل بغداد کی حالت بہت ہی خراب ہو رہی ہے۔ ہر گروہ سازشیں کر رہا ہے اور خلافت کے سچے خیر اندیشوں کا کوئی زور نہیں چلتا۔ امیر المومنین! مجھے اپنی ذرا بھی فکر نہیں ہے اور نہ میں اپنے اس واقعہ کی وجہ سے ملول ہوں اور اگر دل میں کچھ خیال تھا بھی تو اپنے حال پر حضور کی مہربانیاں دیکھ کے جاتا رہا۔ مجھے جو کچھ صدمہ ہے سلطنت کی ابتر حالت کا۔"

مستعصم (زور سے قہقہہ لگا کے) "وہ کون سی خرابیاں ہیں جن کی تمہیں تو عورتوں میں بیٹھے بیٹھے خبر ہو گئی اور میرے کانوں میں بھنک بھی نہ پڑی۔"

نسیم السحر: "حضور دربار کریں۔ دربار میں لوگوں کو عرض و معروض کی آزادی دیں اور جو لوگ تنہائی میں ملنا چاہیں ان سے خلوت میں ملیں۔ پھر دیکھئے کیا کیا باتیں معلوم ہوتی ہیں۔"

مستعصم: "کہو تمہاری خاطر سے دربار منعقد کرنے لگوں ورنہ مجھے تو ان درباروں میں خاک لطف نہیں آتا جن سے اکتا گیا ہوں اور سچ یہ ہے کہ مجھے اس میں بڑی تکلیف ہوگی۔"

نسیم السحر: "حضور تکلیف نہ برداشت کریں گے تو رعایا کو آرام کیسے پہنچے گا؟"

مستعصم: "اچھا تمہاری خاطر سے آج ہی دربار کرتا ہوں۔ سب کو آزادی بھی دے دونگا۔ اور جو لوگ تنہائی میں ملنا چاہیں گے ان سے الگ مل لوں گا۔ پھر تو تمہیں صدمہ نہ ہوگا؟"

نسیم السحر: "مگر ایک ہی دن نہیں۔ حضور یونہیں برابر دربار کرتے رہیں تب میرے دل کو اطمینان ہوگا۔"

مستعصم: "نسیم! تمہاری خوشی کے لیے یہ بھی منظور ہے۔"

یہ کہتے ہی جواہر خواجہ سرا کو بلا کے حکم دیا کہ دربار کا مکان کھول کے آراستہ کر دو اور تمام

Marfat.com

امراء عہدہ داران سلطنت اور عام اہل شہر کو اطلاع دیدو کہ آج شب کو دربار عام کروں گا۔ سب لوگ حاضر ہوں۔

جواہر اس حکم کی تعمیل کے لیے جا چکا تو کہا:

"نسیم السحر! اب تو تم خوش ہو گئیں"

نسیم السحر: "میں خوش کب نہ تھی۔ امیر المومنین کے صدقہ میں ہمیشہ خوش رہوں گی۔ ہاں آج حضور کی شکر گزار اور ان عنایتوں پر نازاں ہوں"

مستعصم: "تو جب تک دربار کا وقت آئے اطمینان اور بے فکری کے ساتھ بیٹھ کے گانا سنو"

اب خلیفہ اور نسیم السحر دونوں رقص و سرور میں معروف تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد مستعصم گانا سننے سے سیر ہو کر بولا:

نسیم السحر! کیا بات ہے کہ اب میرا دل ان عیش و طرب کی صحبتوں میں بھی نہیں لگتا۔ پہلے مجھے دربار کا بڑا شوق تھا اور روزانہ دربار کیا کرتا تھا۔ اس سے نفرت ہوئی تو شکار میں معروف ہوا۔ چند روز میں اس سے بھی نفرت ہو گئی تب ان رقص و سرور کی صحبتوں میں دل بہلانے لگا۔ لیکن اب دیکھتا ہوں کہ اس سے بھی جی ہٹا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری صحت اچھی نہیں ہے اور یہ سب باتیں کسی اندرونی مرض کی وجہ سے ہیں جس کا علاج طبیبوں سے نہیں ہو سکتا"

نسیم السحر: "امیر المومنین کے دشمنوں کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ یہ فقط بے اعتدالی کا نتیجہ ہے۔ حضور کا معمول ہے کہ جس کام کی طرف توجہ ہوتی ہے بالکل اسی میں معروف ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نفرت ہو ہی جانا چاہیئے۔ چاہے کتنی ہی بڑی عیش و آرام کی بات ہو جب اس میں حد سے زیادہ معروف ہو جایئے گا، بے لطف اور بے مزہ ہو جائے گی"

مستعصم: "تو پھر کیا کروں؟"

نسیم السحر: "تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے ہر روز یہ سب کام کیا کیجئے۔ پہلے دربار کیجئے۔ جب وہاں دل نہ لگے گانا سنیئے۔ جب اس سے بھی جی ہٹنے لگے حرم سرا کی عورتوں میں بیٹھ کے دل بہلایئے۔ جب اس سے بھی دل بھاگنے لگے جا کے شہر کی سیر کیجئے۔ باغوں کی ہوا کھایئے۔ کشتی میں

Marfat.com

بیٹھ کے دجلہ کی بہار دیکھئے۔ جب دیکھئے کہ دل کو اس سے بھی وحشت ہوتی ہے چوگان کھیلئے یا شہر سے تھوڑی دور باہر جا کے شکار کھیلئے۔ اسی طرح کے بیسیوں کام پیدا ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سب کام کیجئے مگر اتنی ہی دیر تک جب تک کہ ان میں دل لگے۔"

ستعصم: "یہ سب کام تو مجھ سے ایک دن میں نہ ہو سکیں گے۔ مگر خیر دیکھا جائے گا۔"

اسی قسم کی باتوں میں شام ہو گئی اور مستعصم اس جواہرات کے باغ سے اٹھ کے دربار کے قصر ابیض گیا جہاں تمام معززین شہر اور ارکان سلطنت جمع تھے۔ اس کے پہنچتے ہی نقیب نے للکار کر حاضرین طلع کیا کہ امیر المومنین تشریف لے آئے۔ اور سب اہل دربار جو نظریں نیچی کیے مؤدب بیٹھے تھے۔ ں نے خوف وعقیدت کی ایک نگاہ سی وہفتم آل عباس کے چہرے پر ڈالی جس کی تعظیم کے لیے ب اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور منتظر تھے کہ امیر المومنین اپنے تخت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد ت دیں تو اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں۔

مستعصم نے بیٹھ کے تمام حاضرین دربار پر ایک اجمالی نظر ڈالی اور نسیم السحر نے جو باتیں ہیں۔ ان کا پتہ لگانے کے خیال سے کہا:

"میں نے سنا ہے کہ میرے دربار نہ کرنے سے شہر میں سازشوں کا بازار گرم ہو گیا ہے۔ شیعہ سنیوں کے جھگڑے، عیاروں کی چالاکیاں، حنابلہ کا ہنگامہ اور اسی قسم کے اور بہت سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

کسی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

عصم: "تم کچھ جواب نہیں دیتے اور خاموش ہو۔ سنو۔ میں نے دربار اسی لیے چھوڑ دیا کہ سوا آداب وتسلیمات اور خوشامد کی باتوں کے یہاں کوئی بات نہیں سنی جاتی۔ اب میں تم کو عام طور پر اجازت دیتا ہوں کہ جو بات ہو سچ سچ میرے سامنے بیان کر دیا کرو۔ مجھے بتاؤ کہ رعایا کے خیالات کیا ہیں اور کون لوگ فتنہ وفساد کے بانی ہیں۔ اور جو جھگڑے در پیش ہیں ان کی اصلی بنیاد کیا ہے۔ اسی قدر نہیں، اگر کوئی سر دربار اور اس عام مجمع میں بیان کرنا نہ پسند کرتا ہو تو میں تنہائی میں بھی اسے باریابی کا موقع دوں گا اور اس کی سنوں گا۔"

ں مجیر الدین سمعانی: "امیر المومنین اگر لوگوں کو ایسی آزادی مرحمت فرمائیں گے تو پھر کسی

Marfat.com

کو کچھ شکایت نہ باقی رہے گی۔"

مستعصم: "ہاں! میں تم سب کو پوری آزادی دیتا ہوں کہ جو کچھ تمہارے خیال میں ہو بے تکلف بیان کر دو۔"

قاضی: "اب ملک و دولت کو ترقی ہوگی اور رعایا شاد و آباد رہے گی۔"

مجاہد الدین ایبک: "تو امیر المومنین کی اس مرحمت و عنایت سے پہلا فائدہ اٹھا کے میں بہ ادب عرض کرتا ہوں کہ نوے ہزار فوج کی برطرفی سے رعایا میں سخت بددلی پیدا ہو گئی ہے اور اندیشہ ہے کہ جو ترکی سپاہی روزگار سے محروم ہو گئے ہیں کوئی ہنگامہ نہ پیدا کر دیں۔"

مستعصم (وزیر ابن علقمی کی طرف متوجہ ہو کے) "تم اس کا جواب دو۔"

ابن علقمی (زمین ادب چوم کے) "اگرچہ دربار مناظرہ کی جگہ نہیں ہے مگر میں اس فرمان خلافت کے مصالح بیان کیے دیتا ہوں۔ سلطنت کے لیے فوج بے شک ضروری ہے اور سلطنت فوج سے ہے مگر اس کی بھی کوئی حد ہے۔ بغداد اور اس کے گرد و نواح کا ملک ایک لاکھ فوج کا ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا۔ ترکی فوج کی تعداد کثیر دار الخلافت کے قریب پڑی رہتی ہے جس کے لیے کوئی کام نہیں ہے اور یہ لوگ جب نہ کسی مہم پر بھیجے جاتے ہیں اور نہ کوئی اور کام ان سے متعلق کیا جاتا ہے تو طرح طرح کے فتنہ پیدا کرتے ہیں جن سے رعایا میں امن و امان نہیں قائم رہتا اور سلطنت کے لیے روز نئی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔"

ایبک: "اور جب کوئی غنیم ملک پر حملہ کرے گا تو کیا اکیلے میں اور آپ جا کے اس سے مقابلہ کریں گے؟"

ابن علقمی: "اول تو امیر المومنین امام زمانہ اور مقتدائے امت ہیں۔ کسی غنیم کو جرأت ہی نہیں ہو سکتی کہ ادھر کا رخ کرے اور بالفرض کوئی بے دین غنیم آ بھی جائے تو امیر المومنین کے لیے ساری دنیائے اسلام میں تہلکہ پڑ جائے گا اور ہندوستان سے روم تک اور گرجستان سے مصر و شام اور عرب و یمن تک کے لوگ جان دینے کو اٹھ کھڑے ہوں گے۔ امیر المومنین کی اصلی فوج یہ ترکی سپاہی نہیں بلکہ امامت عباسیہ کا روحانی لشکر ملائکہ ہیں اور دنیاوی لشکر ساری دنیا کے مسلمان۔ کل بلاد اسلام عساکر خلافت سے بھرے پڑے ہیں اور

Marfat.com

ایک اذنٰ اشارہ پر لاکھوں جانباز سر کٹوانے کے لیے آ جائیں گے اور سب ملکوں کو بھی جانے دیجیے کیا بغداد اپنی لکھوکھا آدمیوں کی آبادی میں سے ایک لاکھ سپاہی بھی ضرورت کے وقت نہ دے گا؟"

ایبک: "یہ صرف الفاظ ہیں جن سے خیالی اطمینان چاہے حاصل ہو جائے مگر حقیقی قوت ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی۔ رعایا لڑتی نہیں بلکہ رعایا خود فوج کو چاہتی ہے تاکہ اس کی حفاظت کرے۔ اگر خدانخواستہ کوئی حریف آگیا تو اس وقت سوا فوج کے نہ بغداد والے کام آئیں گے اور نہ دیگر شہروں کے مسلمان۔"

ابن علقمی: "سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ بات ہے کہ ملک کے محاصل اس فوج کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اس وقت تک بیت المال سے لے لے کے صرف کیا گیا مگر اب خزانہ خالی ہے، اور اگر اب بھی توجہ نہ کی گئی تو حریم خلافت کے مصارف کا چلنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ اور نازنینان حرم فاقہ کریں گی۔"

ایبک: "اس کا علاج یہ ہے کہ آمدنی کے ذرائع بڑھائے جائیں۔"

قاضی: "مگر امیر المومنین اس کا بھی تو خیال کرنا چاہیے کہ رعایا اور عام ملک میں جو ناراضی پیدا ہو گئی ہے اس کو کیونکر دور کیا جائے۔ اگر تخفیف ہی منظور ہے یا اسی میں ملک کی مصلحت ہے تو آہستہ آہستہ کر کے اور تدریجاً فوج میں کمی کی جائے۔"

مستعصم: "یہ رائے بعد از وقت ہے لیکن اب احکام جاری ہو چکے تو ان کا بدلنا مناسب نہیں اس بارے میں میرے نزدیک ابن علقمی ہی کا مشورہ صحیح ہے۔"

ایبک: "امیر المومنین! تاتاری ایک بار بغداد پر حملہ آور ہو چکے ہیں جب کہ ہماری موجودہ ترکی فوج نے ان کو شکست دے کے بھگا دیا لیکن اگر پھر انھوں نے ادھر کا رخ کیا تو کیا ہو گا؟"

ابن علقمی: "فتح و شکست فوج سے نہیں بلکہ تائید الٰہی سے وابستہ ہے۔ جس خدائے برتر نے کعبہ کو اصحاب فیل سے۔ بیت المقدس کو سناخریب اور نصاریٰ کی یورشوں سے بچایا۔ وہی خدائے وحدہٗ لاشریک بغداد کو اس کے کافر دشمنوں کے ہاتھ سے بچائے گا۔"

مستعصم: "اور بے شک میرا بھروسہ خدا پر ہی ہے۔ بس آج کا دربار برخاست۔ لیکن آج سے

Marfat.com

میں روز شام کو دربار کیا کروں گا اور تم سب کو تاکید کرتا ہوں کہ جو کچھ حالات معلوم ہوا کریں بلاکم وکاست مجھ سے بیان کردیا کرو اور اپنی ہر رائے آزادی سے ظاہر کردو۔ عام اس سے کہ میرے موافق ہو یا مخالف۔"

نجم الدین باذرائے:" امیرالمومنین! یہ غلام آج ہی خلوت میں چند امور عرض کرنا چاہتا ہے۔ حق علی شانہ نے میری مدت کی آرزو پوری کردی کہ امیرالمومنین نے آج روزانہ دربار کا قصد فرمایا اور اہل دربار کو ہر بات کے ظاہر کرنے کی آزادی دی۔"

مستعصم:" تمہیں آج ہی عرض کرنے کی ضرورت ہے؟"

باذرائے:" آج ہی۔ اس لیے کہ وہ بہت ضروری امور ہیں۔"

مستعصم:" غالباً وہ ملک الناصر داؤد کے جواہرات کے متعلق ہوں گے اور تم جانتے ہو کہ اب وہ میرے پاس نہیں رہے۔"

باذرائے:" غلام کو جو کچھ عرض کرنا ہے خلوت ہی میں عرض کرے گا۔"

مستعصم:" اچھا تو اسی وقت سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد عرض کرنا۔ میں تھوڑی ہی دیر میں تم کو بلواؤں گا۔"

یہ کہہ کے مستعصم دربار سے اٹھ گیا اور تمام لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ ابن علقمی دیر تک ٹھہرا رہا کیونکہ اسے فکر تھی کہ باذرائے کیا کہنے گا۔ مگر اس کی رائے دریافت کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ آخر کار جوہر خواجہ سرا سے کچھ دیر سرگوشیاں کر کے وہ بھی چلا گیا۔ اب صرف نجم الدین باذرائے تھا یا چند غلامان خلافت اور خواجہ سرا جو یہاں مامور تھے۔

وہ اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا ہوا ان باتوں کا مسودہ دل ہی دل میں تیار کر رہا تھا جو مستعصم سے کہنا تھیں۔ لیکن زیادہ مہلت نہ ملنے پائی تھی کہ ایک خواجہ سرا نے آکے عرض کیا کہ:

" امیرالمومنین یاد فرماتے ہیں۔"

فوراً اٹھ کے اس کے ساتھ ہوا اور دربار کے مکان سے نکل کے حریم خلافت کے دروازے سے ملے ہوئے ایک دیوان خانہ میں داخل ہوا جس میں دولتمندانہ تکلفات کی کوئی انتہا نہ تھی اور پھر اس کے ساتھ ہی شاہی غلاموں کا لباس، ان کے اسلحہ اور ان کی صف بندیاں دیکھ کے دل پر بہت

Marfat.com

بڑا رعب پڑتا تھا۔

کئی کمروں سے گزرنے کے بعد بتایا گیا کہ اب تم امیرالمومنین کے قریب ہی ہو۔ فوراً ایک لاجوردی ریشمی پردہ اٹھا اور اس کے اندر قدم رکھتے ہی وہ المستعصم کے سامنے تھا جو ایک چاندی کے پلنگ پر جلوہ افروز تھا۔

دو پری جمال و نازک اندام رومی لونڈیاں سر سے پاؤں تک مغرق لباس پہنے اور طلائی مرصع زیور سے آراستہ، پتلی کمروں میں مرصع پٹکے باندھے کھڑی تھیں۔ ایک پنکھا جھل رہی تھی اور دوسری مورچھل ہاتھ میں لیے مگس رانی کرتی تھی۔

نجم الدین سامنا ہوتے ہی جھک کے آداب خلافت بجالایا اور خاموش کھڑا تھا کہ مستعصم نے کہا:

"کہو کیا چاہتے ہو؟"

باذرائے نے پھر زمین ادب چوم کے عرض کیا:

"امیرالمومنین، ایسی خلوت میں چاہتا ہوں، نہیں ہے۔ میں ایسی جگہ عرض کرنا چاہتا ہوں جہاں سوا امیرالمومنین کے کوئی دوسرا نہ ہو۔"

مستعصم: "اس کا اندیشہ نہ کرو۔ ان دونوں لونڈیوں کے سوا یہاں کوئی نہیں ہے اور یہ لونڈیاں جو خلوت میں خدمت کرنے کے لیے مامور کی گئی ہیں، گونگی اور بہری ہیں۔ چاہے کیسا ہی شور ہو بالکل نہیں سن سکتیں۔ تم ان کا اندیشہ نہ کرو۔ ایسے ہی موقعوں کے لیے یہ رکھی گئی ہیں۔"

باذرائے: "تو امیرالمومنین! مجھے نہایت ہی معتبر ذریعہ سے اور بالکل موثق طور پر معلوم ہوا ہے کہ مغلوں کے سپہ سالار ہلاکو خان کو بغداد سے لکھا گیا ہے کہ ساری فوج برطرف کر دی گئی ہے تم بے تکلف بغداد و عراق پر آکے قبضہ کر لو۔ کسی قسم کی مزاحمت نہ ہوگی۔"

مستعصم (ایک سناٹے میں آکے) "مجھے اس کا یقین نہیں آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو ترک برطرف کیے گئے ہیں۔ انہوں نے دباؤ ڈالنے اور اپنی ضرورت ثابت کرنے کے لیے یہ غپ اڑائی ہے۔ اچھا کچھ یہ بھی معلوم ہوا کہ کس نے اس نمک حرامی کا فعل کیا ہے؟"

Marfat.com

باذرائے: "جان بخشی ہو تو عرض کردوں"
مستعصم: "بے تکلف بیان کرو اور کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔"
باذرائے: "امیرالمومنین کے وزیر ابن علقمی نے۔"
مستعصم (گھبرا کے) ابن علقمی نے۔ مجھے چاہے جو کہو اس کا یقین نہ آئے گا۔ ابن علقمی اور جو چاہے کرے مگر اس سے نمک حرامی نہ ہوگی۔ آج کل کرخ کی تباہی اور شیعوں کے قتل ہونے سے وہ شکستہ دل ضرور تھا مگر میں نے پوری طرح استمالت کر کے اس کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب مجھے اس سے ایسے فعل کے سرزد ہونے کی ذرا بھی امید نہیں۔"
باذرائے: "میں کوئی عام افواہ نہیں بیان کرتا جو کچھ عرض کرتا ہوں۔ بالکل سچ ہے گو کہ یہ خبر ایسے رازداری کے طریقے سے معلوم ہوئی ہے کہ جن لوگوں سے سنی ہے ان کا نام نہیں لے سکتا۔"
مستعصم: "بس تمہیں یہی کہنا ہے؟"
باذرائے: "یہی۔"
مستعصم: "خیر تو مجھے معلوم ہو گیا۔ عموماً سنی لوگ ابن علقمی کے دشمن ہو رہے ہیں۔ انہیں کی کارستانیاں ہیں۔ ایسی بے سروپا باتوں کو میں نہیں سنا کرتا۔"
باذرائے: "امیرالمومنین مسلمانوں کی بھلائی کیلئے میں اس کا ثبوت بھی دیدونگا کہ یہ واقعات بالکل صحیح ہیں۔"
مستعصم: "مجھے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ بس رخصت۔"

آخر باذرائے مایوس ہو کے چلا آیا اور مستعصم نے سماعت نہ کی۔

Marfat.com

(۱۶)

جنّت میں دعوت

○

زبیدہ کے دو دن عجیب بے قراری اور بے صبری کی حالت میں گزرے۔ اسے یقین تھا کہ عنقودہ کی مدد سے مجھے یوسف کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اس نے ماں سے منتیں کر کے تین دن تک گھر سے باہر اپنی پریزاد بہن عنقودہ کے پاس رہنے کی اجازت حاصل کرلی۔ ماں کو اس میں بہت تامل تھا اور جوان بیٹی کے تین دن تک باہر رہنے کو وہ ہرگز گوارا نہ کرتی مگر بغداد کی تمام عورتوں پر قصر سیدوک کے کرشموں کا ایسا اثر پڑا ہوا تھا کہ وہاں جانے کو سب ضروری سمجھتیں۔ اور وہاں کے حکموں کو نہ بجالانے میں سینکڑوں طرح کے اندیشے خیال کرتی تھیں۔ اس پر بھی زبیدہ کی ماں کو اطمینان نہ ہوتا تھا مگر جب زبیدہ نے کہا کہ میں اپنی لونڈی سوسن کو بھی ساتھ لے جاؤں گی تو بلا تامل اجازت دیدی۔

سوسن گھر کی پرانی رومی نژاد لونڈی تھی۔ اس کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ بچپن سے اسی گھر میں رہی تھی اور ایسی لیاقت و وفاداری کے ساتھ بسر کی تھی کہ اس پر زبیدہ کے ماں باپ دونوں کو بھروسہ تھا۔ خاصتہً زبیدہ کے معاملے میں۔ کیونکہ اس نے زبیدہ کو بچپن سے پالا تھا اور ان سے زیادہ اس کی خبرگیری و ناز برداری کیا کرتی تھی۔

سوسن کو جب معلوم ہوا کہ آج زبیدہ کے ساتھ میں بھی قصر سیدوک کی سیر کو جاؤں گی

Marfat.com

تو بہت خوش ہوئی۔ نہا دھو کے کپڑے بدلے اور شام ہونے سے پہلے ہی آ کے زبیدہ سے پوچھا:

"یہاں سے کس وقت چلئے گا؟"

زبیدہ: "ذرا اندھیرا ہو جائے تو چلوں مگر سوسن! میں تمھیں وہاں لیے تو چلتی ہوں لیکن دل میں ڈر رہی ہوں۔ قصر سیدوک اور عنقودہ کا گھر بڑا خوف کا مقام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم سے کوئی غلطی ہو اور ہم دونوں آفت میں پھنس جائیں۔ وہاں کی ہر چیز عجیب و غریب اور دہشت ناک نظر آئے گی اور اس کے ساتھ سخت منع ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو پوچھے کہ "یہ کیا ہے؟" کہیں کسی بات کو دیکھ کے تمھاری زبان سے یہ لفظ نکل گیا تو غضب ہی ہو جائے گا۔"

سوسن: "میں آپ کے حکم سے باہر نہ ہوں گی اور جو آپ کہیں گی وہی کروں گی۔"

زبیدہ: "بس دو باتوں کا خیال رکھنا ایک تو یہ کہ ہر جگہ میرے ساتھ ہی ساتھ رہنا۔ میں چاہے بلاؤں یا نہ بلاؤں۔ جدھر کا رخ کروں تم ساتھ چلی آنا اور سایہ کی طرح پیچھے ہی پیچھے لگی رہنا اور دوسرے یہ کہ کوئی چیز کیسی ہی تعجب کی نظر آئے یا کوئی کیسی ہی حیرت کی بات ہو تم اپنی زبان روکے رہنا اور یہ نہ پوچھنا کہ کیا ہے۔ وہ سحر و طلسم کا مقام ہے اور ہر چیز جادو کی ہے۔ تمھارے قدم کو ذرا بھی لغزش ہوئی اور قیامت ہو گئی۔"

سوسن: "میں کچھ نہ پوچھوں گی اور ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔"

زبیدہ: "میرے کہنے ہی سے نہیں بلکہ وہاں کی ہر چیز سے ڈرتی رہنا اور اگر فرض کرو کہ کسی بات پر تم سے ضبط نہ ہو سکے تو اسے پہلے میرے کان میں اس طرح کہہ دینا کہ کوئی اور نہ سنے پھر زبان سے نکالنا۔"

سوسن: "بیوی آپ کا اتنا حکم کر دینا کافی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اس کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔"

سوسن کو سمجھانے بجھانے میں مغرب کا وقت آگیا اور زبیدہ کپڑے بدل کے ماں سے رخصت ہوئی۔

Marfat.com

اس کی ماں نے رخصت کرتے وقت بیٹی کو گلے سے لگایا پھر سوسن سے کہا:

"دیکھو ان کا خیال رکھنا اور ہوشیار رہنا۔"

آخر زبیدہ نے ماں کو رخصتی سلام کیا اور چادر اوڑھ کے گھر سے باہر نکلی۔ مامونیہ میں دجلہ کے کنارے پہنچی تو حیرت سے دیکھا کہ ابوالعنفوق کشتی لیے موجود ہے۔ زبیدہ اور سوسن بلا تامل کشتی میں جا کے بیٹھ گئیں اور زبیدہ نے اس سے کہا:

"بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب میں آتی ہوں تم یہاں موجود ملتے ہو!"

ابوالعنفوق (جو کشتی کو کنارے سے ہٹا کے شمال کی طرف چل چکا تھا) "اور خدا جھوٹ نہ بلائے مجھے بھی حیرت ہے کہ جب یہاں آتا ہوں آپ مل جاتی ہیں!"

یہ کہہ کے اس نے پوپلے منہ سے ایک سوکھا ٹھٹا مارا اور کہا:

"یاستی! آج وہ دوسری عورت کیا نام ہے اس کا؟ ہاں دیکھو یاد آیا جاتا ہے۔ خدا جھوٹ نہ بلائے ام زغول۔ ہاں ام زغول۔ آج وہ نہیں ہے؟"

زبیدہ: "آج ان کے عوض میں اپنی خادمہ سوسن کو لائی ہوں!"

ابوالعنفوق: "سوسن! ہاں خوب۔ سوسن۔ کیا اچھا نام ہے۔ سوسن تم آج پہلے پہل جاتی ہو تو راستے میں مشرعۃ الصالحین پر سے گزرنا ہوگا۔ خدا جھوٹ نہ بلائے تم اپنے نام کے موافق نازک مزاج اور نازک دل ہوگی۔ وہاں کا شور سن کے ڈر نہ جانا۔"

زبیدہ: "تم اب زیادہ بکو نہیں۔ اپنی زبان بند رکھو اور چپکے چلے چلو۔"

ابوالعنفوق (پھر ایک قہقہہ مار کے) "میری باتیں آپ کو ناپسند ہیں؟ اور خدا جھوٹ نہ بلائے میں سمجھتا تھا کہ میری باتوں میں آپ کا دل بہلے گا۔ لوگ تو میری باتیں سننے کی آرزو رکھتے ہیں!"

زبیدہ: "مگر میرا دم الجھتا ہے۔ تم اپنا کام کرو اور ہمیں باتیں کرنے دو۔"

اس کے بعد اس نے سوسن کی طرف دیکھ کے کہا:

"راستے میں صوفیوں کی ایک خانقاہ پڑتی ہے۔ اس میں سے عجیب قسم کے ہیبت ناک شور کی آواز آتی ہے جسے سن کے اکثر لوگوں کا کلیجہ دہلنے لگتا ہے۔ میں جب پہلے پہل

Marfat.com

سوسن کیا کہوں کیسی ڈری تھی مگر ام زغلول نے مجھے تسلی دی اور ایسا سمجھایا کہ میرے دل کا سارا ڈر نکل گیا۔"

سوسن "اب آپ نے بتا دیا ہے تو میں بھی نہ ڈروں گی۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کشتی مشرعۃ الصالحین کے قریب پہنچی۔ عجیب عجیب قسم کی وحشت ناک آوازیں کان میں آنے لگیں اور سوسن نے گھبرا کے پوچھا:

"ہے ہے! یہ کیسا غل ہے؟ میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔"

زبیدہ: "یہ وہی صوفیوں کا شور ہے اور دیکھو وہ سامنے خانقاہ ہے۔"

سوسن: "مگر یہ تو انسان کی آوازیں نہیں معلوم ہوتیں۔"

زبیدہ: "یہاں لوگ طرح طرح کے نعروں اور قسم قسم کے جانوروں کی آوازوں میں ذکر کرتے ہیں۔"

اب کشتی آگے بڑھ کے قصر سیدوک کی سیڑھیوں سے جا لگی اور ابوالعنقوق نے کہا:

"اب یہ بھی کہوں یا نہ کہوں کہ خدا جھوٹ نہ بلائے آپ پہنچ گئیں۔"

زبیدہ (کشتی سے اترتے ہوئے) "اب تم تین دن کے بعد کشتی یہاں لے آنا۔"

ابوالعنقوق: "تین دن کے بعد۔ اور تین دن تک آپ اسی اجاڑ اور سنسان مقام میں رہیں گی۔ خدا جھوٹ نہ بلائے میں نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی شخص یہاں پوری ایک رات بھی رہ سکا ہو۔ یا ستی! یہ بڑی وحشت ناک جگہ ہے۔ یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔"

زبیدہ: "اپنی ان فضول نصیحتوں کو رہنے دو۔"

یہ کہہ کے زبیدہ اور سوسن کشتی سے اتر کے سیڑھیوں پر چڑھنے لگیں اور دو چار زینے اوپر جا کے زبیدہ نے کہا:

"سوسن! اب تم قصر سیدوک میں چلتی ہو۔ ہوشیار رہنا۔ اپنی زبان اور اپنے ہاتھ پاؤں کو اپنے اختیار میں رکھنا۔ ہم اوپر چل کے سوگواروں کی طرح بال کھول کے ایک نوحہ پڑھیں گے۔ بس سن کے ملکۂ جنیہ عنقودہ آئیں گی اور ایک بت کی طرح ہاتھ پھیلا کے خاموش کھڑی ہو جائیں گی۔ تم انہیں دیکھ کے ڈر نہ جانا۔ میں جب پہلے پہل آئی تھی تو مارے دہشت کے غش کھا کے گر پڑی تھی۔ اسی لیے تمہیں خبردار کیے دیتی ہوں کہ اپنا

دل قابو میں رکھنا۔"

سوسن جب گھر سے چلی ہے خوش اور بشاش تھی کشتی میں اس کا دل ذرا کمزوری دکھانے لگا تھا اور اب اس طلسمی مقام کے قریب پہنچ کے سہمی ہوئی تھی۔ بولی:

"بی بی میں کوشش تو کروں گی کہ نہ ڈروں۔ مگر اس کو کیا کروں کہ میرے ہوش و حواس ابھی سے غائب ہیں۔"

زبیدہ (مسکرا کے) "تمہیں یہاں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا مگر ہاں نظر سے ایسی باتیں ضرور گزریں گی جو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ لیکن جب میں تمہارے ساتھ موجود ہوں تو پھر تمہیں ڈر کس بات کا؟"

اس طرح سمجھا بجھا کے زبیدہ اوپر چڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ اوپر کے صحن میں پہنچی۔ یہاں ایک عالیشان عمارت پر فضا چمن تازگی بخش فواروں اور خوشبو کی لپٹوں کے ساتھ ایسا سناٹا تھا کہ جب زبیدہ اپنے اور سوسن کے بال کھول کے نوحہ خوانی میں مشغول ہوئی تو سوسن کے منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔

سوسن پر خوف کا عالم طاری ہی تھا کہ عنقودہ اپنی معمولی وضع سے نکل کے آئی اور دفعتہ آگے بڑھ کے بت بن گئی۔ اس کا آنا تھا کہ سوسن دہشت زدگی سے ایک چیخ مار کے زمین پر گر پڑی۔

تھوڑے وقفہ کے بعد جب عنقودہ انگڑائی لے کے چونکی تو زبیدہ کو گلے سے لگا کے پیار کیا اور پوچھا:

"تمہاری لونڈی سوسن یہی ہے؟"

زبیدہ "جی ہاں یہی۔ میں نے بہت کچھ سمجھا دیا تھا مگر پھر بھی یہ آپ سے رعب کھا کے بے ہوش ہو گئی۔"

عنقودہ (مسکرا کے) "یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو یہاں آتا ہے پہلے اس پر یہی گزرتی ہے۔ تو اب اس کے ہوش میں لانے کی فکر کرو۔"

زبیدہ نے ایک خوشبودار پھول توڑ کے اسے سنگھانا شروع کیا۔ حوض اور فواروں سے پانی

Marfat.com

لے لے کے اس کے منہ پر چھڑکا اور ہلا ڈلا کے اور آوازیں دے دے کے ہوشیار کیا۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے عنقودہ کی صورت دیکھی تو سہم کے پھر آنکھیں بند کر لیں مگر زبیدہ نے تسلی دے کے اٹھایا اور کہا:

"لے اٹھ کے میری بہن عنقودہ کے سامنے سر ادب جھکاؤ۔"

اس کے حوصلہ دلانے سے سوسن نے اٹھ کے عنقودہ کے آگے ادب سے سر جھکایا جس کے جواب میں عنقودہ نے کہا:

"تم کو دیکھ کے میں خوش ہوئی۔ مجھ سے زبیدہ سے بہناپا ہو گیا ہے اور یہ میری چھوٹی بہن ہے۔ تم اسے عزیز ہو تو مجھے بھی عزیز ہو اور اسی لیے میں نے تمہارے لانے کی اجازت دی۔ اب تم ایسے مقام میں چلتی ہو جہاں سوائے زبیدہ کے کسی انسان کا کبھی گزر نہیں ہوا ہے۔ وہاں تمہیں حیرت انگیز چیزیں نظر آئیں گی اور ہر قدم پر طلسم کا کارخانہ ہے۔ خبردار! دو باتوں کا خیال رکھنا: ایک یہ کہ وہاں تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو زبیدہ یا میرے سوا کسی اور سے نہ پوچھنا۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ سایہ کی طرح زبیدہ کے پیچھے پیچھے رہنا۔ ان کے پاس سے نہ ہٹنا ورنہ تمہیں نقصان پہنچ جائے گا۔

سوسن (ڈرتے ڈرتے) "حضور میں دونوں باتوں کا خیال رکھوں گی۔"

اب عنقودہ دونوں کو ساتھ لے کے حسب معمول بارہ دری کے پاس پہنچ گئی اور یکایک زمین میں سما کے جنت العنقود میں پہنچی۔

سوسن کو اگرچہ زبیدہ نے پہلے سے بتا دیا تھا مگر زمین کے اندر سماتے وقت ڈر کے مارے غش آ گیا اور جنت العنقود کی ٹھنڈی ہواؤں اور وہاں کے فواروں کے معطر پانی کے چھینٹوں سے ہوش آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی عنقودہ نے زبیدہ کو نئے پر تکلف کپڑے پہنا کے نیلم کے زیور کا جوڑا اور نہایت ہی اعلیٰ درجے کا موتیوں کا مالا پہنایا۔

اب زبیدہ نے آگے بڑھ کے دیکھا تو عجیب سامان اور عجیب قسم کی تیاریاں نظر آئیں۔ سب سے پہلے اس کی نظر ایک محراب پر پڑی جو عجیب طریقے سے صرف روشنی سے بنائی گئی تھی اور اس کی پیشانی پر کمال سحر آفرینی سے لاجوردی رنگ کی روشنی میں الفاظ "مرحبا مرحبا۔ تعال۔ تعال" لکھے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ اس محراب کو دیکھ کے زبیدہ محو حیرت ہوگئی اور بولی:

"بہن یہ محراب پہلے تو نہ تھی"

عنقودہ "کیا تمہیں خبر نہیں کہ آج اس جنت میں تمہاری دعوت ہے اور یہ محراب خاص تمہارے استقبال کے لیے بنائی گئی ہے"

زبیدہ "میرے لیے اور یہ سامان، مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بنی کیونکر ہے۔ نیچے سے اوپر تک سوا روشنی کے اور کوئی چیز نہیں نظر آتی"

عنقودہ "یہ صرف نور سے بنی ہے۔ ہم لوگوں کی خلقت نار سے ہے اور ہم نار و نور سے ویسی ہی چیزیں اور عمارتیں بنا لیا کرتے ہیں جیسی کہ انسان مٹی سے بناتے ہیں"

اس محراب سے گزر کر زبیدہ کو عجب عالم نور نظر آیا۔ ہر طرف روشنی ہو رہی تھی۔ تمام در و دیوار معلوم ہوتا تھا کہ نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ درختوں میں بھی کثرت سے چراغ روشن کر کے اور شیشہ کی قندیلیں لٹکا کے انہیں بھی نورانی بنا دیا گیا تھا۔ فواروں کا پانی بھی ہر طرف سے روشنی کی شعاعیں پڑنے کی وجہ سے نور کا پانی معلوم ہوتا تھا، اور چمنوں کے درمیان میں ایک حوض تھا جس میں پانی کے عوض پارہ موجیں مار رہا تھا۔ اس حوض کے کنارے ایک کوشک قائم کی گئی تھی جس کی آراستگی اور زیب و زینت میں اس قدر اہتمام کیا گیا تھا کہ عقل حیرت میں آجاتی اور معلوم ہوتا کہ یہ جنت الفردوس کا جلوۂ طور ہے جس کی تعمیر اور آرائش میں سوا پھولوں اور روشنی کے کسی اور چیز سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

جا بجا روشوں کے کنارے کہیں نوخیز خوبرو لڑکے جواہرات کے تاج اور زربفت کے کپڑے پہنے صفیں باندھے دست بستہ کھڑے تھے اور کہیں بڑی بڑی مستانہ آنکھوں اور سیاہ کاکل والی مہروش و ماہ طلعت دلربا و شوخ چشم عورتیں جن کی عمریں پندرہ پندرہ برس سے زیادہ نہ تھیں، زلفیں بکھرائے اور سینہ ابھارے قطار باندھ کے کھڑی تھیں۔

زبیدہ عنقودہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے جب کسی غلاموں یا یہاں کے غلمانوں کی صف کے پاس سے گزرتی تو وہ عجب معشوقانہ ادا کے ساتھ سروں کو جھکا کے اور ہاتھوں کو سینوں پر رکھ کے آداب بجا لاتے اور جب ان نازنین پری جمالوں یعنی اس جنت کی حوروں کے پاس سے گزر

Marfat.com

ہوتا تو سب کی سب عجب ہم آہنگی اور نزاکت سے داہنے ہاتھ کو زبیدہ کی طرف بڑھا کے ہونٹوں کے پاس لے جا کے چوم لیتیں۔

ان سب باتوں کو دیکھ دیکھ کے زبیدہ دل میں خوش اور اپنی جنیہ بہن کی شکر گزار ہوتی۔ بار بار کہتی کہ:

"ایسی لطف و مسرت کا نورانی سامان تو کبھی انسان کے خواب میں بھی نہ گزرا ہوگا۔"

مگر سوسن جو اس کے پیچھے تھی ششدر اور مبہوت تھی۔

اب زبیدہ عنقودہ کے ساتھ اس بارہ دری کے قریب پہنچی جس میں ام عنقود رہتی تھی۔ اس نے اپنے مکان سے باہر نکل کے زبیدہ کا استقبال کیا اور کہا:

"بیٹی! عنقود کی شہادت کے بعد سے آج تمہاری وجہ سے اس جنت میں یہ خوشی کا سامان نظر آیا ہے۔ یہ تمہاری بہن عنقودہ کا حوصلہ ہے۔ ورنہ مجھے تو اب کسی بات میں لطف نہیں آتا۔"

زبیدہ: "لیکن اصل میں یہ ساری رونق آپ ہی کے قدموں کی برکت سے ہے۔"

ام عنقود: "یہ تمہاری نیک بختی اور سعادت مندی ہے اور اسی لیے مجھے خوشی ہے کہ بیٹی تم تین دن تک ہماری مہمان رہو گی۔"

یہ کہہ کے ام عنقود رخصت ہو کے چلی گئی۔

زبیدہ نے کہا:

"بہن عنقودہ! ان دسوں بزرگوں کی بھی پھر کبھی زیارت نصیب ہوگی؟"

عنقودہ: "یہ جب تک تمہارے دل میں ایک شیعہ کی محبت ہے ناممکن ہے۔"

اب آگے بڑھ کے زبیدہ کے کانوں میں ایک نہایت ہی شیریں و دلکش نغمہ کی آواز آئی اور وہ چونکنا ہو کے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی مگر گانے بجانے والوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اسے متحیر دیکھ کے عنقودہ نے کہا:

"بہن! تم اس نغمہ کی آواز سن کے حیران ہو۔ یہ مغنی جنوں کی مختلف چوکیاں ہیں جو اس جنت میں جا بجا بٹھا دی گئی ہیں اور تاکید ہے کہ ان کی صورتیں نہ نظر آئیں۔"

زبیدہ: "یہ کیوں؟"

Marfat.com

عنقودہ:" ان کی شکلیں عجیب وغریب اور انسان کی نظر سے بالکل غیر مانوس ہیں۔ تم دیکھ کے ڈر جاؤ گی۔"

زبیدہ:" مجھے تو بہن پریزادوں کا ناچ دیکھنے کی بڑی تمنا تھی۔"

عنقودہ:" تو اُسے دیکھ لینا۔"

اب سارے باغ اور اس کے ہر حصہ کی سیر کرانے کے بعد عنقودہ اسے اس حجلہ عروسی میں لے گئی جسے دیکھ کے زبیدہ حیران تھی۔ وہاں وہ صدر میں مخملیں فرش پر جس پر سنہرے بوٹے بنے ہوئے تھے بٹھائی گئی۔ عنقودہ اس کے برابر بیٹھ گئی اور سوسن اس کے پیچھے۔

یہاں بیٹھتے ہی زبیدہ نے سوسن کے کان میں کہا:

" میں بڑی خوش ہوئی کہ تم خاموش اور ضبط کیے رہیں۔"

سوسن:" بی بی! نہ میری آنکھیں اختیار میں ہیں اور نہ میری زبان قابو میں ہے۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے میری زبان سے کچھ نکل ہی نہیں سکتا۔ مگر بی بی جنوں کی اس نیک شہزادی کو آپ سے بڑی محبت ہے۔"

اب عنقودہ کے حکم سے پری جمال اور حسین وچالاک خواصوں نے ہاتھ دھلا کے دستر خوان بچھایا اور طرح طرح کے اخوان نعمت لا کے چن دیئے۔ عنقودہ نے سوسن کو بھی بلا کے اپنے برابر دستر خوان پر بٹھا لیا اور تینوں نے کھانا کھا کے ہاتھ دھوئے۔

اب دس حسین وخوبرو نازک بدنوں نے آ کے ناچنا شروع کیا۔ سازندوں کا کہیں پتہ نہ تھا مگر چنگ ورباب کے بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس ناچ کو زبیدہ نے نہایت ہی پسند کیا اور اتنی دیر تک دیکھتی رہی کہ آنکھوں میں نیند بھر آئی۔

عنقودہ نے یہ حالت دیکھتے ہی ناچ موقوف کرا دیا اور کہا:

" بہن زبیدہ! اب تم یہیں آرام کرو۔ ادھر پہلو کے کمرے میں تمہارے اور سوسن کے سونے کے لیے پلنگ تیار ہیں اور دس خواصیں تمہاری خدمت کے لیے ہر وقت حاضر رہیں گی اور جو حکم دو گی بجا لائیں گی۔ میں بھی رخصت ہوتی ہوں اور اب کل آ کے ملوں گی مگر جانے سے پہلے ایک بات کی آرزومند ہوں۔"

Marfat.com

زبیدہ (مسکرا کے) "بہن وہ تمہاری کونسی آرزو ہے جو اس وقت تک اٹھ رہی ہے؟"
عنقودہ: "یہ کہ تمہیں اپنے آغوش شوق میں بٹھا کے پیار کر لوں۔"
زبیدہ: "میں کہتی ہوں تمہیں ان باتوں سے کیا مل جاتا ہے۔ ہم دونوں بہنیں ہیں اور ہمارا لاڈ پیار یہی ہے کہ پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے جان دینے کو تیار ہیں۔"
عنقودہ: "مگر میرا دل بغیر اچھی طرح جی کھول کے پیار کیئے نہیں مانتا۔"
زبیدہ: "مجھے تو اس میں شرم آتی ہے۔"
عنقودہ: "کوئی مضائقہ نہیں۔ تم اپنا کام کرو اور میں اپنا کام کروں۔ تم شرماتی جاؤ اور میں پیار کرتی جاؤں۔ اسی میں پیار کا مزہ بھی ہے۔"

یہ کہہ کے اس نے ہمیشہ سے زیادہ آزادی و چیرہ دستی سے کام لے کے زبیدہ کو کھینچ کے گود میں بٹھا لیا اور اس کے منہ پر منہ رکھ دیا۔

پہلے تو کچھ دیر تک منہ پر منہ رکھے رہی۔ پھر نہایت ہی جوش دل اور بیباکی کے ساتھ لب و رخسار اور چشم و ابرو کے بوسے لینے لگی۔

زبیدہ لس لس کرتی ہی رہی مگر اس نے جب تک خوب جی بھر کے پیار نہ کر لیا۔ دم نہ لیا۔ اس بے تکلفی میں زبیدہ کی زلفیں اور کپڑے اور زیور بے قرینہ ہو گئے تھے۔ جنھیں اس نے درست کیا اور بولی:

"بہن! تمہاری یہی ایک بات مجھے پریشان کرتی ہے مگر تمہارے ایسے احسان ہیں کہ عذر کرتے بھی نہیں بنتا۔ اچھا تو اب مجھے اس شخص کا حال بتایئے جس کا نام لینے کی یہاں آج ممانعت ہے۔"
عنقودہ: "اس کا حال یہاں تین دن رہنے کے بعد تمہیں اس وقت معلوم ہوگا جب تم اپنے گھر جانے لگو گی۔"
زبیدہ: "جب آپ کو معلوم ہی ہے تو پھر بتانے میں دیر کاہے کی ہے؟"
عنقودہ (ہنس کے) "یہ یہاں کے اسرار ہیں۔ ان میں تم دخل نہ دو اور یقین جانو کہ میں جو کچھ

Marfat.com

کہتی ہوں تمہاری بھلائی ہی کے لیے کہتی ہوں "۔

یہ کہہ کے عنقودہ نے کہا:

" اب میں کل رات کو تم سے ملوں گی۔ دن کو نہیں آ سکتی "۔

اس پر زبیدہ متعجب ہوگئی مگر عنقودہ بغیر کچھ کہے سنے چلی گئی۔ اور زبیدہ اور سوسن جا کے اپنے اپنے پلنگوں پر لیٹیں۔

خواصیں سامنے مؤدب کھڑی تھیں۔ زبیدہ نے انہیں حکم دیا کہ:

" باہر جا کے ٹھہرو اور جب میں بلاؤں تب آنا "۔

یہ حکم پا کے خواصیں چلی گئیں تو زبیدہ اور سوسن میں یہاں کے حیرت انگیز واقعات اور طرح طرح کے عجائبات پر گفتگو ہونے لگی اور آخر باتیں کرتے کرتے دونوں سو گئیں۔

صبح کو زبیدہ نے تنہا اس جنت کی خوب سیر کی۔ ہر ہر چیز کو بہت غور سے دیکھا اور اسے عجیب قسم کا پرفضا اور روح افزا باغ پایا۔ جس میں ہر طرف حور و غلمان موجود تھے اور کوئی سامان عیش نہ تھا جو مہیا نہ ہو جس چیز کی ضرورت ہوتی یا خواہش کی جاتی فوراً موجود ہو جاتی مگر سوا حور و غلمان کے میزبانوں میں سے کوئی نہ تھا۔

شام کو عنقودہ آئی تو آتے ہی لپٹ کے زبیدہ کو پیار کیا اور کہا:

" بہن میری تو آرزو تھی کہ جب تک تم یہاں تھیں دن کو سوتیں اور رات کو جاگتیں۔ ہم لوگوں کا عام قاعدہ ہے کہ رات بھر جاگتے اور دن کو سویا کرتے ہیں۔ تمہاری تکلیف کے خیال سے میں نے کچھ نہیں کہا ورنہ جی تو یہ چاہتا تھا کہ میں ساری رات تمہاری ہی صحبت میں رہتی "۔

زبیدہ "تم نے پہلے کہہ دیا ہوتا تو میں دن کو اچھی طرح سو لیتی اور آج ساری رات آپ کے ساتھ جاگتی مگر آپ نے تو کہا ہی نہیں "۔

عنقودہ " میں تم کو تکلیف نہیں دینا چاہتی۔ آج دن کو فقط تمہاری وجہ سے یہاں کے حور و غلمان کو تکلیف ہوئی۔ صرف تمہارے خیال سے یہ لوگ موجود رہے۔ دن کو تو یہاں بالکل سناٹا رہا کرتا ہے۔ ہماری ذات اور قوم کے لوگوں کو دن میں جاگنے کی ذرا

Marfat.com

بھی عادت نہیں۔"

زبیدہ "بہن میں بڑی شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے یہاں کے سب لوگوں کو تکلیف ہوئی۔ تو اب چاہے کچھ ہو میں کل دن کو اسی مکان میں بیٹھی رہوں گی۔ میرا دل بہلانے کے لیے سوسن بہت ہے۔"

اب عنقودہ نے پھر زبیدہ کو باغ کی سیر کرائی۔ طرح طرح کے سامان عیش اور طلسمی کارخانہ دکھائے اور صبح ہوتے ہی رخصت ہو کے چلی گئی۔

تیسرے دن زبیدہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور عنقودہ سے کہا:

"بہن! آج تیسرا دن ہے۔ لے اب اپنا وعدہ پورا کرو۔"

عنقودہ نے جواب دیا۔

"آج تیسرا دن تو ہے مگر تم ابھی پورے تین دن رہی نہیں ہو۔ کل جانا اور کل ہی میں اپنا وعدہ بھی پورا کروں گی۔

یہ رات بھی اگرچہ نہایت ہی عیش و آرام میں گزری مگر زبیدہ کا دل زیادہ تر یوسف کے خیال میں محو تھا۔ طرح طرح کے خیال دل میں آتے اور اسے پریشان کر دیتے تھے اور وہ اپنے دل ہی دل میں کہتی:

"دیکھوں تقدیر اس بھید کو کس طرح کھولتی اور کیا دکھاتی ہے؟"

خرابی یہ تھی کہ عنقودہ کے ناراض ہو جانے کے خوف اور اس جنت والوں کی برہمی کے اندیشے سے وہ یوسف کا نام بھی زبان پر لاتے ڈرتی تھی۔ اس کی یاد کو ٹالتی۔ دل کو اور طرف اور اور باتوں میں بہلاتی مگر عاشق کا دل ایک ناسمجھ ضدی بچہ ہوتا ہے کہ جس بات سے روکو ادا بدا کے وہی کرتا ہے۔

عنقودہ نے سر شام ہی کہہ دیا تھا کہ آج رات پھر تم میرے ساتھ رہو اور یہاں کی دلچسپیوں میں دل بہلاؤ۔ جب صبح ہونے کو ایک پہر رہ جائے گا اور یہاں کا مؤذن صحابی جنوں کے متوجہ کرنے کے لیے "الصّلوٰۃ خیر من النّوم" کی صدا بلند کرے گا۔ اس وقت میں اپنا وعدہ پورا کر دوں گی۔ اس کے بعد تم کو پھر مجھ سے ملنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ صبح ہوتے ہی اپنے گھر چلی جانا۔"

Marfat.com

زبیدہ: "مگر جب تک تم مدد نہ کروگی میں اپنے گھر کیونکر پہنچوں گی۔"
عنقودہ: "اس کی فکر نہ کرو۔ میں پہلے سے بندوبست کردوں گی اور تم آسانی کے ساتھ پہنچ جاؤ گی۔"

زبیدہ نے شکریہ ادا کیا اور پریوں کا ناچ دیکھنے میں معروف ہوگئی۔ جو اس کی حیرت زدہ آنکھوں میں عجیب پرلطف اور دل میں جوش پیدا کرنے والی چیز تھا۔

آخر اسی ناچ رنگ میں رات کا زیادہ حصہ گزر گیا۔

وقت موعودہ آیا اور قبل اس کے کہ زبیدہ یاد دلائے خود عنقودہ نے ہی کہا:

"لے بہن! اب اٹھو وقت آگیا۔"

زبیدہ نے کہا:

"کیا کہیں چلنا ہوگا؟"

عنقودہ: "بے شک جس راز کو تم معلوم کرنا چاہتی ہو اسے میں زبان سے نہیں نکال سکتی اور نہ اس جنت میں اس کا ذکر کرنا جائز ہے لیکن ہاں تمہاری خوشی کے لیے میں ایسا سامان کردوں گی کہ تم کو وہ حال معلوم ہو جائے گا جسے تم دریافت کرنا چاہتی ہو۔"

زبیدہ (اٹھ کے) "تو بہن چلو، کہاں چلتی ہو؟"

(سوسن سے)

"سوسن آؤ تم بھی چلو اور دیکھو میرے ساتھ ہی رہنا اور زبردار کچھ بولنا چالنا نہیں۔"

سوسن: "بی بی! میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کچھ کہنا چاہوں بھی تو زبان کام نہیں دیتی۔"

اب عنقودہ بھی اٹھی اور دونوں کو باغ میں پھرانی ہوئی جنوبی شرقی کونے کی طرف لے گئی جہاں ایک مختصر سی عمارت تھی۔ اس عمارت میں داخل ہو کے اس نے اس طرف کا دروازہ کھولا تو زبیدہ کو اندھیرے میں سامنے قریب ہی ایک پردہ نظر آیا جو دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی عنقودہ نے کہا:

"لے بہن خدا حافظ۔ میں اب آگے قدم نہیں بڑھا سکتی مگر تم سے رخصت تو ہو لوں۔"

یہ کہہ کے اسے سینہ سے لپٹا لیا اور خوب بھینچ بھینچ کے پیار کیا اور جدا ہو کے پلٹنے کو

Marfat.com

تھی کہ زبیدہ نے متحیر ہو کے کہا:

"مگر یہ بھی تو بتائیے کہ میں اب کہاں جاؤں اور کیا کروں؟ ایک تنگ و تاریک مقام میں چھوڑ کے آپ چلی جاتی ہیں"

عنقودہ: "میرے جاتے ہی تم کو راستہ مل جائے گا مگر ہاں دل مضبوط رکھنا۔ یہ جادو اور طلسم کا کارخانہ ہے جس سے انسان بالکل انجان ہوتے اور گھبراتے ہیں"

یہ کہتے ہی عنقودہ اسی کمرے میں چلی گئی جس میں ہو کے یہاں آئی تھی اور دروازہ بند کر لیا۔

Marfat.com

۱۷
یُوسف گم گشتہ

عنقودہ نے زبیدہ کی پشت کی جانب دروازہ بند ہی کیا تھا کہ ناگہاں سامنے کا پردہ بیچ سے پھٹ کے اِدھر اُدھر اُڑ کے غائب ہوگیا اور زبیدہ کی سہمی ہوئی آنکھوں کے سامنے ایک وحشتناک بیابان تھا جس میں ہر طرف غول بیاباں دوڑتے پھرتے تھے۔ ان کے شعلوں میں سے مہیب چیخوں کی آوازیں آرہی تھیں اور عجیب دہشت ناک منظر تھا۔

یہ عالم دیکھتے ہی زبیدہ اور سوسن دونوں کے اعضا میں لرزہ پڑگیا مگر زبیدہ نے دل مضبوط کر کے سوسن سے کہا:

"دیکھو ڈرنا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ بہن عنقودہ نے میرے ساتھ دغا نہ کی ہوگی"

ساتھ ہی اس کا جواب کانوں میں یہ آیا کہ:

"حقیقت میں نہیں۔ عنقودہ تمہاری عاشق ہے۔ اس پر بدگمانی نہ کرو۔ تمہارے حسن پر فریفتہ ہو کے اور صرف تمہاری محبت سے بےلبس ہو کے اس نے اپنی جنت کے جن صحابیوں کے ساتھ چالیس دن تک ایک سخت چلّہ کھینچا اور درگاہ رب العزت میں دعا کی کہ تین سو ساٹھ برس کی ہیوگی کے بعد اب وہ ایک خوبرو رعنا جوان اور قوی ہیکل مرد بن جائے اور تم کو اپنی دلہن بنائے آخر جن صحابیوں کو بذریعہ الہام بتایا گیا

Marfat.com

کہ اگر زبیدہ اس جنت میں تین دن تک مقیم ہو گی اور یہاں کی خوشیوں میں اپنے شیعہ عاشق کو یاد نہ کرے گی تو عنقودہ کی آرزو پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ تم یہاں آکے تین دن رہیں اور خدا نے عنقودہ کی تمنا پوری کر دی اب یہ جنت پُر بہار عنقودہ کی بزم ماتم ہونے کے عوض زبیدہ کا حجلۂ عروسی اور اس کے عاشق صادق عنقودہ (جس کا نام اب مسعود ہے) کی محفل عیش ہو گی۔"

زبیدہ (گھبرا کے) "ایں! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ آہ! کیا میں اپنے یوسف کو نہ دیکھوں گی۔"

آواز: "اس بدنصیب کو دیکھنا چاہتی ہو؟ وہ سامنے جلاد فلک مریخ کے نیچے اس ٹیلہ کے پاس جو کھجور کا درخت نظر آ رہا ہے۔ اس کے نیچے چلی جاؤ۔ وہاں تمہیں یوسف گم گشتہ مل جائے گا۔"

اتنا سنتے ہی زبیدہ نے سوسن سے کہا:

"میرے ساتھ آؤ۔"

اور کانپتے ہوئے پاؤں سے کام لیتی اور راہ طلب میں جلد جلد قدم مارتی ہوئی اس درخت کے نیچے پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک شکستہ حال شخص گیروی قبا اور قلندروں کی سی لمبی نوکدار ٹوپی پہنے بیٹھا ہے۔ آگے خاک کا ڈھیر ہے اور وہ عجیب بے پروائی کی شان سے زمین پر پالتی مارے خاموش بیٹھا ہے۔ سر آگے کو جھکا اور سینہ سے لگا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فکر میں غرق ہے۔

زبیدہ کچھ دیر تک تو اس کے پاس خاموش کھڑی رہی اور جب نہ رہا گیا تو بولی:

"اگر آپ کو میرے یوسف کا پتہ معلوم ہو تو بتا دیجئے۔"

شخص: "یوسف! ایک یوسف تو ارض کنعان کے کنویں میں گر کے مصر کے بازار میں بکا اور ایک یوسف اسی غار کی جستجو میں اس دشت کی خاک چھان رہا ہے۔"

زبیدہ: "ہاں ہاں وہی یوسف۔ وہی میرا یوسف ہے۔ وہ کہاں ہے؟"

شخص: "نہیں وہ کسی کا نہیں۔ بلکہ اپنا بھی نہیں ہے۔"

زبیدہ: "وہ میرا ہے اور میں اس کی ہوں۔ بتائیے تو سہی کہ وہ کہاں ہے؟"

Marfat.com

شخص: "تیرا ہے اور تو اسے پہچانتی تک نہیں"۔

یہ الفاظ سنتے ہی زبیدہ نے غور سے جو دیکھا تو اپنے یوسف گم گشتہ کے خط و خال نظر آئے۔ بیقرار ہو کے ایک چیخ کے ساتھ کہا:

"ہائے میرا یوسف!"

اور بے اختیار دوڑ کے لپٹ گئی۔

یوسف (دونوں ہاتھوں سے الگ کر کے) "آہ زبیدہ تو کہاں؟ کہاں یہ دشت وحشت! یہ غولوں کا مسکن! یہ درندوں کا نشیمن اور کہاں تو؟"

زبیدہ: "تمہارا شوق اور تمہاری جستجو یہاں لائی ہے۔ مگر آہ! تمہاری یہ کیا حالت ہے؟"

یوسف: (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے چاروں طرف بھیانک نظریں ڈال کے) "زبیدہ! اب میں تیرے کام کا نہیں۔ میں نے اپنے عزیزوں اور اپنے ہم مذہبوں کے غم میں دنیا ترک کر دی۔ میں ایک خاک بسر اور دشت نورد ہوں۔ اب مجھ کو تم سے کوئی مطلب نہیں۔ نہ تو میری ہے اور نہ میں تیرا ہوں"۔

یہ کہہ کے پھر ایک آہ سرد بھری۔

زبیدہ: "نہیں نہیں۔ میں تمہاری ہوں اور تم میرے ہو۔ اگر تم نے دنیا چھوڑ دی تو میں بھی چھوڑتی ہوں۔ اگر تم صحرا نشین ہو تو میں بھی صحرا نشین ہوں گی۔ اگر تم صحرا نوردی پر تلے ہوئے ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ دشت و در کی خاک چھانوں گی"۔

یوسف (آبدیدہ ہو کے) "نہیں زبیدہ ایسا نہ کہو۔ تم میرے لیے نہیں ہو کسی اور کے لیے ہو اور جس کے لیے ہو اسی کے پاس جاؤ۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ مجھ سے تم سے کوئی علاقہ نہیں"۔

زبیدہ: "نہیں ہرگز نہیں۔ علاقہ ہوا اور ایسا علاقہ جو مرتے دم تک نہیں ٹوٹ سکتا"۔

یوسف: "آہ تم نہیں سنتیں۔ کیوں میری اور میرے ساتھ اپنی جان کے پیچھے پڑی ہو۔ بس مجھے اپنی اس وحشت ناک خلوت گاہ میں چھوڑ کے اپنے گھر جاؤ"۔

زبیدہ: "اب تو میں مر کے یہاں سے جاؤں گی"۔

Marfat.com

یوسف: "ابھی میرا تمہارا عقد نہیں ہوا ہے۔ اس لیے نہ میرا کوئی حق تم پر ہے اور نہ تمہارا مجھ پر۔ اور اگر اتنے خفیف تعلق کو بھی نکاح تصور کرتی ہو تو میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔"

طلاق کا نام سنتے ہی زبیدہ نے ایک چیخ ماری اور نہایت حسرت کے ساتھ کہا:

"آہ! ع

مہر کی جس سے توقع تھی ستمگر نکلا

"مگر نہیں میرا تمہارا نکاح لفظوں میں نہیں ہوا۔ اس لیے خالی لفظوں کی طلاق سے وہ ٹوٹ بھی نہیں سکتا۔ یوسف! میں کہہ چکی کہ تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں۔ میرا تمہارا نکاح بہت زیادہ مضبوط ہے۔ اسے طلاق کا لفظ نہیں توڑ سکتا۔"

یوسف: "مگر اب مجھ سے تم سے کوئی تعلق نہیں رہ سکتا۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ۔ اور یوں مارے مارے پھرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میں اب اس منحوس دنیا میں نہ آؤں گا جسے چھوڑ چکا اور تم اس عصمت و عفت کے احاطے سے باہر نکل آئیں جس سے تمہیں قدم باہر نہ نکالنا چاہیے تھا۔ بس جاؤ اپنا کام کرو اور میری اس آزادی و خلوت میں خلل انداز نہ ہو۔"

زبیدہ: "میں تو اب تمہارے ساتھ ہوں۔ ہرگز نہ جاؤں گی اور جاؤں گی تو تمہیں ساتھ لیکے۔"

یہ جواب سن کے یوسف کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ ایک آہ فلک دوز کھینچی پھر خود ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور یکایک چشم و ابرو بدل کے سخت برہمی کے تیوروں سے کہا:

"عورت! کیوں پریشان کرتی ہے۔ جا اپنا کام کر۔ مجھ سے تجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔ تو میری منکوحہ نہیں اور نہ میں تیرا شوہر ہوں۔ ایسی حالت میں تیری ایک گھڑی کی صحبت بھی حرام ہے ایک نامحرم کے پاس بیٹھے ہوئے اور اس سے ایسی بے حیائی کی باتیں کرتے تجھے شرم نہیں آتی۔ جا نکل جا یہاں سے۔"

یہ بے رحمی اور غیظ و غضب کے الفاظ سن کے زبیدہ ایک سکتہ میں آ گئی۔ حسرت کی نگاہ سے یوسف کی صورت دیکھی۔ ساتھ ہی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ گیا۔ سر چکرایا۔ تیورا کے دھم سے زمین پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

خدا جانے وہ کتنی دیر تک بے ہوش و حواس رہی لیکن آنکھ کھلی تو حیرت سے دیکھا کہ اپنے

Marfat.com

گھر میں ہے۔ ماں زانو پر سر لیے بیٹھی ہے اور سوسن کھڑی پنکھا جھل رہی ہے۔ جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں۔ ماں نے بلائیں لیں اور خدا کا شکر ادا کر کے کہا:

"ان آنکھوں کے صدقے!"

اس نے ناتواں آواز میں پوچھا:

"میں گھر میں کب آئی؟"

ماں: "تمہیں آئے آج تیسرا دن ہے۔ مگر بیٹی ابھی باتیں نہ کرو ضعف سے دشمنوں میں کوئی حالت نہیں باقی رہی ہے کہیں پھر بے ہوش ہو گئیں تو غضب ہو جائے گا۔ حکیم صاحب نے تاکید کر دی ہے کہ ہوش میں آنے کے بعد پورے چار پہر تک خاموش لیٹی رہو اور کوئی بات نہ کرے۔"

زبیدہ (سوسن سے) "سوسن! میں نے جو کچھ دیکھا ہے تو نے بھی دیکھا یا وہ خواب تھا؟"

سوسن: "بیوی آپ ابھی آرام فرمائیے۔ تھوڑی دیر کے بعد بتا دوں گی۔"

زبیدہ: "آہ! میری تسکین کے لیے کوئی بات تو کہو۔ نہیں تو میں پھر بے ہوش ہو جاؤں گی اور اب کی وہ حالت ہوئی تو پھر زندگی کی امید نہیں۔"

سوسن: "اے ہے دور پار۔ بی بی ایسی باتیں زبان سے نہ نکالیے!"

زبیدہ: "تو مجھے اتنا بتا دو کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے یا سچ مچ یوسف ایسا بیوفا ہو گیا!"

سوسن: "میں کہہ دوں گی مگر آپ ذرا صبر تو کیجئے۔ ہاں اتنا کہتی ہوں کہ آپ مایوس نہ ہوں۔ خدا سے بہت کچھ امید ہے۔"

زبیدہ کی ماں: "بیٹی اب تم کسی بات کی فکر نہ کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری جو تمنا ہو گی اسے پورا کر کے رہوں گی۔"

زبیدہ (حسرت و ندامت سے) "اماں جان! جو بات آپ کے بس ہی کی نہ ہو اس میں آپ کیا کریں گی؟"

ماں: "تم دیکھ ہی لو گی کہ میں کیا کرتی ہوں۔ اب اس وقت تم آرام سے چپکی لیٹی رہو۔ حکیم صاحب نے تاکید کر دی ہے کہ کوئی تم سے زیادہ بات چیت نہ کرے۔"

Marfat.com

زبیدہ: زبان بند کر لینے سے کیا دل کی بیقراری بھی جاتی رہے گی۔ اماں جان۔ اگر مجھے کہنے سننے کا موقع نہ ملا تو سڑن ہو جاؤں گی"

سوسن: "بیوی آج صبر کیجئے۔ کل آپ جو پوچھیں گی بتا دوں گی"

زبیدہ: "اچھا تو یونہی سہی"

یہ کہہ کے آنکھیں بند کر لیں مگر خیالات درونی نے زیادہ ہجوم کیا تو گھبرا کے پھر آنکھیں کھول دیں اور نہایت ہی یاس کے لہجے میں کہا:

"ہائے چپ بھی نہیں رہا جاتا"

اتنی دیر میں زبیدہ کے باپ آ گئے جو حکیم صاحب کے وہاں گئے ہوئے تھے۔ بیٹی کو ہوش میں دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ خدا کا شکر بجا لائے اور پوچھا:

"بیٹی! کہو مزاج کیسا ہے؟"

زبیدہ (ناتوانی سے) "اچھی ہوں"

باپ: "خدا نے دوبارہ زندگی دی۔ کیا بیٹی کچھ ڈر گئی تھیں؟ مگر بیٹی تم نے بھی کمال کیا۔ قصر سیدوک میں چلی گئیں جہاں بڑے بڑے مضبوط دل والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عورتیں جہالت کی وجہ سے اکثر بڑی بے عقلی کے کام کر بیٹھتی ہیں۔ جب بیٹی میں نے تمہاری والدہ سے سنا ہے کہ تم کوئی منت ماننے کے لیے وہاں چلی گئی تھیں اور وہاں سے بے ہوش اٹھا لائی گئیں۔ میرے دل کو بڑا صدمہ ہے۔ بیٹی بھلا ایسی وحشت کی جگہ کوئی جاتا ہے؟"

ماں: "ابو وہب (زبیدہ کے باپ کی کنیت) تم کو تو جو بات ہو اس کی رٹ لگ جاتی ہے۔ اب ساری نصیحتیں اسی وقت کے لیے ہیں یا کوئی اٹھا بھی رکھو گے۔ اب تو جو ہونا تھا سو ہوا۔ اس وقت اس کا دل بہلانا چاہیئے یا یہ کہ وہاں کی باتیں یاد دلا دلا کے اور حیران کیا جائے"

ابو وہب: "ہاں! مجھے خیال نہیں رہا۔ یہ تو بتاؤ کہ زبیدہ کو آنکھیں کھولے کتنی دیر ہوئی ہے؟"

Marfat.com

اں": اے ابھی تو خدا خدا کر کے ہوش آیا ہے مگر ابھی کیا اعتبار۔ اسے ہوش نہ سمجھو۔ جب سے آنکھیں کھولی ہیں بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے۔ بار بار انہیں چیزوں کا ذکر کرتی ہے جن کو دیکھ کے ڈری ہے۔"

بو وہب: "مگر اب مجھے امید ہے کہ خدا میری بیٹی کو بچا دے گا۔"

اں: "لیکن تم نے اس کے سامنے ایسی ہی باتیں کیں تو خدا ہی نگہبان ہے۔"

بو وہب: "معاذ اللہ! ام وہب تمہارا بھی معمول ہے کہ آدمی کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔ لو۔ میں جاتا ہوں۔ بس اب تو تمہیں شکایت نہ ہوگی۔"

یہ کہہ کے ابو وہب باہر چلے گئے اور زبیدہ نے جس کے ہوش وحواس اب ذرا درست ہو چکے تھے۔ خوف کی آواز میں پوچھا:

"اماں جان! ابا جان کو میرے وہاں جانے کی خبر کیونکر ہو گئی؟"

سوسن: "ہاں بیوی اس وقت تو ان کی زبان سے قصر سیدوک کا نام سن کے میرے بھی حواس جاتے رہے اور اس کے ساتھ انہیں یہ بھی خبر ہو گئی ہوگی کہ میں بھی ساتھ گئی تھی۔"

ام وہب (زبیدہ سے) بیٹی تم جس وقت گھر میں آئی ہو تمہارے والد موجود تھے اور مجھ سے بار بار پوچھتے تھے کہ یہ کہاں گئی تھی اور مجھ سے کوئی بات بنائے نہ بنتی تھی۔ آخر میں نے مجبور ہو کے کہہ دیا کہ یہ مجھ سے پوچھ کے قصر سیدوک میں کوئی منت ماننے کے لیے گئی تھی۔ وہاں سے بے ہوش آئی ہے۔"

زبیدہ: "اور مجھے یہاں لایا کون؟"

ام وہب: "دو اجنبی شخص تمہیں ایک میانہ میں ڈال کے یہاں پہنچا گئے اس کے دو گھڑی بعد سوسن آئی۔"

زبیدہ: "تم ہی کچھ بتاؤ گی تو مجھے معلوم ہوگا۔"

سوسن: "میں تو کل بتاؤں گی (کان میں جھک کے) ابھی میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ کی اماں جان لاکھ سر ماریں۔ مگر میں نے ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا۔ جب آپ تنہائی میں اطمینان سے بیٹھیں گی اس وقت کہہ دوں گی (آواز سے) اس وقت آپ آرام

Marfat.com

سے لیٹی رہیں اور آنکھ لگ جائے تو دم بھر سو لیں ۔"

زبیدہ (آہستہ سے) "میں سو چکی ۔ اب قبر میں جا کے سوؤں گی ۔"

سوسن کے سمجھانے سے زبیدہ خاموش ہو گئی اور دیر تک لیٹے لیٹے اس کی آنکھ لگ ہی گئی ۔

Marfat.com

زبیدہ کو یہ رات آرام میں کٹی۔ طبیعت بحال ہوتی جاتی تھی۔ خصوص رات کی خنک ہوا نے اس کے دماغ پر بہت اچھا اثر کیا لیکن ماں محبت کے جوش میں رات بھر اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ سوسن نے بارہا کہا کہ بیوی جا پیئے دم بھر سو لیجیے میں بیٹھی ہوں مگر مامتا کا جوش بُرا ہوتا ہے۔ اس نے ایک نہ سنی اور رات بھر بیٹی کے پاس سے نہ ہٹی لیکن جب ابتدائے فجر کی نسیم کے ٹھنڈے جھونکے آنا شروع ہوئے تو اس کی آنکھوں میں نیند بھر آئی اور سوسن کو بیٹی کے پاس بٹھا کے اپنے پلنگ پر لیٹ رہی اور لیٹنا تھا کہ غافل سو گئی۔

زبیدہ کے والد ابو وہب کو بھی آج کوئی ایسا ضروری کام درپیش تھا کہ پہر رات رہے ہی چلے گئے۔ اب اکیلی سوسن زبیدہ کے سرہانے بیٹھی اپنے خیالات میں محو تھی۔

اس وقت تاروں کی آنکھوں پر بھی خمار نمودار تھا۔ دب اکبر قطب کے نیچے والے دامن افق میں چھپ رہا تھا اور زہرہ نے افقِ مشرق کے گھونگھٹ سے چہرہ کھول کے خاموش دنیا پر نظر ڈالی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا اور محلہ کے کتے بھونک رہے تھے۔ طیور ابھی تک ساکت اور صامت اور خاموش تھے۔ اگرچہ جاگنے کا وقت قریب آ گیا تھا مگر ابھی کسی کی آنکھ نہیں کھلی تھی۔ نسیم کے شوخ جھونکوں نے زبیدہ کی پریشان زلفوں کے ساتھ شوخیاں شروع کیں اور ان کی چھیڑ

Marfat.com

چھاڑیں زبیدہ کی آنکھ کھل گئی جو خوب جی بھر کے سو چکی تھی اور طبیعت پر سے ناتوانی و غشی کا اثر بہت کچھ زائل ہوگیا تھا۔ اس نے جاگتے ہی اپنے پاس اکیلی سوسن کو پایا تو بولی:

"سوسن! اب اس سے بہتر تنہائی کا کونسا وقت ہوگا؟ خدا کے لیے بتاؤ کہ یہ کیا واقعہ ہے کیا یوسف سچ مچ بیوفا ہوگئے؟ یا یہ میں نے کوئی پریشان خواب دیکھا ہے؟"

سوسن: "بیوی! آپ نے جو کچھ دیکھا سچ ہے مگر پھر بھی میرا دل نہیں مانتا کہ یوسف ایسا بے مہر ہوگیا ہو۔ اس میں ضرور کوئی بات ہے۔ وہاں کا سارا کارخانہ جادو کا تھا اور یہ بھی کوئی جادو اور نظر بندی ہی کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔"

زبیدہ: "اچھا یہ بتاؤ کہ میرے غش کھانے کے بعد کیا ہوا اور میں یہاں کیونکر آئی؟"

سوسن: "اس پر بھی بڑی حیرت ہے۔ آپ کے بے ہوش ہوتے ہی دو آدمی ایک محافہ اپنے ساتھ لیے ہوئے آپہنچے۔ گویا منتظر ہی کھڑے تھے۔ میں محافہ کے ساتھ دوڑتی ہوئی چلی تو ایک تیسرے شخص نے آکے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا، تم ان کے ساتھ نہیں پہنچ سکتیں میں تم کو اپنے ساتھ لے چل کے پہنچا دوں گا۔ یہ کہہ کے وہ مجھے وہاں سے دو قدم لیجا کے دریا کنارے پہنچا۔ وہاں وہی ابوالعنقوق ملاح کشتی لیے موجود تھا۔ وہ شخص ساتھ کشتی میں بیٹھ کے مجھے ماموںیہ میں لایا اور پھر مجھے گھر تک پہنچا گیا۔ یہاں آئی تو دیکھا کہ آپ دو گھڑی پہلے آچکی تھیں۔"

زبیدہ: "میرے بے ہوش ہونے کے بعد یوسف کی کیا حالت ہوئی؟"

سوسن: "وہ اسی طرح اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ مگر ہاں میں نے چاند کی روشنی میں دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جو شخص مجھے یہاں لایا۔ اس نے یوسف کی یہ حالت دیکھی تو ڈانٹ کے کہا:

"بس رونا موقوف کرو اور جاؤ اب تم آزاد ہوا اور تم سے جو کچھ کہہ دیا گیا ہے اس کا خیال رکھنا ورنہ زندگی سے ہاتھ دھوؤ گے۔"

اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کے یوسف نے آنسو پونچھے اور اٹھ کے ایک طرف چلا گیا۔

زبیدہ: "اب تو سوسن مجھے بھی شک ہوتا ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ فی ضرور ہے۔"

Marfat.com

سوسن: "بی بی! اس میں ضرور کوئی بات ہے اور میں تو جب تک اب دوبارہ یوسف سے نہ مل لوں ان باتوں کا یقین نہ مانوں گا۔"

زبیدہ: "اور سوسن تمہیں وہ باتیں یاد ہیں جو میں نے عنقودہ سے رخصت ہونے اور پردے کے چاک ہونے کے بعد سنی تھیں۔"

سوسن: "ہاں بی بی! وہ باتیں بھی یاد ہیں۔ یوں تو خدا میں بڑی قدرت ہے مگر عنقودہ کا عورت سے مرد بن جانا اور آپ پر عاشق ہونا سمجھ میں آنے والی باتیں نہیں ہیں۔"

زبیدہ: "سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں میرے دل میں تو ہول پیدا ہو گئی۔ عنقودہ کے تیور مجھے ہمیشہ سے برے نظر آتے تھے۔ وہ مجھ سے بری طرح لپٹتی اور بڑی بے حیائی سے پیار کرتی تھی۔ ایک بار مجھ سے اپنے دل کی یہ تمنا بیان بھی کر دی تھی کہ چاہتی ہوں عورت سے مرد بن کے تمہارے ساتھ محبت کروں اور یہ بھی بتا دیا کہ جن کبھی عورت سے مرد اور مرد سے عورت بن جایا کرتے ہیں مگر مجھے ان باتوں سے وحشت ہوئی تو اس نے ہنسی میں اڑا دیا۔"

سوسن: "مگر بی بی مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کو اپنے دولہا یوسف سے ایسی محبت ہے؟"

زبیدہ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "سوسن! یہ محبت میری جان لے گی اور ہائے اب تو یہ معاملہ طشت از بام ہوا چاہتا ہے۔ دو چار روز میں سب کو خبر ہو جائے گی اور میں سب کی نظر میں ذلیل و خوار ہو جاؤں گی۔"

(چونک کے)

"دیکھو سوسن! دروازے پر کوئی کنڈی کھڑکھڑا رہا ہے۔"

سوسن: "اے ہاں ہے تو سہی۔"

(ڈر کے)

"اس وقت کون آیا ہو گا؟"

(پھر کنڈی کی آواز آئی)

"بی بی! اس وقت تو مجھ سے دروازے تک نہ . . . . ."

Marfat.com

زبیدہ "تو کیا میں جاؤں گی۔ ایسا ہی ڈر ہے تو کنڈی کھولنے سے پہلے پوچھ لینا کہ کون ہے"
سوسن "آپ کی اماں جان کو جگا دوں؟"
زبیدہ: "پہلے تحقیق تو کر لو کون ہے اور اس وقت کس لیے آیا ہے؟"
آخر زبیدہ کے حوصلہ دلانے سے سوسن ڈرتی ڈرتی دروازے کے قریب گئی اور پوچھا:
"کون ہے"۔
جواب "میں کوئی ہوں۔ تم اتنا بتا دو کہ زبیدہ کا مزاج کیسا ہے؟"
سوسن "پہلے اپنا نام بتاؤ"۔
آواز: "نام کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں قصر سیدوک سے ان کی خیریت دریافت کرنے کو آیا ہوں"
سوسن "ابھی ناتوان بہت ہیں مگر اچھی ہیں۔ کل تیسرے پہر کو ہوش آیا"۔
آواز: یہ ممکن ہے کہ وہ دروازے تک آ کے مجھ سے دو باتیں کر جائیں"۔
سوسن: "یہ چاہتے ہو تو اپنا نام بتاؤ"۔
آواز: "کیا یہ کافی نہیں کہ میں قصر سیدوک سے آیا ہوں۔ جہاں ان کا ایک عاشق حرماں نصیب ان کی یاد میں تڑپ رہا ہے"۔
سوسن "اچھا تم ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی آ کے جواب دیتی ہوں"۔
یہ کہہ کے سوسن زبیدہ کے پاس آئی اور کیفیت بیان کی جسے سن کے زبیدہ نے حیرت سے کہا:

"وہاں سوا بہن عنقودہ کے اور کون ہے۔ کیا اس سے میرا یوسف مراد ہے جسے میں وحشت کے عالم میں چھوڑ آئی ہوں۔ مگر آہ! اس نے تو مجھے چھوڑ ہی دیا"۔
سوسن "نہیں بی بی! میرے نزدیک تو اب عنقودہ مرد بن گئیں۔ وہی اپنے آپ کو عاشق ظاہر کرتی ہیں اور یہ شخص انہیں کا بھیجا ہوا ہے"۔
زبیدہ "افسوس مجھے بھی یہی معلوم ہوتا ہے مگر سوسن! یہ تو برا ہوا۔ اگر عنقودہ مرد بن گئیں تو پھر اب مجھ سے ان سے ملاقات ہو چکی۔ اچھا خیر میں تمہارے ساتھ دروازے پر چلتی ہوں۔ سوال و جواب تم ہی کرنا، بلکہ جو میں بتاؤں پوچھنا اور یہ نہ ظاہر کرنا کہ میں

Marfat.com

بھی پاس کھڑی سن رہی ہوں۔"

اس قرارداد کے موافق سوسن اور زبیدہ دروازے کے پاس آئیں اور سوسن نے کہا:

"ہماری بی بی کا کوئی عاشق نہیں ہے۔"

آواز: "کوئی عاشق نہیں تو وہاں روز روز کس سے ملنے کو جایا کرتی ہیں؟"

سوسن: "جنوں کی ملکہ عنقودہ خاتون سے ملنے کو جوان سے محبت کرتی ہیں۔"

آواز: "اچھا وہی سہی۔ ان کا ایک پیغام تو سن لیں۔"

زبیدہ کچھ دیر تک متردد رہی کہ دروازہ کھولے یا نہ کھولے اور آخر یہی مناسب معلوم ہوا کہ دروازہ کھول کے مل ہی لینا چاہیئے۔ سوسن کو اشارہ کیا کہ کنڈی کھول دو۔ اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بجائے کسی جن یا عنقودہ کے کسی آدمی کے یوسف بن احمد اپنی اسی پرانی وضع میں اندر آگیا جس کی صورت دیکھتے ہی سوسن دم بخود رہ گئی اور زبیدہ کی زبان سے بے اختیار نکلا:

"ارے میرا یوسف۔"

یوسف (آواز بند کر کے اور زنجیر لگا کے) "ہاں یوسف! جو اپنی نحس صورت دکھانے کو آیا ہے۔"

زبیدہ: "تم نے میرا قصور معاف کر دیا؟"

یوسف: "زبیدہ! ابھی اس بارہ میں کچھ نہ کہو۔ پہلے میرا یہ قصور معاف کر دو کہ میں اس وقت تمہیں دھوکا دے کے تمہارے مکان میں داخل ہوا لیکن اس کی دو وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ میں سمجھا قمر سیدوک کا نام سن کے تم جلدی دروازہ کھولو گی۔ دوسرے اس لیے کہ میں امیرالمومنین کا مفرور مجرم ہوں۔ کوئی غیر میرا نام سن لے گا تو گرفتار کرے گا۔ میں بغداد میں آزادی کے ساتھ کھلے خزانے نہیں رہ سکتا اور تمہارے پاس اسی لیے آیا ہوں کہ مجھے اپنے گھر میں پناہ دو۔"

زبیدہ: "اچھا تو اب اندر چلیئے اور آرام سے بیٹھ کے باتیں کیجیے۔"

زبیدہ اسے لے کے اپنی نشست کے کمرے میں گئی۔ بٹھایا اور کہا:

Marfat.com

"بس اب خدا کے لیے جلدی بتاؤ کہ تم نے مجھے چھوڑ تو نہیں دیا؟"

یوسف "! اتنی بے صبر نہ ہو۔ جب ہم دونوں کھل کے باتیں کریں گے، اپنا اپنا حال صاف صاف بیان کر دیں گے تو خود ہی صفائی ہو جائے گی۔"

زبیدہ "! ہائے کیا کروں؟ اب نہ چھپائے بنتا ہے اور نہ کہتے بنتا ہے مگر یوسف اگر میں سچ سچ کہدوں تو پھر زندہ نہ بچوں گی۔"

یوسف "! یہی خوف میرے لیے بھی ہے۔"

زبیدہ "! مگر میرا سابقہ تو ایسے لوگوں سے ہے جو غیب کی باتیں جانتے ہیں۔"

یوسف "! ایسی باتیں عوام سنیوں کے دلوں میں سمائی ہوتی ہیں۔ ہم شیعہ لوگ سوا خدا اور ائمہ معصومین کے کسی کو علام الغیوب نہیں جانتے۔ تم جو کچھ ہو صاف صاف بیان کر دو اور میں یقین دلاتا ہوں کہ کسی کو خبر نہ ہوگی۔ پہلے اپنا قصر سیدوک جانے کا راز بتادو تو پھر میں اپنا حال بیان کر دوں گا۔ مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ بڑی گہری سازش ہمارے معاملے میں ہو رہی ہے۔"

زبیدہ "! یوسف! میں تمہارے حکم سے باہر نہیں ہو سکتی اور اگرچہ جان جوکھم کا معاملہ ہے مگر بیان کیے دیتی ہوں۔ تم بھی اتنا خیال رکھنا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ سنو! تمہارے دشمنوں کو جب وہ گلے کی بیماری ہوئی ہے۔ میں بہت ہی حیران تھی۔ ایک ایک سے اس بیماری کی دوا پوچھتی تھی اور کسی طرح دل کو اطمینان نہ ہوتا تھا۔ ایک دن خالہ جان کے گھر سے آ رہی تھی کہ ایک عورت ملی جس کا نام ام زغول ہے۔ اس نے کہا۔ اس بیماری کا فقط ایک علاج ہے وہ یہ کہ قصر سیدوک میں جا کے ام عنقود سے ملو۔ دوسرے ہی دن میں اس کے ساتھ وہاں گئی۔ عنقود کی شہادت کا نوحہ ام زغول کے ساتھ گایا تو بجائے ام عنقود کے عنقود کی حسین بیوہ عنقودہ آئی اور مجھے اپنی بہن بنا لیا۔ اس نے مجھے وہاں سے لے جا کے جنۃ العنقود کی سیر کرائی۔ ام عنقود سے ملایا اور دس جن صحابیوں کی زیارت کرائی جنھوں نے تمہارے لیے دوا کی اور تم اچھے ہو گئے۔ اب مجھ سے عنقودہ سے بہناپا ہے اور وہ مجھے کبھی کبھی بلا بھیجتی ہیں مگر ان کو شیعوں سے بڑا تعصب ہے۔ جب

Marfat.com

یہ سنا کہ تم شیعہ ہو تو تمہارے بہت ہی خلاف ہوگئیں اور مجھ سے بار بار تاکید کرتی تھیں کہ یوسف کو چھوڑ کے کسی سنّی سے شادی کرو مگر میں خوشامد کرتی رہی کہ وہ تم سے راضی ہو جائیں۔ آخر ان سے وعدہ کیا کہ تمہیں سنّی بنا لینے کی کوشش کروں گی۔ تمہیں یاد ہوگا کہ انہیں کی دشمنی کے خوف سے میں نے تم سے یہاں تک کہا کہ تمہارے عوض میں شیعہ ہو جاؤں گی مگر تم سنّی بن جاؤ ——"

یوسف": ہاں مجھے خوب یاد ہے۔ آگے بیان کرو۔"

زبیدہ": تم تو اس وقت کسی بڑھیا کے ساتھ ایک گلی میں چلے گئے اور مجھے عنقودہ مردانے بھیس میں آکے جنۃ العنقود میں اٹھا لے گئی۔ وہاں اس روز میں نے عنقودہ کو مردانے لباس میں پایا اور دیکھا کہ وہ مردوں کی طرح مجھ سے لپٹتی اور بوس و کنار کرتی ہیں جس پر مجھے بڑا تعجب ہوا مگر اس سے بھی زیادہ حیرت اس پر تھی کہ تم سے مجھ سے جو کچھ باتیں ہوئی تھیں وہ سب انہیں معلوم تھیں۔ اب انہوں نے پھر تاکید کی کہ یوسف کا خیال چھوڑ دو۔ تم جو اس بڑھیا کے ساتھ گئے تھے اس پر میرے دل کو ایک خلجان سا تھا۔ ان سے پوچھ بیٹھی کہ یوسف اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے جنت العنقود کے اندر ہی پھراتے پھراتے ایک ایسے مقام پر پہنچایا جہاں میں نے دیکھا کہ تم ایک اور عورت سے ہم آغوش ہو۔ یہ دیکھ کے میرے دل کی جو حالت ہوئی اسے بیان نہیں کر سکتی۔ گھر آکے میں بہت ہی پریشان رہی اور دل میں عہد کر لیا کہ اب تم سے بات نہ کروں گی مگر ایک دن تمہیں نے راستہ میں چھیڑا اور تمہاری باتوں سے ظاہر ہوا کہ تم نے جنۃ العنقود میں عنقودہ کو مردانے بھیس میں مجھ سے بوس و کنار کرتے دیکھ لیا اور اس پر اس قدر برہم تھے کہ تلوار کھینچ کے میری جان لینے کے درپے ہو گئے۔ اس وقت میں نے تمہاری بے وفائی بھی تم سے بیان کر دی اور تم سے کچھ جواب نہیں بن پڑا یہ سچ ہے کہ نہیں؟

یوسف": سب سچ ہے۔ تم کہے جاؤ۔"

زبیدہ": اسی وقت تم کو کئی آدمی زبردستی پکڑ لے گئے اور میں غش کھا کے گر پڑی۔ اس کے بعد

Marfat.com

میری آنکھ جنۃ العنقود میں کھلی جہاں عنقودہ بڑی محبت سے میرے کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس روز اس نے پھر تمہاری ان باتوں کو یاد دلایا اور ڈرایا کہ تم قصر سیدوک میں لا کے قتل کر ڈالے جاؤ گے۔ میں نے بڑی خوشامدوں سے اسے اس ارادے سے روکا اور ظاہر کیا کہ تم چاہے شیعہ ہو یا سنی، میں تمہاری ہی ہوں۔ وہ تمہاری جان لینے سے تو باز آگئیں مگر کہے یہی گئیں کہ شادی نہ ہونے دیں گی۔ اسی دن انہوں نے چاندی کا ایک صندوق منگوا کے میرے حوالے کیا اور کہا کہ اس میں تمہارے لیے جواہرات کے زیور ہیں۔ ان زیوروں کو میں نے دیکھا تو غش کر گئی اور کہا میں ان کے قابل نہیں۔ بادشاہوں کے لیے ہیں۔ میرے گھر میں ہوں گے تو میں چوری میں پکڑی جاؤں گی۔ مگر وہ یہی کہتی رہیں کہ یہ تمہارے ہیں چاہے لیجاؤ چاہو یہاں چھوڑ جاؤ۔ پھر ان کو نکال کے مجھے پہنایا۔ وہ ایسے بھاری جوڑے تھے جن سے اچھے شاید امیرالمومنین کے گھر میں بھی نہ ہوں گے۔ وہ دسوں جوڑے انہوں نے باری باری مجھے پہنا کے دیکھے اور کہا تمہارے سوا یہ کسی پر زیب نہیں دے سکتے۔ میں نے وہ زیوروں کا صندوق وہیں چھوڑا اور گھر آئی۔ مگر راستے میں دیکھا کہ اسی چاندی کے صندوق کو تم ایک مزدور کے سر پر رکھوائے سڑک پر چلے جاتے ہو۔ میں حیران تھی کہ یہ صندوق تمہارے پاس کیونکر آگیا۔ اتنے میں کسی نے آکے غل مچایا کہ یہ امیرالمومنین کے جواہرات کا صندوق ہے۔ میں ایک دکان میں کھڑی ہو گئی اور اس دن جو کچھ واقعات گزرے سب میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے۔ یہاں تک کہ امیرالمومنین کی سواری آئی اور اس صندوق میں سے جواہرات اور زیور کے عوض ملکہ نسیم السحر برآمد ہوئیں۔"

یوسف: "اس وقت تم وہاں موجود تھیں؟"

زبیدہ: "ہاں تھی۔ بلکہ جب امیرالمومنین نے تمہارے قتل کا حکم دیا تو سن کے مجھے غش آگیا تھا۔ اور اگر ام زغول میرے ساتھ نہ ہوتی تو غضب ہو گیا تھا۔ اس بےچاری نے خدا جانے کیا کیا جتن کیے ہیں کہ میں ہوش میں آئی۔"

یوسف: "اور تمہیں خوب یاد ہے کہ وہ صندوق وہی تھا جس میں تم نے وہ جواہرات دیکھے تھے؟"

Marfat.com

زبیدہ: "معلوم تو وہی ہوتا تھا"
یوسف: "اچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"
زبیدہ: "اب میں تمہارے لیے حیران تھی یہاں تک کہ سنا کہ حنابلہ کے ہنگامہ میں تم قصرِ خلافت سے بھاگ گئے۔ روز آدمی بھیج کے تمہارے گھر سے دریافت کراتی تھی مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ آخر سب طرف سے مایوس ہو کے میں بہن عنقودہ کے پاس دوڑی گئی کہ ان سے تمہاری خیریت پوچھوں۔ انھوں نے بڑے حیلے حوالے کے بعد وعدہ کیا کہ اگر میں ان کی دعوت قبول کروں اور تین دن تک جا کے اس قصر میں رہوں تو تمہارا حال بتا دیں گی۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ اماں جان مجھے اکیلی نہ آنے دیں گی ان سے (سوسن کی طرف اشارہ کر کے) ان کے ساتھ لانے کی اجازت مانگی اور انھوں نے قبول کیا۔ تب میں اماں جان کو راضی کر کے سوسن کے ساتھ وہاں گئی۔ وہاں ایک عجیب طلسمی کارخانہ نظر آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ میں اصلی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔ سارا سامان دعوت شاہانہ تھا۔ اس عیش و عشرت میں تین دن گزر گئے اور اب وقت آیا کہ عنقودہ اپنے وعدہ کے مطابق مجھے تمہارا حال بتائیں۔ وہ مجھے لے کے جنت کے ایک مکان میں گئیں۔ وہاں دوسری طرف کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ اندھیرا ہے اور سامنے ایک پردہ کھنچا ہوا ہے۔ یہاں وہ مجھے رخصت کر کے واپس گئیں۔ ان کے جاتے ہی پردہ چاک ہو کے غائب ہو گیا اور سامنے ایک لق و دق صحرا نظر آیا جس میں غول بیاباں دوڑ رہے تھے۔ اتنے میں ایک ازغیبی آواز آئی کہ عنقودہ مجھ پر عاشق ہے اس نے دعا کی کہ مرد بن جائے۔ جن صحابیوں کو الہام ہوا کہ اگر زبیدہ تین دن تک اس باغ میں خوشی سے رہے گی اور یوسف کا نام زبان پر نہ لائے گی تو عنقودہ تین سو ساٹھ برس کی بیوگی کے بعد مرد بن جائے گی۔ چنانچہ یہ شرط پوری ہوئی اور اب عنقودہ کو تم مرد پاؤ گی۔ میں نے گھبرا کے پوچھا کہ کیا میں یوسف کو نہ دیکھوں گی؟ اسی آواز غیب نے بتایا کہ اس کھجور کے درخت کے نیچے جاؤ۔ وہاں پہنچ کے میں نے تمہیں اس حال میں پایا۔ اس کے بعد کی باتیں تم خود ہی جانتے ہو۔"
یوسف: "تو کیا وہ جنت عنقودہ وہاں سے قریب ہی ہے؟"

Marfat.com

زبیدہ: "مجھے تو قریب ہی معلوم ہوئی مگر ویسا وحشت ناک صحرا ایسی جنت کے قریب کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یہ سب جادو کا کارخانہ ہے۔"

یوسف: "افسوس تمہیں یہ سب باتیں میری ہی وجہ سے پیش آئیں۔"

زبیدہ: "اور تم ایسے بے رحم و بے وفا نکلے۔ لے اب جو کچھ تم پر گزری وہ بھی بتا دو۔"

یوسف: "ابھی نہیں۔ میں یہ سب باتیں تمہیں کل بتا دوں گا۔"

زبیدہ: "اچھا اتنا تو بتا دو کہ وہ عورت کون ہے جس کے عشق میں تم ایسے فریفتہ ہو رہے ہو اور جس کی وجہ سے تم نے میری ایسی توہین کی اور میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو کوئی اپنے جانی دشمن کے ساتھ بھی نہ کرے گا۔ اور یہ بھی کہ اب تو تم نے وہ قلندروں کی وضع چھوڑ دی یا پھر وہی وضع اختیار کر کے اس صحرا میں جا بیٹھو گے؟"

یوسف: "ان سب باتوں کا جواب کل ہی دوں گا۔ زبیدہ! بغداد کا زمانہ ختم ہونے کو دو ہی چار دن رہ گئے ہیں۔ وزیر ابن علقمی میرے عزیز ہیں۔ انہوں نے شیعوں کا انتقام لینے کے لیے جو تدبیر کی ہے افسوس اس کے پورے ہونے کا وقت آ گیا۔ پرسوں تاتاریوں کا ٹڈی دل بغداد پر آ کے گرے گا۔ اہل بغداد پر مغلوں کی تلواریں بلند ہوں گی اور ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی ہوں گی۔ اس لیے ہمیں اپنا کام کرنے کے لیے بہت کم مہلت رہ گئی ہے۔ بس اب مجھے جانے دو۔ پرسوں انشاءاللہ ملاقات ہوگی اور خدا کرے وہ ایسی ملاقات ہو کہ پھر اس کے بعد کبھی جدائی نہ ہو۔"

زبیدہ: "ابھی تو مجھے بہت کچھ کہنا سننا باقی ہے۔"

یوسف: "اس کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔ ہم زیادہ اطمینان کے ساتھ اور اگر خدا نے چاہا تو جنۃ العنقود کے چمنوں میں بیٹھ کے کہیں سنیں گے۔ بس اب رخصت۔"

زبیدہ: "مگر تم تو باہر نکلتے ڈرتے تھے۔ امیر المومنین کے مجرم ہو۔ پناہ لینے ہی کے لیے یہاں آئے تھے۔ یہ اتنی دیر میں کیا ہوا کہ پلٹے جاتے ہو۔ کیا مجھ سے کوئی قصور ہو گیا؟"

یوسف: "اب مجھے باہر جانے میں کوئی اندیشہ نہیں۔ اب صبح ہوا ہی چاہتی ہے اور مجھے آج بہت کچھ کرنا ہے۔ لے خدا حافظ۔"

Marfat.com

یہ کہتے ہی دروازہ کھول کے چلا گیا۔

زبیدہ اور سوسن دونوں حیران رہ گئیں کہ!

"کیا آئے اور کیا گئے۔"

Marfat.com

۱۹

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

شام ہو رہی ہے اور اندھیرا جو مشرقی افق پر نمودار ہوا تھا بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے بغداد کے قریب آ پہنچا۔ اس کی وحشت سے طیور نے شور کرنا شروع کیا اور بازاروں اور عام گزرگاہوں میں لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا۔ اتنے میں آفتاب بھی مسجدوں اور مقبروں کے کلسوں اور عالیشان قصروں کے کنگروں سے آخری صاحب سلامت کر کے غائب ہو گیا، اور تاریکی کو حد سے گزرتے دیکھ کے فرشتوں نے گنبد گردوں میں تاروں کی قندیلیں روشن کیں اور اہل دنیا بھی جا بجا چراغ روشن کرنے لگے۔

مگر سب سے زیادہ روشنی المستعصم باللہ کے اس عالیشان قصر ابیض میں ہے جس میں دربار ہوتا ہے۔ مدتوں سے یہ قصر سنسان اور خاموش پڑا رہتا تھا کیونکہ المستعصم کو دربار کرنے سے نفرت ہو گئی تھی مگر اب نسیم السحر کے سمجھانے سے وہ روز شام کو دربار کرتا ہے اور ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ آزادی کے ساتھ جو کچھ چاہتے ہیں امیر المومنین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں مگر مستعصم کو ان روزانہ درباروں میں سب سے زیادہ فکر ان جواہرات کی ہے جنہیں اس نے ملک الناصر داؤد کی امانت میں خیانت کر کے حاصل کیا تھا۔

جو جماعت شیعہ سنیوں کے جھگڑے چکانے کے لیے منتخب کی گئی ہے۔ اس کے ارکان

Marfat.com

بھی روز حاضر ہو کے اپنی کچھ نہ کچھ کارروائی ضرور بیان کر دیتے ہیں مگر ان باتوں کو مستعصم بے دلی اور بے توجہی سے سن تو لیا کرتا ہے مگر اس میں اسے مطلقاً دلچسپی نہیں۔

آج وہ دربار میں آ کے سریر خلافت پر بیٹھا ہی تھا کہ رکن الدین دوادار نے آداب خلافت بجا لا کے عرض کیا کہ:

"آج دیلم و فارس کی جانب سے بہت سے لوگ بھاگے ہوئے شہر میں آئے ہیں جن کا بیان ہے کہ تاتاریوں کا ایک لشکر عظیم شہروں اور گاؤں کو لوٹتا مارتا عراق کی طرف بڑھا چلا آتا ہے اور بغداد کے قریب آ پہنچا۔"

مستعصم: "تاتاریوں کو ادھر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا پہلی شکست انہیں بھول گئی؟"

ابن علقمی: "امیرالمومنین! وہ لوگ ارض مصر کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ خالی ادھر سے گزر جائیں گے۔ ہمارے لیے کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔"

مستعصم: "اور آ بھی گئے تو کیا کر لیں گے۔ میں ایسی فکروں میں نہیں پڑتا۔"

اس کے بعد اس نے سب لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے کہا:

"افسوس تم نے آج تک پتہ نہ کیا کہ میرے وہ جواہرات کہاں ہیں اور کس کے پاس ہیں۔"

اس کے جواب میں سب لوگ خاموش تھے کہ ایک بدصورت حبشی نے جو گھسیاروں اور جنگل سے لکڑیاں لانے والوں کی ذلیل وضع میں تھا۔ ادب سے زمین بوس ہو کے کہا:

"امیرالمومنین! میں حضور کے جواہرات کا پتہ لگا دوں گا۔"

یہ سنتے ہی المستعصم جو تکیہ سے پیٹھ لگائے اور پیچھے کی طرف جھکا ہوا تھا سنبھل کے بیٹھ گیا اور ایک طفلانہ بے صبری کی شان سے خوش ہو کے بولا:

"میرے جواہرات مل جائیں گے؟"

حبشی: "آج ہی۔ مگر چند شرطوں سے۔"

مستعصم: "وہ سب شرطیں منظور ہیں۔"

حبشی: "امیرالمومنین ان شرطوں کو سن بھی تو لیں۔"

مستعصم: "میں بے سنے منظور کیے لیتا ہوں مگر تمہیں عرض کرنے کا شوق ہے تو کہو۔"

Marfat.com

حبشی: "پانچ ہزار ترکی فوج میرے ہمراہ کی جائے۔ جن لوگوں کے پاس وہ جواہرات برآمد ہوں وہ خود اور ان کی تمام جائداد مجھے انعام میں عطا ہو اور مجھے اختیار دیا جائے کہ ان کے ساتھ جو سلوک چاہوں کروں۔"

مستعصم: "بس؟"

حبشی: "حضور یہی۔ اور یہ بھی کہ تفتیش و شہادت کے لیے میں جن لوگوں کو چاہوں بلوالوں۔"

مستعصم: "یہ بھی منظور ہے۔"

حبشی: "تو امیرالمومنین ترکی جوانوں کو بلا کے میرے ہمراہ کریں اور انہیں حکم دیں کہ میں ان سے جو کہوں اس کی تعمیل کریں اور جس شخص کو کہوں گرفتار کر لیں۔"

مستعصم: "تم خلافت کی اتنی بڑی خدمت بجا لاتے ہو کہ تمہیں ہر قسم کے اقتدارات دیئے جائیں گے۔"

ابن علقمی (اس شخص سے) "امیرالمومنین ہمیشہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ اگر تم نے ان جواہرات کا پتہ لگا دیا تو آئندہ تمہیں دربار خلافت کے حاجب اور شہر کے کوتوال و مجسٹریٹ مقرر کر دیئے جاؤ گے۔"

مستعصم: "بے شک رکن الدین دوادار اس خدمت کو نہ بجا لا سکا تو وہی شخص انکے عہدے کو پائے گا جو یہ کام انجام دے گا چاہے وہ کوئی ہو۔ ولو کان عبداً اجدع (اگرچہ کن کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو) ابن علقمی ترکی سردار افسنتگین کو حکم دو کہ پانچ ہزار ترکی سپاہ کے ساتھ اسی وقت حاضر ہو اور ایک ہزار جوان میرے حبشی غلاموں میں سے بھی بلوا لیے جائیں۔ یہ چھ ہزار کی جمعیت جب جمع ہو لے گی اور اسے میں اس کارگزار شخص کے حوالے کر دوں گا تب آج کا دربار برخاست ہو گا۔"

فوراً شاہی ہرکارے دوڑے اور دو گھنٹے کے اندر پانچ ہزار ترک اور ایک ہزار حبشی غلام آ کے صف آرا ہو گئے۔ جب یہ لشکر جمع ہو لیا تو مستعصم نے افسنتگین کو دربار میں بلا کے حکم دیا کہ (اس حبشی کی طرف اشارہ کر کے)

" اس وقت سے تم ان کے ماتحت ہو۔ ان کے ساتھ جاؤ اور جو حکم دیں بجا لاؤ۔ ان کے کسی

Marfat.com

حکم کی تعمیل میں مجھ سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں۔"

اس نے سر ادب جھکا کے اظہار اطاعت کیا اور دربار برخاست ہوا۔

منتعظم اپنے حریم خلافت میں گیا اور اس حبشی شخص نے قصر ابیض کے باہر آ کے ترکی اور حبشی فوج کا جائزہ لیا۔ پھر افسنتگین کے کان میں کہا:

"اسی وقت بندوبست کر دو کہ ایک ہزار مشعلچی اپنی مشعلوں کے ساتھ آدھی رات سے پہلے برامکہ کے کھنڈروں میں جمع ہو جائیں اور جب تک حکم نہ دیا جائے ایک بھی مشعل روشن نہ ہو بلکہ وہ اس طرح خاموشی سے بیٹھیں کہ کسی کو ان کے وہاں ہونے کی خبر بھی نہ ہونے پائے اور ان سب ترکی سپاہیوں اور حبشی غلاموں کو حکم دو کہ کھانا کھا کے اور خوب مسلح ہو کے آدھی رات سے ایک گھنٹہ پہلے خان رحبہ میں جمع ہو کے میرے حکم کے منتظر رہیں اور تم بھی ان کے ساتھ موجود رہنا۔"

افسنتگین: "جو حکم ہو۔"

حبشی: "ایک کام اور ہے جس کے لیے تمہیں خاص طور پر تکلیف کرنا ہوگی۔ تم اسی وقت محلہ مامونیہ کی گلی سکۃ العروس میں جا کے ابو وہب نام کے ایک شخص کا مکان دریافت کرو۔ وہاں پر ابو وہب کی لونڈی سوسن سے ام زغول نام کی ایک عورت کا پتہ دریافت کرو اور اس پتہ پر جا کے ام زغول کو گرفتار کر کے اسی وقت میرے پاس لے آؤ۔ دیکھو یہ نہایت ضروری کام ہے اور ام زغول ایک گھنٹہ کے اندر حاضر ہو جائے۔"

افسنتگین: "بہت خوب۔ لیکن آپ کہاں ملیں گے؟"

حبشی: "میں یہاں قریب ہی مستنصریہ کی جامع مسجد کی برجیوں پر ملوں گا۔"

افسنتگین: "تو میں اب ان احکام کی تعمیل کے لیے جاتا ہوں۔"

حبشی: "جاؤ۔"

یہ کہہ کے وہ تو چلا گیا اور افسنتگین نے اپنے ماتحت افسروں کو بلا کے تمام احکام سنائے۔ ایک افسر کو اس خدمت پر مامور کیا کہ مشعلچیوں کو جمع کر کے برامکہ کے کھنڈروں میں لے جائے اور پوشیدہ رکھے۔ پھر کھانا وانا کھا کے اور ہتھیار لگا کے آدھی رات سے پہلے خانہ

Marfat.com

رحبہ میں حاضر ہو جائیں اور خود محلۂ ماموینہ کی راہ لی۔

سکۃ العروس میں جا کے شیخ ابو وہب کے مکان پر پہنچا۔ سوسن کو ساتھ لے کے ام زغول کے گھر پر گیا اور سوسن ہی سے آواز دلوائی۔

ام زغول باہر آئی تو سوسن کو رخصت کر دیا اور اسے گرفتار کر کے جامع مستنصریہ پر پہنچا۔ وہ حبشی جو آج رات سارے بغداد کا حاکم تھا۔ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ ام زغول کی صورت دیکھتے ہی بولا۔

"ام زغول تم ہی ہو؟"

ام زغول: "جی ہاں میرا نام یہی ہے۔"

حبشی: "میں نے ایک دن شیخ ابو وہب کی لونڈی اور ایک معزز خاتون کو ماموینہ میں جاتے اور آپس میں یہ باتیں کرتے سنا تھا کہ تمہاری مدد سے وہ قصر سیدوک میں جا کے عنقودہ خاتون سے ملی۔ اپنے کسی عزیز کے ورم گلو سے نجات پانے کی آرزو کی اور وہ اچھا ہو گیا۔ یہ سچ ہے؟"

ام زغول: "جی ہاں سچ ہے۔ قصر سیدوک کوئی چھپی جگہ نہیں ہے۔ صدہا عورتیں وہاں منت مرادیں مانگنے کو جاتی ہیں۔"

حبشی: "میرا بیٹا بھی اس مرض میں مبتلا ہے۔ تم اتنی مہربانی کرتیں کہ اس کے لیے بھی جا کے وہاں دعا کرتیں۔"

ام زغول: "اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے بیٹے کی کوئی عزیز بی بی میرے ساتھ چلیں۔ اس لیے کہ قصر سیدوک میں عورتیں ہی جاتی ہیں اور اگر کوئی مرد جاتا ہے تو مار ڈالا جاتا ہے۔"

حبشی: "مگر افسوس! اس کی عزیز کوئی عورت نہیں ہے۔ اکیلی تم ہی اس کام کو کرو تو بڑی عنایت ہو گی۔"

ام زغول: "مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ مجھے عنقودہ خاتون پہچانتی ہیں اور نہ بھی پہچانتیں تو کیا ہوا انہیں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اگر میں اس کام کے لیے جاؤں گی تو زندہ جان لے کے واپس

Marfat.com

نہ آؤں گی۔"

حبشی:" اچھا تو یہ کرو کہ اسی خاتون کو جسے تم لے گئی تھی پھر لے جاؤ۔ اور اس کے ذریعہ سے میرا یہ کام کر دو۔"

ام زغول:" اے ہوش کی باتیں کیجئے۔ وہ شیخ ابو وہب کی صاحبزادی زبیدہ خاتون ہیں۔ میرے کہنے سے کیوں جانے لگی تھیں۔"

حبشی:" (دیناروں کی ایک تھیلی بڑھا کے)" اگر تم میرا یہ کام کر دو تو یہ دو ہزار دینار تمہاری نذر ہیں۔"

دو ہزار اشرفیاں کوئی معمولی رقم نہ تھی۔ ام زغول نے تھیلی لے لی اور کہا:

" اچھا وعدہ کرتی ہوں کہ زبیدہ خاتون کو لے جا کے ان کے ذریعہ سے آپ کی مراد پوری کرا دوں گی۔"

حبشی:" مگر کب؟"

ام زغول:" اب کل اس کا انتظام کروں گی۔"

حبشی:" کل نہیں۔ آج ہی اور اسی وقت۔ میرے بھائی کی حالت ایسی نہیں ہے کہ کل تک انتظار کیا جائے۔

ام زغول:" آج تو مشکل ہے لیکن خیر میں جاتی ہوں اور جس طرح بنے گا زبیدہ خاتون کو آج ہی لے جاؤنگی۔ یہ تو بتائیے کہ آپ کے بھائی کا نام کیا ہے جو بیمار ہے اور ان کا مکان کہاں ہے؟"

حبشی:" ان کا نام کافور ہے اور محلہ عقد الحدید میں اس مکان میں رہتے ہیں جو نیا بنا ہے اور لاجورد سے رنگا ہوا ہے۔"

ام زغول:" تو اب میں اس کام کے پورا کرنے کو جاتی ہوں۔ زبیدہ خاتون خدا کرے چلی جائیں۔ آج کل وہ بیمار ہیں اور وحشت زدہ بھی ہو رہی ہیں۔"

یہ کہہ کے ام زغول واپس گئی۔

دو چار قدم چلی تو حبشی نے تنتگین سے کہا:

" یہ بڑی مکار اور کیاد عورت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا اعتبار نہیں۔ دو ایک آدمیوں کو اس کے ساتھ لگا دو جو الگ الگ اور دور دور رہیں اور اسے اپنی نظر میں رکھیں۔"

Marfat.com

اس کارروائی کے بعد سب لوگ منتشر ہو گئے۔

حبشی ایک طرف گیا۔ افسنتگین نے چار آدمیوں کو ام زغول کے پیچھے لگا کے اپنے گھر کی راہ لی تاکہ حوائج ضروری سے فارغ ہو کے وقت مقررہ پر خان زحبہ میں حاضر ہو جائے۔

Marfat.com

۲۰

کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

اب ہم سب کو چھوڑ کے ام زغول کے ساتھ چلتے ہیں۔ رات کے اندھیرے میں وہ مستنصریہ سے چلی تو سیدھی اپنے گھر گئی۔ وہ دو ہزار دینار گھر میں رکھے اور اسی وقت باہر نکلی اور جلدی جلدی قدم اٹھاتی ہوئی دجلہ کے کنارے رباط سعادۃ میں گئی۔ وہاں ابوالعنقوق ملاح سے دو باتیں کیں۔ پھر محلہ مامونیہ میں آئی اور سکۃ العروس میں شیخ ابو وہب کے مکان میں داخل ہو کے زبیدہ سے ملی اور اس کا مزاج پوچھا۔

زبیدہ نے کہا:

"ام زغول کہاں بھول پڑیں؟"

بولی:

"آپ کو عنقودہ خانون نے بلایا ہے۔"

زبیدہ: "اب تو مجھے وہاں جانے ڈر معلوم ہوتا ہے۔"

ام زغول: "اوئی! وہاں ڈرنے کی کون سی بات ہے؟"

زبیدہ: "تم بہن عنقودہ سے ملی تھیں؟"

ام زغول: "اے انہیں کے پاس سے اور انہیں کی بھیجی ہوئی آرہی ہوں اور آپ کہتی ہیں

Marfat.com

ان سے ملی تھیں!"

زبیدہ: "وہ اب تک وہی بہن عنقودہ ہیں یا بدل کے کچھ اور ہو گئیں؟"

ام زغول (نہایت حیرت سے) یا ستی! اور کیا ہو جاتیں؟"

زبیدہ: "خیر اس سے زیادہ میں نہیں کہہ سکتی۔ مگر تم سے صاف صاف کہتی ہوں کہ اب میرے وہاں جانے میں اندیشہ ہے۔"

ام زغول: "تو میں ان سے یہی کہہ دوں کہ آپ نہ آئیں گی؟"

زبیدہ: "ہاں یہی کہدو۔"

سوسن (جو دور سے گفتگو سن رہی تھی) ہے ہے۔ بیوی یہ آپ کیا غضب کرتی ہیں۔ عنقودہ خفا ہو گئیں تو ہمارا پتہ بھی نہ لگے گا۔ آخر جانے میں کیا مضائقہ ہے؟"

مگر زبیدہ اپنی ضد پر قائم تھی۔

آخر سوسن سہمی ہوئی اس کی ماں کے پاس گئی اور کہا:

"بی بی! غضب ہوا جاتا ہے۔ عنقودہ خاتون نے تو ہماری بی بی زبیدہ کو بلایا ہے اور وہ جانے سے انکار کرتی ہیں۔ جنات کی طاقت آپ جانتی ہی ہیں۔ اگر کہیں وہ ناراض ہو گئیں تو سارے گھر کو تہ و بالا کر ڈالیں گی۔"

یہ سنتے ہی ام وہب دوڑی ہوئی آئیں اور بیٹی سے کہا:

"زبیدہ! بچپن نہ کرو۔ انہوں نے بلایا ہے تو چلی جاؤ۔ ملکہ عنقودہ کو ناراض کرنا کسی طرح اچھا نہیں ہے۔"

زبیدہ: "اماں جان! اب وہاں مجھے اپنی آبرو کا ڈر ہے۔ عنقودہ پہلے عنقودہ تھیں، لیکن اب وہ کچھ اور رہی ہیں۔ بھلا یہ مناسب ہے کہ میں ان کے پاس اکیلی چلی جاؤں؟"

اماں: "اچھا اکیلی نہیں تو سوسن کو ساتھ لے لو مگر جانا ضرور چاہیئے۔"

ام زغول: "اگرچہ اجازت نہیں ہے مگر خیر آپ اپنے اطمینان کے لیے سوسن کو ساتھ لے لیجیے۔"

بہر نقدیر ام وہب اور سوسن پر جنوں کی پر اسرار ملکہ عنقودہ کا رعب اس قدر چھایا

Marfat.com

ہوا تھا کہ زبیدہ اگرچہ ابھی کمزوری کی وجہ سے جانے کے قابل بھی نہ تھی مگر ماں کی تاکید سے مجبور ہو کے اس نے سوسن کو ساتھ لیا اور چل کھڑی ہوئی۔

ماموینہ میں دریا کنارے حسب معمول ابو العنقوق ملا اور سب کو کشتی میں بٹھا کے قصر سیدوک میں لے گیا۔ وہاں سیڑھیوں پر چڑھ کے تینوں عورتوں نے حسب سابق عنقودہ کا نوحہ گایا اور آج حیرت سے کیا دیکھتی ہیں کہ بجائے عنقودہ کے ایک نہایت ہی حسین و خوش رو سرو قامت و بلند بالا نوجوان جس کی مسیں بھیگ رہی تھیں اور عنفوان شباب کی دلفریبیاں اس کے لب و رخسار سے نمایاں ہیں۔ ایک مرصع تاج بانکپن سے سر پر جمائے اور نہایت ہی بھاری مغرقی کپڑے پہنے آ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ہاتھ کے اشارے سے نوحہ خوانی روک کے بولا:

"اب بجائے عنقودہ کے نوحہ کے تم مسعود کی تعریف کا نغمہ گایا کرو۔ کیونکہ اب تمہاری بہن عورت سے بدل کے مرد بن گئی اور اب وہ بجائے عنقودہ کے مسعود ہے جو تمہارے حسن کا قدردان اور تمہارا عاشق جانباز ہے۔"

یہ کہہ کے اس نے چاہا کہ کھینچ کے زبیدہ کو سینے سے لگائے مگر زبیدہ نے پھرتی کے ساتھ پیچھے ہٹ کے اس کے دست شوق کو خالی دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ مسعود، ام زغول، سوسن اور زبیدہ سب ایک سناٹے میں آ کے خاموش کھڑے رہ گئے۔ زبیدہ اگرچہ مرعوب تھی مگر اس نے دل مضبوط کر کے کہا:

"تو میں واپس جاتی ہوں۔ یہاں میں اپنی سچی محبت والی بہن عنقودہ سے ملنے کو آتی تھی وہ نہیں ہیں تو میں ٹھہر کے کیا کروں گی؟"

مسعود: "اب یہاں تمہارا عاشق صادق مسعود اپنا آغوش شوق کھولے ہوئے موجود ہے جو عنقودہ سے زیادہ تمہاری عزت اور قدر و منزلت کرے گا۔ پہلے یہاں تم خالص محبت کا مزہ اٹھاتی تھیں اور اب خالص ناز برداری کا شوق دیکھو گی۔"

زبیدہ: "میرا اس قسم کا ناز بردار دنیا میں ایک ہی شخص ہے جس کے سوا میں کسی کی نہیں ہو سکتی اور اس کا نام یوسف ہے۔"

مسعود: "ایک ناپاک رافضی کا نام یہاں نہ لو جو تمہیں بے نکاح کیے طلاق دے چکا ہے اور

Marfat.com

تم سے ہر طرح کی بیوفائی کرنے پر آمادہ ہوگیا ۔"

زبیدہ: "وہ بے وفا سہی مگر میں تو وفادار ہوں اور اگر وہ رافضی ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی رافضی سمجھیے ۔"

مسعود (غیظ و غضب کے ساتھ) مگر تقدیر سے فیصلہ ہو چکا کہ تم اس کی نہیں میری اور اب تمہیں انکار کرنے کا کوئی حق نہیں باقی ہے ۔"

زبیدہ: "میرے اس حق کو کوئی نہیں چھین سکتا اور جو ایسی ہی زبردستی ہے تو میں یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ خدا حافظ ۔"

یہ کہہ کے جانے کے لیے پلٹی تھی کہ مسعود نے بڑھ کے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:

"تم جانے کے لیے نہیں آئی ہو۔ آج سے جنۃ العنقود جس کا نام اب جنۃ المسعود ہے تمہارا گھر ہے ۔"

سوسن: "تو حضرت ابھی انہیں اپنے گھر جانے دیجیے۔ جب آپ شادی کر کے لائیں گے تب ہماری بی بی آپ کے پاس رہیں گی ۔"

مسعود: "شادی یہیں ہو جائے گی اور اب انہیں گھر جانے کی ضرورت نہیں ۔"

یہ کہہ کے اس نے تالی بجائی۔

اس کی آواز کے ساتھ ہی دس نوعمر عورتیں جو فوجی وردیاں پہنے اور نیمچے لگائے ہوئے تھیں۔ آ کے دست بستہ کھڑی ہو گئیں اور مسعود نے ان کی طرف دیکھ کے کہا:

"انہیں لے جاؤ۔ اگر خوشی سے جائیں تو خوشی سے اگر زبردستی جائیں تو زبردستی ۔"

یہ دیکھتے ہی زبیدہ نے کہا:

"ہائے میں تو آج نہ آتی تھی مگر کمبخت سوسن تو زبردستی لے آئی ۔"

سوسن ابھی تک دم بخود کھڑی تھی مگر اب اس سے نہ رہا گیا۔ دوڑ کے مسعود کے قدموں پر گر پڑی اور کہا:

"خدا کے لیے ایسا ظلم نہ کیجیے۔ زبیدہ کا دل بہت کمزور ہے۔ ابھی پرسوں تین دن کے بعد ہوش آیا ہے۔ کہیں اب طبیعت بگڑی تو زندگی ہی کے لالے پڑ جائیں گے ۔"

Marfat.com

مسعود: "نہیں۔ اب اس امر میں کچھ نہ سنا جائے گا اور اب یہ یہیں رہیں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ان عورتوں سے ڈانٹ کے کہا:

"لے کیوں نہیں جاتی ہو۔ انتظار کس بات کا ہے؟"

ان عورتوں نے لپک کے زبیدہ کے ہاتھ پکڑے اور زبیدہ نے کمال بیکسی سے چیخوں پر چیخیں مارنا شروع کیں۔ سوسن دوڑی کہ اُسے اُن عورتوں کے ہاتھ سے چھڑائے مگر ام زغول اور دو عورتوں نے اسے زبردستی دھکیل کے الگ ڈال دیا اور زبیدہ کو بے رحمی سے کھینچتی ہوئے بارہ دری کی طرف لے چلیں۔

ناگہاں بارہ دری کے اندر سے ایک بڑھیا پریشان و بدحواس برآمد ہوئی جسے پہچانتے ہی زبیدہ اس کے پاؤں سے لپٹ گئی اور غل مچایا کہ:

"یا ام عنقود! خدا کے لیے مجھے بے عزتی سے بچائیے۔"

ام عنقود: "کون؟ زبیدہ! یا تو وہ مہربانی تھی اور یا یہ ظلم ہے۔"

یہ کہتے ہی بڑھیا نے اسے عورتوں سے چھڑا کے اپنے گلے سے لگایا اور بہت تسلی دی۔

زبیدہ: "میں آپ کی بہو عنقودہ کی وہی بدنصیب بہن ہوں جس کی چار روز پہلے اسی جنت میں دھوم دھام سے دعوت تھی۔ اب عنقودہ خدا کی قدرت سے مرد ہوگئیں اور اپنا نام مسعود رکھا۔ وہ اگر اب بھی مجھے بہن ہی سمجھتیں تو میں اپنی خوش نصیبی سمجھتی۔ لیکن مرد بننے کے بعد وہ میری آبرو لینا چاہتی ہیں جس کے لیے مجھ پر یہ ستم ہو رہے ہیں اور بغیر اس کے کہ میرے ماں باپ سے پوچھا جائے یا میری مرضی اور رضامندی کا لحاظ کیا جائے۔ میں بے عزت کرنے کے لیے جنت میں بھیجی جاتی ہوں۔"

ام عنقود (مسعود سے) ناپاک اور نالائق لڑکے! تیری بے اعتدالیاں اور تیری بیہودگیاں دیکھو کس دہاڑے کو پہنچاتی ہیں۔ تو نے میرے بڑھاپے میں داغ لگا دیا اور آج تیرے ہاتھوں میں سو برس کی کوشش اور سالہا سال کے اسرار خاک میں ملے جاتے ہیں۔ اس مکان میں چند پرانے عیار چھپے بیٹھے رہتے تھے۔ میں عنقود کی ماں کے پُراسرار قصہ کو زندہ کیے ہوئے تھی اور ہمارا کام نہایت خوبی سے چلا جاتا تھا مگر تیری شہوت پرستی کے جوش

Marfat.com

نے مجھے کونے میں بٹھا دیا اور تو خود ام عنقود بن کے آنے لگا تاکہ جوان جوان عورتوں سے ملے اور ان کو گھورا کرے۔ یہاں تک کہ تجھے اس پر بھی چین نہ آیا۔ اس خوبصورت لڑکی زبیدہ کو خدا جانے کہاں راستے میں دیکھ لیا تھا کہ مکار و آفت روزگار عیارہ ام زغول کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ وہ گھیر گھار کے یہاں لے آئی اور تو بعوض ام عنقود کے عنقودہ بن گیا اور اس سے بہناپا پیدا کیا۔

مسعود: "اماں جان! خدا کے لیے اپنی زبان روکیے۔ اس کا موقع نہیں ہے کہ سارے راز بے تکلف کھول دیے جائیں۔"

ام عنقود: "کمبخت ناشدنی۔ تو نے کونسا راز پوشیدہ چھوڑ دیا ہے جسے اب میں ظاہر کروں گی۔ میں منع کرتی رہی کہ زبیدہ کے ساتھ اور جو چاہے کر مگر اسے ہماری اس پوشیدہ جنت کے اندر نہ لا۔ لیکن تو نے نہ مانا۔ پھر اس سے پینگ بڑھانا شروع کیے۔ ایک بار نہیں، بیس دفعہ اسے جنت میں لایا اور مجبور کرنا شروع کیا کہ وہ اپنے منگیتر یوسف بن احمد کی دشمن ہو جائے۔ تو نے اسے بدظن کرنے کے لیے سو طرح کے جتن کیے۔ طرح طرح کے فساد ڈالے۔ خود یوسف کو یہاں لا کے زبردستی اور موت کی دھمکیاں دے کے یہاں کی ایک عورت سے ہم آغوش کرایا اور غریب زبیدہ کو لیجا کے دور سے دکھا دیا۔ اسی قدر نہیں۔ تو نے خود مردانہ بھیس کر کے زبیدہ کو اپنے سینے سے لپٹایا اور یوسف کو دکھایا تاکہ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی جانب سے زخم پڑ جائیں۔"

یہ باتیں سنتے ہی زبیدہ بے اختیار سر پیٹ کے چلا اٹھی:

"ہائے یہ فریب۔"

مسعود: "اماں جان! آپ کیا غضب کر رہی ہیں۔"

ام عنقود: "غضب میں کیا کر رہی ہوں۔ غضب تو ہو چکا۔ یہ سارا فساد مردار ام زغول کا ہے جو نیری عیارہ ہے اور حسین و خوبرو عورتوں کو ادھر ادھر سے گھیر گھار کے لے آیا کرتی ہے اور اس سے زیادہ غضب تیرے دونوں شریر عیاروں طقطقی اور شقشقی

Marfat.com

نے ڈھار رکھا ہے جو تیری ہر خواہش پوری کر دیتے ہیں۔ اور جنھوں نے شہر بھر میں آفت مچا رکھی ہے۔ شیعہ سنیوں میں لڑائی انھوں نے کرائی۔ کرخ کو انھوں نے لٹوایا اور آخر تیرے ہی کہنے سے وہ امیر المومنین کی محبوبہ نسیم السحر اور ان کے جواہرات کے صندوق کو بھی چرا لائے۔ پھر اسی صندوق کے ذریعہ سے یوسف کو انھوں نے گرفتار کرایا۔ اس کے بعد حنابلہ کے ہاتھ سے قصر شہریاری کو انھوں نے لٹوایا جہاں سے وہ یوسف کو نکال لائے اور تیرے حوالے کر دیا۔ تو نے اسے قید رکھا پھر اسے ایک مہیب صحرا میں زبیدہ سے ملایا اور اس بات پر مجبور کیا کہ وہ زبیدہ سے بے تعلقی ظاہر کرے اور نکاح سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے۔ جس کے بعد تو نے زبیدہ کو باور کرایا کہ تو عورت سے مرد بن کے اس کا عاشق ہو جائے گا اور آج گو وہ نہیں مانتی مگر تو اس پر ظلم و جور کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ قصر سیدوک پہلے ایک معمولی کھنڈر تھا جس میں دو چار عیار پڑے رہتے تھے تو نے اسے اپنی چالاکیوں سے ترقی دے کے یہ جنت تعمیر کرائی اور ایسے عیار پیدا کیے جنھوں نے سارے شہر میں لوٹ مار مچا دی۔ جسے چاہا پکڑ لائے اور جس کو چاہا لوٹ لیا مگر اس کے ساتھ تو نے اپنے ہنر میں شہوت پرستی کو دخل دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج یہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑا چاہتا ہے اور جنت خاک میں ملنے والی ہے۔"

مسعود: "افسوس آپ نے ساری پوشیدہ باتیں ظاہر کر دیں اور اس وقت تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ غیظ و غضب کیوں ہے؟"

ام عنقود: "تو یہاں ان بے ہودگیوں میں پھنسا ہوا ہے اور وہاں شاہی فوج سارے مکان اور ساری جنت کا محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ وہ لوگ رات کے اندھیرے میں چھپکے ہی چھپکے چاروں طرف پھیل گئے اور ہمیں اس وقت خبر ہوئی جب انھوں نے ہزاروں مشعلیں روشن کیں اور یکایک نظر آیا کہ چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔"

مسعود (گھبرا کے) آخر کچھ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

ناگہاں دجلہ کی جانب سے ایک سیٹی کی آواز آئی اور ساتھ ہی بہت سے لوگ اوپر چڑھ

Marfat.com

آئے جن کے ہمراہ بہت سی مشعلیں روشن تھیں۔ ان لوگوں کے آگے آگے ترکی سردار افنتگین تھا جس کی صورت دیکھتے ہی مسعود کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور افنتگین نے نہایت سہولت کے ساتھ مسعود، ام عنقود اور ان تمام لوگوں کو جو یہاں کھڑے ہوئے تھے گرفتار کر لیا۔ اتنے میں وہ حبشی آ گیا جس نے امیر المومنین کے جواہرات کا پتہ لگانے کا بیڑا اٹھایا ہے اور بڑھ کے ام عنقود سے کہا:

"تمہاری ساری گفتگو میں نے سنی اور وہ تمام پوشیدہ رموز جن کا پتہ لگانا چاہتا تھا خود تمہاری زبان سے سن لیے۔ وہ لڑکی زبیدہ کہاں ہے جس پر تمہارا ناخلف بیٹا ظلم کر رہا تھا۔"

ام عنقود (زبیدہ کو جو اس کے پاس سہمی ہوئی کھڑی تھی آگے بڑھا کے) "وہ یہ ہے۔"

حبشی: "زبیدہ تم اپنی زبان سے اپنا حال بیان کرو تو مجھے یقین آئے۔"

زبیدہ: "جب آپ ام عنقود کی گفتگو سن چکے ہیں تو پھر مجھے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے لیکن آپ کا حکم بجا لانے کے لیے میں اپنی سرگزشت بیان کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کے اس نے اپنا سارا قصہ اول سے آخر تک کہہ سنایا۔

حبشی: "تمہارا وہ یوسف کہاں ہے تاکہ اس کی زبان سے بھی ان باتوں کی تصدیق ہو جائے۔"

زبیدہ: "وہ آج صبح تڑکے میرے یہاں آئے تھے اور آج ہی میں نے ان کو اپنی ساری سرگزشت سنائی تھی۔ مگر انھوں نے اپنا کچھ حال نہیں بتایا۔ انہیں میں نے بے شک جنۃ العنقود میں کسی عورت کے ساتھ ہم آغوش دیکھا تھا اور آخر میں یہاں سے نکل کے ایک وحشت ناک صحرا میں انہیں قلندروں کی طرح خاک پر بیٹھے پایا تھا جبکہ انھوں نے مجھ سے نہایت ہی بے مروتی اور بیوفائی کی باتیں کیں مگر اس کا راز مجھے اس وقت ام عنقود کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ان سے زبردستی کرائی گئیں۔"

حبشی (ہنس کے) "تو ان کا قصور بھی تم نے معاف کر دیا؟"

زبیدہ: "ان کے سب قصور معاف ہیں۔ بلکہ میری نظر میں تو ان کے قصور، قصور ہی نہیں ہیں۔"

Marfat.com

حبشی: "پھر امیر المومنین کے سامنے یوسف کا بیان بھی ہو جائے گا۔"

(مسعود کی طرف متوجہ ہو کے)

"لے اب تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جنت کے اندر چل کے اپنے رفیقوں طمطغی اور شفشقی کو حاضر کرو اور نیز ان سن رسیدہ لوگوں کو جن صحابی بتلائے جاتے ہیں جن کی دعاؤں نے تمہیں عورت سے مرد بنایا اور امیر المومنین کا وہ جواہرات کا صندوق مع جواہرات کے لا کے حاضر کرو۔"

مسعود: "آپ چاہیں مجھے مار ڈالیں مگر افسوس کہ مجھ سے ان حکموں کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔"

حبشی: "میں تمہیں امیر المومنین کی جانب سے ان باتوں کا حکم دیتا ہوں۔"

مسعود: "مگر یہاں امیر المومنین کی حکومت نہیں ہے۔"

حبشی: "تھوڑی دیر میں معلوم ہوا جاتا ہے کہ یہاں کس کی حکومت ہے۔ تم اپنی جنۃ العنقود میں چلو اور اگر اس میں بھی انکار ہے تو میں حکم دیئے دیتا ہوں کہ فوج جو اس مکان اور باغ کا محاصرہ کیے ہوئے ہے، اندر گھس کے لوٹنا اور لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دے۔"

یہ الفاظ سن کے ام عنقود بہت گھبرائی اور عاجزی کے ساتھ بولی:

"ہم امیر المومنین کی رعایا ہیں اور مجال نہیں کہ ان کے حکم سے سرتابی کریں۔ مسعود کی یہ بھی نالائقی ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ شاہی لشکر اور آپ کو دیکھ کے اس کے حواس ٹھکانے نہیں رہے اور مجنون ہو گیا ہے۔ آپ چلئے میں خود آپ کو راستہ بتا دوں گی۔"

یہ کہہ کے وہ بارہ دری کے پاس گئی اور کہا:

"یہاں ایک بڑا سا زمین دوز تختہ ہے جس میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ اس پر کھڑے ہو کر زور سے پاؤں مارے تو کھٹکا کھل جاتا ہے اور وہ تختہ بڑی سبکی سے نیچے جا کے ٹھہر جاتا ہے اور نیچے جیسے ہی دروازہ کھول کے اتر جائیے تو خود ہی اوپر آ کے اپنی جگہ قائم ہو جاتا ہے۔"

اس ترکیب کے مطابق پانچ پانچ چھ چھ کر کے یہ سب لوگ جنت میں پہنچ گئے۔

Marfat.com

یہاں ام عنقود نے اس حبشی کے آگے ہاتھ جوڑ کے معافی کی درخواست کی، مگر اس نے کہا:

"پہلے وہ جواہرات کا صندوق حاضر کر دو پھر اس قسم کی باتیں کرنا"۔
ام عنقود نے اپنے بیٹے سے جو رسیوں میں بندھا ہوا کھڑا تھا کہا:
"بیٹا اس صندوق کو منگوا دو"۔
مسعود: "وہ تو اب میرا نہیں بلکہ زبیدہ کو دیا جا چکا"۔
زبیدہ: "ہاں مجھے دیا گیا تھا مگر میں اپنے گھر نہیں لے گئی بلکہ یہیں چھوڑ گئی اور انہیں کے پاس ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ چوری کا مال ہے اور خاص امیر المومنین کے قصر سے چرا کے لایا گیا ہے"۔
حبشی (مسعود سے) "بہر حال اس وقت تک وہ تمہارے ہی قبضہ میں ہے اور اسے لا کے پیش کرنا تمہارا ہی کام ہے"۔
مگر مسعود نے اس کے برآمد کرنے سے اب بھی انکار کیا۔
ساتھ ہی حبشی کے اشارے سے افسنتگین نے سیٹی بجائی جس کی آواز سنتے ہی چاروں طرف سے ترک سپاہیوں نے یورش کر دی۔ دیواروں پر چڑھ چڑھ کے اندر اتر پڑے اور عام حکم دیدیا گیا کہ!

"یہاں جتنے زن و مرد ملیں گرفتار کر لیے جائیں۔ یہاں کے کل مکانات کی تلاشی لی جائے اور جو کچھ مال و اسباب ملے سب کا سب حبشی سردار کے سامنے لا کے ڈھیر کیا جائے اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ کوئی شخص یہاں کی کسی چیز کو غائب نہ کرے ورنہ سخت سزا پائے گا"۔

اب کیا تھا۔ اس جنت میں جسے عیاروں نے مدت ہائے دراز سے اپنا ایک پراسرار دارالامان بنا رکھا تھا۔ آفت آگئی۔ حور و غلماں بے رحمی سے پکڑے اور باندھے جانے لگے جن کی چیخوں اور آہ و واویلا نے شور محشر بپا کر رکھا تھا۔ سارا باغ اور اس کا ایک ایک کونا لٹ رہا تھا اور لوٹ کا مال لا لا کے سامنے جمع کیا جا رہا تھا جس میں افسنتگین حیرت سے دیکھ

Marfat.com

رہا تھا کہ بغداد کی مشہور چوریوں کا مال تھا اور بڑے بڑے امیروں کے گھروں کی چیزیں نکل رہی تھیں۔

اتنی دیر میں دو ترک ایک چاندی کا صندوق اٹھا لائے جسے دیکھتے ہی افستگین بے اختیار کہہ اٹھا:

"یہی امیر المومنین کے جواہرات کا صندوق ہے۔ اسے میں پہلے دو بار دیکھ چکا ہوں۔ یا تو اس دن دیکھا تھا جس دن ملک الناصر داؤد کے لوگ امیر المومنین کے پاس امانت رکھوانے کو لائے تھے یا اس دن دیکھا تھا جس روز اس میں سے ملکہ نسیم السحر نکلی تھیں اور یا آج دیکھ رہا ہوں۔"

حبشی سردار نے کہا:

"اسے کھول کے دیکھ لینا چاہیئے کہ اس میں وہ جواہرات بھی ہیں یا نہیں۔"

مگر کنجی کا پتہ نہ تھا۔

خوش نصیبی سے کنجی بھی تلاشی لینے سے مسعود کی جیب میں مل گئی اور اسے کھول کے دیکھا تو جواہرات موجود تھے۔

فوراً اسے پھر بند کر کے حبشی سردار نے کنجی اپنے پاس رکھ لی اور کہا:

"اب ان سب لوگوں کو جو گرفتار کیے گئے ہیں میرے سامنے لا کے پیش کرو۔"

کل چالیس مرد اور ڈیڑھ سو کمسن و حسین عورتیں تھیں جن میں سے ہر ایک پر نظر ڈال کے حبشی سردار نے ام عنقود سے پوچھا:

"وہ مشہور عیار طقطقی اور شقشقی کہاں ہیں جن کے بڑے بڑے کارنامے آج تمہاری زبان سے سن چکا ہوں اور میں ان جن صحابیوں کی بھی زیارت کرنا چاہتا ہوں جو ہوتا ہے۔"

مگر ام عنقود نے کچھ جواب نہیں دیا۔

تب ام زغلول کو سامنے بلوا کے اس سے پوچھا گیا اور اس نے بھی بتانے سے انکار کیا تو حبشی سردار نے کہا:

Marfat.com

یہاں ام عنقود نے اس حبشی کے آگے ہاتھ جوڑ کے معافی کی درخواست کی، مگر اس نے کہا:

"پہلے وہ جواہرات کا صندوق حاضر کر دو پھر اس قسم کی باتیں کرنا۔"

ام عنقود نے اپنے بیٹے سے جو رسیوں میں بندھا ہوا کھڑا تھا کہا،

"بیٹا اس صندوق کو منگوا دو۔"

مسعود: "وہ تو اب میرا نہیں بلکہ زبیدہ کو دیا جا چکا۔"

زبیدہ: "ہاں مجھے دیا گیا تھا مگر میں اپنے گھر نہیں لے گئی بلکہ یہیں چھوڑ گئی اور انہیں کے پاس ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ چوری کا مال ہے اور خاص امیر المومنین کے قصر سے چرا کے لایا گیا ہے۔"

حبشی (مسعود سے) "بہر حال اس وقت تک وہ تمہارے ہی قبضہ میں ہے اور اسے لا کے پیش کرنا تمہارا ہی کام ہے۔"

مگر مسعود نے اس کے برآمد کرنے سے اب بھی انکار کیا۔

ساتھ ہی حبشی کے اشارے سے افشتگین نے سیٹی بجائی جس کی آواز سنتے ہی چاروں طرف سے ترک سپاہیوں نے یورش کر دی۔ دیواروں پر چڑھ چڑھ کے اندر اتر پڑے اور عام حکم دیدیا گیا کہ!

"یہاں جتنے زن و مرد ملیں گرفتار کر لیے جائیں۔ یہاں کے کل مکانات کی تلاشی لی جائے اور جو کچھ مال و اسباب ملے سب کا سب حبشی سردار کے سامنے لا کے ڈھیر کیا جائے اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ کوئی شخص یہاں کی کسی چیز کو غائب نہ کرے ورنہ سخت سزا پائے گا۔"

اب کیا تھا۔ اس جنت میں جسے عیاروں نے مدت ہائی دراز سے اپنا ایک پر اسرار دار الامان بنا رکھا تھا۔ آفت آ گئی۔ حور و غلماں بے رحمی سے پکڑے اور باندھے جانے لگے جن کی چیخوں اور آہ و واویلا نے شور محشر بپا کر رکھا تھا۔ سارا باغ اور اس کا ایک ایک کونا لٹ رہا تھا اور لوٹ کا مال لا لا کے سامنے جمع کیا جا رہا تھا جس میں افشتگین حیرت سے دیکھ

Marfat.com

رہا تھا کہ بغداد کی مشہور چوریوں کا مال تھا اور بڑے بڑے امیروں کے گھروں کی چیزیں نکل رہی تھیں۔

اتنی دیر میں دو ترک ایک چاندی کا صندوق اٹھا لائے جسے دیکھتے ہی افسنتگین بے اختیار کہہ اٹھا:

"یہی امیر المومنین کے جواہرات کا صندوق ہے۔ اسے میں پہلے دو بار دیکھ چکا ہوں۔ یا تو اس دن دیکھا تھا جس دن ملک الناصر داؤد کے لوگ امیر المومنین کے پاس امانت رکھوانے کو لائے تھے یا اس دن دیکھا تھا جس روز اس میں سے ملکہ نسیم السحر نکلی تھیں اور یا آج دیکھ رہا ہوں۔"

حبشی سردار نے کہا:

"اسے کھول کے دیکھ لینا چاہیئے کہ اس میں وہ جواہرات بھی ہیں یا نہیں۔"

مگر کنجی کا پتہ نہ تھا۔

خوش نصیبی سے کنجی بھی تلاشی لینے سے مسعود کی جیب میں مل گئی، اور اسے کھول کے دیکھا تو جواہرات موجود تھے۔

فوراً اسے پھر بند کر کے حبشی سردار نے کنجی اپنے پاس رکھ لی اور کہا:

"اب ان سب لوگوں کو جو گرفتار کیے گئے ہیں میرے سامنے لا کے پیش کرو۔"

کل چالیس مرد اور ڈیڑھ سو کمسن و حسین عورتیں تھیں جن میں سے ہر ایک پر نظر ڈال کے حبشی سردار نے ام عنقود سے پوچھا:

"وہ مشہور عیار طقطقی اور شقشقی کہاں ہیں جن کے بڑے بڑے کارنامے آج تمہاری زبان سے سن چکا ہوں اور میں ان جن صحابیوں کی بھی زیارت کرنا چاہتا ہوں جو ہوتا ہے۔"

مگر ام عنقود نے کچھ جواب نہیں دیا۔

تب ام زغول کو سامنے بلوا کے اس سے پوچھا گیا اور اس نے بھی بتانے سے انکار کیا تو حبشی سردار نے کہا:

" میں سمجھتا تھا کہ ام عنقود اس سازش سے الگ یا اپنے بیٹے کے ان حرکات میں شریک نہیں ہے مگر اس کی خموشی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی شریک ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ پہلی مرتبہ جب یوسف کو ایک عورت کے ساتھ ہم آغوش دکھایا گیا تھا تو یوسف کو یہی فریب دے کے لائی تھی "۔

(زبیدہ کی طرف دیکھ کے)

" کیوں زبیدہ ہے نہ ؟"

زبیدہ (حیرت سے) " جی ہاں۔ اس دن میں نے انہیں دیکھا کہ یوسف کو ایک گلی میں لے گیئں۔ بلکہ کئی بار اس کا خیال بھی میرے دل میں آیا لیکن کبھی زبان سے نہیں نکالا۔ آپ کو یہ راز کیونکر معلوم ہوا ؟"

حبشی "کسی طرح ہو مگر معلوم تو ہو گیا "۔

(افسنتگین سے)

" اب ام عنقود، ام زغول اور مسعود کو لیجا کے کوڑوں سے پیٹنا شروع کرو اور خبردار جب تک یہ لوگ اپنے دونوں عیاروں اور آن بنے ہوئے جنوں کو لا کے نہ پیش کر دیں ہاتھ نہ روکنا "۔

فوراً اس حکم کی تعمیل شروع ہو گئی اور آخر ام زغول نے ہاتھ جوڑ کے کہا :

" مجھے مار یئے نہیں میں بتائے دیتی ہوں "۔

چنانچہ اس نے جا کے تمام اسیروں کو دیکھا اور بتا دیا کہ ان میں فلاں فلاں طقطقی اور شنفشقی ہیں، جو قیدیوں سے الگ کر کے لائے گئے اور مجبوراً مسعود اور ام عنقود نے بھی تصدیق کر دی کہ ہاں یہی ہیں۔

جن صحابیوں کی نسبت تفتیش سے معلوم ہوا کہ اصل میں وہ کوئی نہیں ہیں۔ چند عورتوں کو جن کی صورتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں، سفید داڑھیاں منہ پر لگا کے اور مقدس لوگوں کا لباس پہنا کے معمر جن بنا دیا گیا تھا۔

حبشی " اب صرف ایک شخص باقی رہ گیا ہے اور وہ ابو العنقوق ملاح ہے۔ وہ بھی ان لوگوں

Marfat.com

کی سازش میں شریک ہے ۔"

یہ سنتے ہی زبیدہ کی لونڈی سوسن نے گرفتار شدہ مردوں میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا :

" اے حضور! وہ بھی تو دیکھیے بندھا کھڑا ہے ۔"

اب جو غور سے دیکھا تو زبیدہ نے پہچانا اور وہ بھی ممتاز قیدیوں میں شامل کر لیا گیا۔

حبشی (افشنگین سے) " بس اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ ان سب اسیروں اور اس تمام مال و اسباب کو جو برآمد ہوا ہے اور سب سے زیادہ اہتمام و حفاظت کے ساتھ امیرالمومنین کے جواہرات کے صندوق کو لے کے امیرالمومنین کی ڈیوڑھی پر لے چلو ۔"

زبیدہ (حبشی سے) " حضرت میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں۔ آپ نے اس وقت میری جان ہی نہیں بچائی بلکہ مجھے ہمیشہ کے لیے جلا لیا۔ ان لوگوں کا جادو مجھ پر اس قدر چل چکا تھا کہ زندگی بھر ان کے پنجے سے نہ چھوٹتی اور آج تو میری موت ہی کا سامان ہو گیا تھا۔ ان آفتوں سے مجھے آپ کے صدقے میں نجات ملی ۔ جب تک جیتی ہوں۔ آپ کی شکر گزار رہوں گی۔ اب اگر اجازت ہو تو میں اور میری خادمہ سوسن اپنے گھر جائیں ۔"

حبشی: " یہ جو کچھ ہوا ہے امیرالمومنین کے حکم سے ہوا ہے اور جتنے لوگوں کو اس واقعہ سے کسی قسم کا بھی تعلق ہے یا جتنے لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں۔ وہ سب امیرالمومنین کے سامنے پیش کیے جائیں گے ۔ اس لیے خاتون میں آپ کو ابھی واپسی کی اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ کو اپنی سرگزشت امیرالمومنین کے سامنے عرض کرنا ہو گی مگر ہاں آپ کے لیے سواری کا بندوبست کرنا میرا کام ہے ۔"

یہ کہتے ہی اس نے افشنگین سے کہہ کے ایک بڑا محافہ منگوایا جس میں زبیدہ اور سوسن دونوں بیٹھ گئیں اور بہت سے مرد اسے اٹھا کے ایوان خلافت کی طرف روانہ ہوئے ۔ سو ترکی سوار اور دس مشعلچی بھی حفاظت یا اظہار حرمت کے لیے محافہ کے ساتھ کر دیئے گئے اور آج زبیدہ بجائے ابوالعنقود کی کشتی میں بیٹھ کے جانے کے شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اس لٹی ہوئی جنت العنقود سے نکلی ہے ۔

Marfat.com

(۲۱)

سچے عشق کی فتح

○

گھڑیالی نے رات کے تین بجائے ہیں اور قصر خلافت کے پھاٹک پر رات کے تیسرے پہر کی نوبت بج رہی ہے۔ آسمان کی خاموش آنکھوں کے طفل اشک نازوں کے پلے بچوں کی طرح گلچہرہ معشوقان چمن یعنی پھولوں کے آغوش میں مچل رہے ہیں۔ سارے عالم پر سناٹا طاری ہے اور جو ہے محو خواب ہے لیکن سب جگہ کے خلاف قصر خلافت کے دروازے پر بھیڑ لگی ہے۔

حریم خلافت کے اندر رومی و ترکی لونڈیاں اور مردانی ڈیوڑھی میں حبشی و فرنگی غلام دوڑ رہے ہیں۔ امیر المومنین مستعصم باللہ اپنی محبوبۂ خاص نسیم السحر کی خلوت گاہ میں تھا کہ جواہر خواجہ سرا نے پردے کے پاس آ کے عرض کیا:

"اقبال خلافت پناہی بلند اور دشمن پامال۔"

مستعصم (چونک کے) کیا ہے؟"

جوہر: "وہ حبشی جس نے جواہرات کا پتہ لگانے کا وعدہ کیا تھا اور افستگین بہت سے اسیروں کو ساتھ لے کے حاضر ہوئے ہیں۔"

مستعصم: "آ گئے؟ میرے جواہرات بھی ملے؟"

Marfat.com

جوہر: "امیرالمومنین کے اقبال سے مل گئے جنہیں وہ بڑے اہتمام سے اپنے ساتھ لائے ہیں"
یہ سنتے ہی مستعصم خوشی کے جوش میں اُٹھ بیٹھا۔ نسیم السحر سے کہا:
"لو میرے جواہرات مل گئے۔ تم ان کے رکھنے کا سامان کرو۔ میں ابھی لے کے آتا ہوں"
یہ کہہ کے اسی شب خوابی کے لباس میں باہر نکل آیا اور قصر کے ایک بیرونی ہال میں ایک طلائی کرسی پر بیٹھ کے سب کو سامنے بلوایا اور جیسے ہی وہ حبشی آ کے زمیں بوس ہوا کہا:
"تم نے بڑا کام کیا اور سارے بغداد میں تمہیں ایک کارگزار شخص ثابت ہوئے ہو"
اتنے میں وہ چاندی کا صندوق سامنے لا کے رکھ دیا گیا۔ حبشی نے کنجی جیب سے نکالی اور اسے بہ ادب پیش کر کے عرض کیا:
"امیرالمومنین کھول کے ملاحظہ فرمالیں کہ وہ سب جواہرت جو اس میں تھے، موجود ہیں یا نہیں؟"
مستعصم: "میں ضرور دیکھوں گا"
پھر کنجی لے کے صندوق کھولا۔ تمام جواہرات اور زیوروں کو اس میں سے نکالا۔ ایک ایک کو غور سے دیکھا، پہچانا اور چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔
اس کے بعد وہ سب قیمتی مال و اسباب لا کے ڈھیر کر دیا گیا جو جنۃ العفقود میں ملا تھا اور وہ تمام لوگ بھی پابہ زنجیر سامنے کھڑے کر دیئے گئے جو گرفتار کیے گئے تھے۔
مستعصم (حیرت سے) "اُفوہ! اتنے لوگ اس چوری میں شریک تھے؟ ان اس میں تو کمسن اور خوبصورت لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں۔ واقعی تم نے بڑا کارنمایاں کیا۔ اب بیان کرو کہ تم کو کیونکر پتہ لگا۔ ان لوگوں کو کس طرح گرفتار کیا اور کیا کیا واقعات پیش آئے؟"
حبشی: "امیرالمومنین! یہ ایک عجیب اور نہایت ہی حیرتناک معاملہ ہے۔ حضور کے ان جواہرات کے طفیل میں بغداد کا ایک بڑا بھاری طلسم ٹوٹ گیا۔ اور ایک ایسا مہیب فتنہ دور ہو گیا جو صدیوں سے خونریزیاں کراتا رہا ہے"
مستعصم: "کون سا فتنہ؟"
حبشی: "برامکہ کے کھنڈروں کے اس طرف مشرعۃ الصابحین کے پڑوس میں ایک پرانے

Marfat.com

مکان کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جو قصر سیدوک کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں سنا جاتا ہے کہ جنوں کا مسکن ہے اور کسی کو اس کے قریب جانے کی بہت کم جرأت ہوتی تھی۔ سوا اس کے کہ اکثر عورتیں وہاں منت مرادیں مانگنے چلی جاتی ہیں جو واپس آ کے عجیب وغریب حالات بیان کیا کرتی تھیں۔"

مستعصم: "ہاں میں اس کھنڈر سے واقف ہوں۔ کئی سو برس ہوئے اسے کسی عیار نے بنوایا تھا جسے اسی میں سولی دی گئی۔ جب سے اس میں شیطان اور جنوں کا گزر ہے۔"

حبشی: "اس میں قدیم سے اکثر عیار سکونت اختیار کرتے آئے ہیں۔ فی الحال وہاں ایک بوڑھی عیارہ رہتی تھی جس نے ام عنقود نام اختیار کر کے یہ معمول کر لیا تھا کہ عورتیں آ کے عنقود نام بادشاہ جن کا مرثیہ گائیں تو وہ ان کے سامنے ایک جنیّہ کی وضع میں آتی اور عورتوں پر اپنا رعب ڈالتی۔ اس عورت کا ایک لڑکا مسعود جس نے اسی کھنڈر میں نشو ونما پایا ہے، اب عیاروں کا سردار بنا ہے اور طفطقی اور شقشقی نام کے دو ایسے عیار تیار کیے ہیں جو قیامت کے پتلے ہیں۔ وہ بغداد میں چالبازی اور مکاری سے امیروں کو لوٹتے اور اس بڑھیا کا گھر بھرتے تھے۔ اس کے نوجوان بیٹے نے عیاروں کی سرداری پا کے اور اس کھنڈر کے اندر ہی اندر ایک عجیب وغریب جنت بنائی، جس میں نزہت بخش اور روح افزا چمن بنائے۔ حیرت انگیز قصر اور کوشکیں تعمیر کیں۔ ان میں حور وغلمان لا کے رکھے اور سارے بغداد کی دولت لوٹ لوٹ کے جمع کی۔ الغرض ایسے سامان فراہم کیے کہ معلوم ہوتا ہے وہ جنت دنیا میں نہیں آسمان پر ہے اور کسی انسانی طاقت سے مافوق قوت نے اسے بنایا ہے۔"

مستعصم: "عجیب اور کسی کو اس کا حال نہ معلوم ہوا!"

حبشی: "عیاروں کے اس نوعمر سردار ہی نے اپنے دونوں عیاروں طفطقی اور شقشقی کے ذریعہ سے یہ صندوق قصر خلافت سے نکلوا کے اپنے قبضہ میں کیا۔ یہ عیار ایسے آفت کے پرکالے اور فتنہ انگیز ہیں کہ چوری ہی نہیں کرتے بلکہ محض تفنن طبع کے لیے طرح طرح کے فتنہ وفساد بھی پیدا کیا کرتے ہیں چنانچہ انہیں لوگوں نے شیعہ سنیوں میں ہنگامے کرائے

کرخ لٹوایا اور حنابلہ سے ایوان خلافت پر حملہ کرایا اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کوئی لاکے انہیں کچھ رقم دے تو وہ جسے بتائے اسے قتل کر ڈالیں۔"

مستعصم:"خوب! تو تم نے ان دونوں کو بھی گرفتار کر لیا؟"

حبشی:"سب گرفتار ہیں اور آستان خلافت پر حاضر۔ مگر امیر المومنین سب سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ ابو وہب نام ایک شریف شخص کی بیٹی زبیدہ کا ہے۔ یوسف بن احمد مروزی جو ان جواہرات کے صندوق کو بازار میں لیئے جاتا ہوا پکڑا گیا تھا اور محل میں چند روز قید رہ کے حنابلہ کے فتنہ میں غائب ہو گیا تھا"

مستعصم:"ہاں ہاں وہ! میں آج تک اس کی تلاش میں ہوں۔ اس کا بھی پتہ لگا۔ میرا پہلے ہی خیال تھا کہ اس چوری میں اس کی شرکت ضرور ہے۔"

حبشی:"امیر المومنین! میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس چوری میں شریک ہے بلکہ میں یہ عرض کرتا تھا کہ اسی یوسف کے ساتھ اس لڑکی زبیدہ کی نسبت ٹھہری ہے اور گو یوسف شیعہ اور زبیدہ سنی ہے مگر دونوں ایک دوسرے پر جان فدا کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن اتفاق سے عیاروں کے اس سردار نے زبیدہ کو کہیں دیکھ پایا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اپنی اس ہوس کے پورا کرنے کے لیے اس نے جو کارستانیاں کیں وہ نہایت عبرت خیز اور سننے کے قابل ہیں۔"

مستعصم:"ہاں تو وہ لڑکی زبیدہ کہاں ہے؟"

حبشی:"امیر المومنین! اسی کے ذریعے غلام اس طلسم کو توڑ سکا اور بہتر ہو گا کہ اس کی سرگزشت حضور اسی کی زبانی سنیں۔"

یہ کہہ کے اس نے زبیدہ کو سامنے لا کے کھڑا کر دیا جو نہایت ہی ادب سے زمین بوس ہونے کے بعد دست بستہ کھڑی ہو گئی۔

مستعصم:"یہ تو واقعی نہایت ہی حسین اور خوش جمال لڑکی ہے۔ اس کا شوق جو فتنہ نہ پیدا کرے تعجب ہے۔"

(زبیدہ سے)

Marfat.com

"ہاں اے گل چہرہ نازنین اپنے حالات بیان کرو۔"

زبیدہ نے پھر زمین ادب چوم کے اپنی ساری سرگزشت اول سے آخر تک کہہ سنائی۔
جسے سن کے مستعصم نہایت ہی متحیر ہوا اور پھر برہمی کے ساتھ بولا:

"میرے عہد میں اتنا بڑا فتنہ اور ظلم! یہ عنفودہ ہی بڑھیا کا لڑکا اور عیاروں کا سرداسہے
جس کا نام تم مسعود بتاتے ہو۔ وہ بھی موجود ہے؟"

حبشی: "امیرالمومنین! حاضر ہے۔"

یہ کہہ کے اس نے مسعود کو جو طوق و سلاسل میں جکڑا ہوا تھا پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس کی ماں ام عنقود عیارہ محتالہ ام زغول اور دونوں عیار طقطقی اور شقشقی بھی پیش کر دیئے گئے۔

مستعصم (حبشی سے): "یہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ شیعوں سنیوں میں جھگڑے بھی انہیں لوگوں نے کرائے اور انہیں لوگوں کی وجہ سے حنابلہ نے میرے محل میں لوٹ مار مچا دی۔"

حبشی: "امیرالمومنین! میں نے ایک عجیب طریقے سے اور محض اتفاق کے طور پر یہ باتیں خود ام عنقود کی زبان سے سنیں۔ جب میرے حکم سے عساکر خلافت نے اس کی جنۃ العنقود کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت مسعود اوپر قصر سیدوک میں زبیدہ پر ظلم کر رہا تھا۔ اس سے پہلے تو جیسا یہ حسین لڑکی خود عرض کر چکی ہے، مسعود اس سے عورتوں کے بھیس میں اور عنفودہ کے نام سے بھی بن کے ملا کرتا تھا۔ مگر آج پہلے پہل وہ یہ ظاہر کر کے کہ اب میں عورت سے مرد بن گیا ہوں، مردوں کی صورت میں ملا۔ زبیدہ نے یوں ملنے میں تامل کیا تو یہ ظالم اس پر ظلم و جور کرنے لگا اور چاہتا تھا کہ اسے زبردستی بے عزت کرے۔ عین اسوقت اس کی ماں اپنی جنت کو محصور دیکھ کے گھبرائی ہوئی اوپر آئی اور اسے لعنت ملامت کرنے لگی کہ تیری ہی وجہ سے یہ خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں وہ اس کے تمام حالات اور کل جرائم بیان کر گئی۔ اتفاقاً اسی وقت میں بھی دجلہ کی طرف سے چڑھ کے پہنچ گیا اور ذرا فاصلہ پر ٹھہر کے اس کی تمام باتیں اپنے کانوں سے سنیں۔"

مستعصم: "تمہارے سوا اور کسی نے بھی ان واقعات کو اس کی زبان سے سنا ہے؟"

Marfat.com

جلشی: "حضور جتنے لوگ موجود تھے سب نے سنا۔ زبیدہ اور اس کی خادمہ سوسن سُن رہی تھی میرے ساتھ افسنتگین اور چند اور ترکی سپاہیوں نے بھی سنا اور یہ سب لوگ شہادت دیں گے۔"

مستعصم (ام عنقود اور مسعود سے) "تمہارا سارا راز کھل گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ دنیا میں ایسے متفنی بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا تم ہر طرح واجب القتل ہو۔ امید ہے کہ مرتے وقت تمہیں اپنے کیے پر ندامت ہوگی اور میں جو کچھ پوچھوں گا سچ سچ بتا دو گے۔"

ام عنقود: "امیر المومنین! اور کوئی چاہے کہے یا نہ کہے میں تو کہہ دوں گی۔"

مستعصم (مسعود سے) "تم کیا کہتے ہو؟"

مسعود: "جب میری ماں ہی کا دل کمزور ہے تو میرے انکار سے کیا ہو سکتا ہے۔ ورنہ میں تو ہرگز نہ بتاتا۔"

مستعصم (طقطقی اور شقشقی سے) "اور تم؟"

طقطقی: "مگر میں اس وقت اپنی بہادری کے کارناموں کے ظاہر کرنے ہی کو اپنا فخر سمجھتا ہوں میں بتا دوں گا اور ناموری کی موت مروں گا۔"

شقشقی: "اور میں بھی۔"

مستعصم: "بے شک تم بہادر ہو اور شاید تمہاری اس وضع داری پر مجھے ترس آجاتا مگر افسوس حقوق العباد نہیں معاف ہو سکتا۔ خیر بتاؤ کہ اور باتیں تو کسی طمع یا ہوس پیش تھی تمہیں شیعہ سنیوں میں فساد ڈالنے سے تمہیں کیا ملا؟"

طقطقی: "امیر المومنین! اس میں بڑا فائدہ تھا۔ ہم لوگ بے انتظامی اور بدامنی ہی سے نفع حاصل کیا کرتے تھے۔ مگر ہمارے سردار مسعود نے اس خیال سے یہ کارروائی کرائی کہ جب سنیوں شیعوں میں تعصب بڑھے گا اور دونوں گروہوں میں نفرت و عداوت ہوگی تو زبیدہ اور اس کے ماں باپ کو بھی شیعوں سے سخت نفرت ہوگی۔ وہ یوسف کو اپنی بیٹی دینے سے انکار کر دیں گے اور ان کے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔ قطع نظر اس کے دونوں طرف کے بعض علما و امرا بھی ہمیں فساد و ہنگامہ پیدا کرنے پر ابھار رہے تھے کیونکہ ان ہنگاموں سے قوم کے سرغنہ بننے اور عوام سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا تھا۔"

Marfat.com

مستعصم: "ان امراو علما کا نام بھی بتا سکتے ہو جو تمہیں اس ہنگامہ آرائی کے لیے آمادہ کرتے تھے"

طقطقی: "ان کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کل ہی پرسوں ان کو اپنے کردار کی پوری سزا مل جائے گی"

مستعصم: "وہ کیونکر؟"

طقطقی: "تاتاری اسی لیے آرہے ہیں جو ہمارے خون کا بدلہ لینے کے ساتھ سارے اہل بغداد کو ان کے کردار ناہنجار کی سزا دیں گے"

مستعصم (ہنس کے) بغداد کے تمام جہلا کے ساتھ تم بھی تاتاریوں کے آنے کی راہ دیکھ رہے ہو۔ تو وہ تمہارا ہی انتقام لینے کو آتے ہیں۔ خیر اب کچھ اپنے جوہر اور اپنے کارنامے بھی سنا دو"

مستعصم کی خواہش کے مطابق طقطقی اور شقشقی نے جس جس طریقے سے لوگوں میں فساد ڈلوائے تھے۔ بیان کیا۔ اور اپنے کمالات اور بہت سے واقعات کہہ سنائے جن کو سن کے مستعصم کبھی مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو جاتا تھا اور کبھی متحیر ہو کے ہنس پڑتا تھا۔ آخر اس نے کہا: "اب یہ بتاؤ کہ تم نے حنابلہ سے میرے محل پر جو حملہ کرایا اس میں تمہاری کیا غرض تھی؟"

طقطقی: "یہ کہ ان کی لوٹ مار میں ہمیں یوسف کے نکال لے جانے کا موقع ملے جس کی ہمارے سردار کو ضرورت تھی اور جواہرات کے صندوق کو بھی ہم واپس لے گئے کیونکہ اسے جواہرات کے ساتھ ہی رہنا چاہیئے تھا"

مستعصم: "خوب! اور میری نسیم السحر کے چرا لیجانے اور میرے جواہرات کے لیجانے میں تمہاری کیا غرض تھی؟"

طقطقی: "اصل یہ ہے کہ جب ہمیں معلوم ہوا کہ امیر المومنین نے بے ایمانی اور سنگدلی سے ملک الناصر داؤد کی امانت میں خیانت کی اور اس کے جواہرات زبردستی چھین لیے تو ہمارے سردار کو اور ہمیں بہت غصہ آیا اور ہم نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بنے گا ملک الناصر کے جواہرات کو اس کے پاس پہنچا دیں گے اور امیر المومنین کو اس بے رحمی کی کچھ سزا بھی دیں گے۔ چنانچہ ہم ان جواہرات کو اسی خیال سے محل سے نکال لے گئے۔ اور نسیم السحر کو اس

Marfat.com

لیے لے گئے کہ آپ کو اپنے اعمال کی سزا ملے"۔

مستعصم (غصہ کو ضبط کر کے اور دل میں خیال کر کے کہ "ہر کہ دست از جان بشوید آنچہ در دل آید بگوید") اور تم جواہرات کو لے کیونکر گئے؟

طقطقی: اس کے لیے بڑی تدبیریں کرنی پڑیں۔ ام عنقود جنت العنقود کی چار حوروں کے ساتھ آپ کے محل میں جا کے رہیں اور شاہی لونڈیوں میں مل گئیں۔ آخر ام عنقود کی حکمت سے ہماری وہ حوریں ایک دن موقع پا کے جبکہ آپ قصر الشجر میں تھے یہ ظاہر کر کے کہ آپ نے یہ صندوق طلب کیا ہے اسے خلوت کے کمرے سے نکال لائیں اور باہر کی ڈیوڑھی میں میرے حوالے کر دیا۔ میں سوداگروں کی وضع میں کئی اور نقری صندوق لیے ہوئے پہلے سے موجود تھا۔ اپنے صندوق کے ساتھ اسے بھی باندھ کے پھاٹک کے باہر نکال لایا۔ اس کے بعد ام عنقود سوداگر بن کے نسیم السحر کے پاس گئیں اور انہیں بے ہوش کر کے اپنے صندوق میں بند کرا لائیں۔

مستعصم: یہ ارادہ تھا تو تم نے وہ جواہرات ملک الناصر داؤد کو دے کیوں نہیں؟ اور نسیم السحر کو واپس کیوں کر دیا؟

طقطقی: نسیم السحر کے واپس کرنے کی وجہ تو صرف یہ تھی کہ ہمیں آپ کو سزا دینے کے بعد آپ پر اپنا رعب بٹھانا تھا مگر جواہرات کے صندوق میں بند کر کے اور یوسف کے ساتھ اس لیے بھیجا کہ آپ یوسف کو قتل کر ڈالیں اور ہمارے سردار کو خوبصورت زبیدہ کے ملنے میں آسانی ہو جس کی آرزو میں وہ نیم جان ہو رہا تھا مگر آپ نے قتل نہیں کیا۔ پھر جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ نسیم السحر یوسف کی طرفدار ہیں اور آپ اسے قتل نہ کریں گے تو اسے اور جواہرات کے صندوق کو خنابلہ سے محل پر چڑھائی کرا کے نکال لے گئے اور یہ جواہرات ملک الناصر کو صرف اس لیے نہیں دیے جا سکے کہ ان کو دیکھ کے ہمارے سردار نے چاہا کہ ان کے ذریعہ سے اپنی معشوقہ کا دل اپنے ہاتھ میں لے۔ چنانچہ اس نے وہ سب زبیدہ کو دیدیے تھے مگر زبیدہ خود ہی اپنے گھر نہیں لے گئی تھی"۔

مستعصم (حبشی کی طرف دیکھ کے) "تم نے بڑا کام کیا ہے جس کا انعام سچ یہ ہے کہ میں کسی طرح

Marfat.com

دے ہی نہیں سکتا۔ تاہم میں تم کو آج سے اپنے دربار کا حاجب اور شہر کا کوتوال اور مجسٹریٹ مقرر کرتا ہوں اور تمہاری تنخواہ دو ہزار دینار ماہانہ مقرر کی جاتی ہے۔ تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا اس کے مطابق یہ سب قیدی تم کو دیے جاتے ہیں ان کے ساتھ جو سلوک چاہے کرو۔ مگر میری خواہش تھی کہ قصر سیدوک میں جس جگہ اگلے عیاروں کو سولی دی گئی تھی ان کو بھی دی جائے۔ ان کی وہ جنت آج سے تمہاری ہے اور سوا میرے ان جواہرات کے اور جو کچھ ان کے قبضہ سے برآمد ہوا ہے وہ بھی تمہارا ہے۔"

حبشی (زمین ادب چوم کے) امیر المومنین! مجھ سا حبشی غلام اس معزز عہدہ اور تنخواہ کے قابل نہیں اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ ان دو عنایتوں سے محروم ہی رکھا جاؤں۔ ان قیدیوں کیساتھ وہی سلوک کیا جائے جیسا کہ امیر المومنین چاہتے ہیں۔ جنۃ العنقود اور اس کے مال غنیمت کے انعام کو میں نہایت خوشی سے قبول کرتا ہوں، لیکن ایک تمنا اور ہے۔"

مستعصم: "تمہاری ہر آرزو پوری کی جائے گی۔"

حبشی: "امیر المومنین جبر سے نہیں بلکہ خوشی و رضامندی سے حسین و گل چہرہ خاتون زبیدہ کو میرے عقد میں آنے پر راضی کر دیں۔"

یہ الفاظ سنتے ہی زبیدہ نے بے تحاشا ایک چیخ ماری اور سوسن کے کندھے پر سر رکھ کے بکیسی کی وضع سے کھڑی ہو گئی۔

مستعصم (زبیدہ سے) زبیدہ! تم کو میری خوشی کا کچھ خیال ہے۔ اس کو پسند کرو گی کہ تمہارا خلیفہ اس بہادر شخص کے احسانات کا کچھ معاوضہ ادا کر سکے۔"

زبیدہ (زمین بوس ہو کے) امیر المومنین! حضور ہی کے نہیں۔ میں تو چاہتی تھی کہ اپنے احسانات کا بھی معاوضہ کرتی لیکن اپنی زندگی کیونکر غارت کر دوں۔"

حبشی (زبیدہ سے) "خاتون گھبراؤ نہیں۔ تم پر جبر نہ کیا جائے گا، لیکن یہ جنت العنقود، یہ دولت، اور عزت، یہ شاہی خوشنودی، یہ ایام زمانہ کی تعمیل ارشاد اور نیز تمہاری وہ خدمتیں جنہیں میں اپنے ہاتھوں بجا لایا ہوں۔ کیا ان میں سے کوئی چیز بھی تمہارے دل پر اثر نہیں کر سکتی؟"

Marfat.com

زبیدہ: "افسوس! آپ کے ساتھ میں خوشی نہ رہ سکوں گی۔"

حبشی (مسکرا کے) "اچھا اگر میرے منہ کی یہ سیاہی ڈھل جائے تب تو آپ قبول کریں گی؟"

زبیدہ: "آپ کے کالے ہونے کی وجہ سے مجھے عذر نہیں مگر میں تو یوسف کی ہو چکی۔"

حبشی: "اچھا۔ اگر خود یوسف آ کے میری سفارش کریں تب تو منظور کرو گی؟"

زبیدہ: "مجھے ان سے ایسی امید نہیں کہ مجھے چھوڑ دیں۔"

حبشی: "تو تم چاہتی ہو کہ میں خود یوسف بن جاؤں۔"

یہ کہہ کے وہ خلیفہ سے اجازت لے کے باہر گیا اور اس کے عوض یوسف دربار میں آ کے آداب خلافت بجا لایا۔

زبیدہ صورت دیکھتے ہی دوڑی کہ لپٹ جائے مگر اس نے ہاتھ سے ہٹا کے الگ کیا اور کہا:

"اس حبشی کا احسان ماننا فرض ہے جس نے مجھ پر، تم پر اور سلطنت پر احسان کیا ہے۔"

زبیدہ: "یوسف تم سے ایسی امید نہ تھی۔"

اور یہ کہتے ہی زار و قطار رونے لگی۔ پھر بولی:

"اس سے تو اچھا ہے کہ مجھے مار ڈالو۔"

اسے روتے دیکھ کے یوسف نے بے صبری سے اس کے آنسو پونچھے اور خلیفہ سے کہا:

"امیر المومنین! عنقودہ نے تو اس نازنین کے عشق میں یہ کیا تھا کہ عنقودہ سے مسعود اور مرد سے عورت بن گئی اور امیر المومنین کا یہ حبشی غلام آج یہ کمال دکھاتا ہے کہ خدا کی قدرت سے حبشی کی صورت چھوڑ کے یوسف بن احمد بن گیا تا کہ زبیدہ کے دل کو صدمہ نہ ہو۔"

مستعصم: "دیکھوں (چہرہ دیکھ کے) "ہاں ہاں! یہ تو وہی یوسف ہے جو جواہرات کے صندوق کے ساتھ گرفتار ہوا تھا۔" (زور سے ہنس کے) تمہیں یہ صورت بدلنا اور حبشی بننے کی کیا ضرورت تھی؟"

یوسف: "بغیر اس کے اگر میں جواہرات کے لانے کا وعدہ کرتا تو مجھ پر طرح طرح کی بدگمانیاں کی جاتیں بلکہ غالباً میری درخواست مسترد ہوتی اور مفرور مجرم تصور کر کے گرفتار کر لیا جاتا۔"

Marfat.com

مستعصم:" مگر تم نے کمال کیا۔ صورت سے زیادہ آواز اور لہجہ کا بدلنا حیرت انگیز ہے لیکن اب مجھے پہلے سے زیادہ خوشی ہوئی کہ جس کا احسان مند ہوں وہ ایک حبشی غلام نہیں بلکہ بغداد کا ایک شریف زادہ ہے۔"

یوسف:" تو امیر المومنین! اب میری آخری آرزو کا پورا کرنا بھی امیر المومنین ہی کا کام ہے۔"

مستعصم:" ابھی۔ بغیر اس کے میں یہاں سے نہ ہٹوں گا۔"

اسی وقت آدمی بھیج کے زبیدہ اور یوسف کے ماں باپ عزت و حرمت کے ساتھ دربار میں بلوائے گئے اور کرخ سے شیعوں کے ایک محترم مجتہد صاحب نے آ کے خلیفہ مستعصم کے سامنے صیغۂ نکاح پڑھا اور سچے عشق کو فتنہ انگیزی کی رقابت پر پوری فتح حاصل ہو گئی۔

عقد کے بعد خلیفہ نے دولہا دلہن اور ان کے والدین کو مبارک باد دیکے صندوق میں سے نیلم کے زیور کا جوڑا جسے زبیدہ کئی بار پہن چکی تھی، نہایت فیاضی کے ساتھ نکالا اور اپنی طرف سے اسے رونمائی میں دیا پھر دونوں کے لیے سرسبزی و کامیابی کی دعا کی اور ہنسی خوشی رخصت کیا اور سب لوگ خوش خوش عین نماز فجر کے وقت اپنے گھروں کو گئے۔

Marfat.com

(۲۲)

زوالِ بغداد

اسی صبح کو قصر سیدوک میں عین اس مقام پر جہاں زبیدہ جا کے عنقود کا نوحہ پڑھا کرتی تھی مسعود، طقطقی اور شقشقی کو سولی دی گئی اور ان کے سامنے ہی ام زغول اور ام عنقود مع ان کے رفیق جرم ابوالعنفوق کے دجلہ میں ڈبو دیے گئے۔ باقی اسیروں کو جو اس جنت میں حور و غلمان کا کام دیتے تھے۔ یوسف نے گناہوں سے توبہ کرا کے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔

طقطقی کا دم بمقابل اس کے ساتھیوں کے دیر میں نکلا مرتے وقت اس کے چہرہ پر ایک مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔ پھر دونوں ہاتھوں کو زور سے بیرون شہر کی طرف پھیلا دیا اور اسی طرف دیکھتا ہوا مر گیا۔

پہلے تو لوگ سمجھے کہ یہ نزع کا ایک تشنج تھا مگر پھر جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ تاتاریوں کا سیلاب عظیم مشرق کی طرف سے آ کے شہر کے گرداگرد اس طرح پھیل رہا ہے جیسے ولادت مسیح کے زمانے کے قریب آتش فشاں پہاڑ سے ویس کا جلتا ہوا اکبریتی مادہ (لاوا) خدا فراموش شہر پوم پیائی کے گرد پھیل گیا تھا۔

دم بھر میں سارے شہر میں تہلکہ پڑ گیا اور غل ہوا کہ ہلاکو خان کا لشکر آ پہنچا۔ ساتھ ہی منجنیقوں کا شور بلند ہوا اور سر پہ ہر طرف سے تیر اور پتھر برسنے لگے۔

Marfat.com

خود فراموش خلیفہ مستعصم محل میں جا کے ابھی پوری طرح سونے بھی نہیں پایا تھا کہ جگایا گیا اور سہمے ہوئے ملازمین نے عرض کیا کہ:

"امیر المومنین بغداد پر تاتاریوں نے یورش کر دی۔ جلد خبر لیجیے ورنہ لوگ شہر کے اندر گھس پڑیں گے۔"

مستعصم: "مجھے معلوم ہے۔ وہ لوگ ادھر سے مصر کی طرف جا رہے ہیں۔ ایک دن کے لیے یہاں باہر پڑاؤ ڈال دیا ہوگا۔"

جوہر: "امیر المومنین! وہ تو تیر برسا رہے ہیں جن کی وجہ سے اہل شہر کو گھروں سے نکلنا دشوار ہے۔"

مستعصم: "مجھے اس کا یقین نہیں آتا۔ خیر ابن علقمی کو بلواؤ۔"

جوہر: "آستان خلافت پر دوادار اور دیگر عمائد شہر حاضر ہیں۔"

مستعصم (بگڑ کے) "یہ لوگ کیا بنالیں گے۔ خیر میں چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کے باہر آیا اور نقیبوں کے شور "اقبال بلند" کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے پوچھنے پر ایبک وغیرہ نے تاتاریوں کے محاصرے کا حال عرض کیا۔

مگر وہ اس بارے میں ان لوگوں سے مخالفت ہی کر رہا تھا کہ ابن علقمی آگیا جس نے بغیر اس کے کہ خلیفہ کچھ کہے کج ادائی کے ساتھ کہا:

"اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ مغلوں نے پہلے تو اطمینان دلایا تھا مگر اب بغداد کے تباہ کرنے ہی پر آمادہ ہیں تو میں کیا کروں؟"

اس کا یہ جواب سن کے مستعصم نے حسرت سے اس کا صورت دیکھی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لی اور عام حاضرین دربار کی طرف دیکھ کے کہا

"اب تم لوگ بھی کچھ کر سکتے ہو یا نہیں؟"

اس پر تمام لوگوں نے سر ادب جھکا کے کہا:

"جب تک دم میں دم ہے جان نثاری کو حاضر ہیں۔ اسی لیے تو ٹکر لینے کے لیے تھے کہ آج کے دن آستان خلافت پر کٹوا دیے جائیں"

Marfat.com

اب یہ تجویز قرار پائی کہ مجاہد الدین دس ہزار ترکوں اور شہر کے والنٹیروں کی ایک بڑی بھاری جماعت کے ساتھ جا کے مغلوں سے مقابلہ کرے۔ رکن الدین دوادار اپنے آدمیوں اور شاہی غلاموں کے ساتھ شہر پناہ پر ٹھہر کے بغداد کی حفاظت کرے۔ شہزادہ ابوبکر اور نجم الدین باذرائے کے ذمے یہ خدمت کی گئی کہ بغداد میں پھر پھر کے لوگوں کو جوش اور غیرت دلائیں اور بہت جلد دشمنوں سے لڑنے پر آمادہ کریں۔ ان کا فرض ہے کہ چار ہی پانچ روز کے اندر دو لاکھ فوج مقابلہ کے لیے تیار کر لیں۔ ساتھ ہی داروغہ مسلح خانہ کو بلا کے حکم دیا گیا کہ اسی وقت جا کے جتنے آلات حرب اور زرہیں وغیرہ خزانۂ خلافت میں موجود ہیں انہیں نکال کے درست کرے اور جو لوگ جان بازی کو تیار ہوں ان میں تقسیم کرے۔ ان سب تجویزوں کے بعد مستعصم نے کہا:

"بس تمہاری کارگزاری اسی میں ہے کہ جس طرح ۶۴۲ھ میں آج سے چودہ برس پہلے تاتاری حملہ کی غرض سے آئے مگر بغداد کے لشکر کی شان و شوکت جو دیکھی تو ایسے بدحواس ہوئے کہ راتوں رات چھپ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ویسے ہی اس مرتبہ بھی دم دبا کے بھاگیں۔ مگر افسوس کہ میں نے سارا لشکر موقوف کر دیا۔ وہ معزول شدہ ترک غالباً بغداد ہی میں ہوں گے انہیں کو پھر کیوں نہ نوکر رکھ لیا جائے؟"

اسی کے جواب میں باذرائے نے عرض کیا:

"امیر المومنین ان لوگوں کو تو برطرفی کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ بغداد سے چلے جائیں اب وہ کہاں؟"

مگر اس جواب پر مستعصم کو پریشان ہوتے دیکھ کے اس نے کہا:

"امیر المومنین! پریشان نہ ہوں۔ ہم لوگ سر بر خلافت پر جان دینے کو اور اہل بغداد اپنے امام وقت کی حمایت کرنے کو جان و مال سے حاضر ہیں۔"

ان باتوں پر دربار برخاست ہوا مگر حفاظت شہر کے لیے رکن الدین دوادار کے لوگ اور بہت سے اہل بغداد شہر پناہ پر پہنچ گئے اور تاتاریوں کو اپنے تیروں کا جواب ملنے لگا۔ مجاہد الدین ایبک رات بھر فوج جمع کرتے اور لوگوں کو ابھارا بھار کے اپنے ساتھ

Marfat.com

لینے کی کوشش میں دوڑتا رہا اور در حقیقت اس نے کمال کر دیا کہ صبح تڑکے ایک لاکھ فوج کے ساتھ ہلاکو خان کے سامنے صف آرا ہو گیا۔

بڑے زور شور کی لڑائی ہوئی اور دونوں طرف کے جان باز جان دینے پر تلے ہوئے تھے۔ آخر شام ہونے ہوتے تاتاریوں کی وحشیانہ دلیری پر مہذب اہل بغداد کی حمیت و غیرت غالب آئی۔

ہلاکو خان کے سپاہی ہزارہا لاشوں کو چھوڑ کے بد حواس بھاگے۔ ایبک ان کے قتل و قمع میں مشغول ہوا اور دور تک بھگا کے ان کے صدہا افسروں کے سر کاٹ لایا۔

اس فتح نے اہل بغداد کے حوصلے بڑھا دیئے۔ مستعصم مارے خوشی کے جامہ میں نہیں سماتا تھا اور سارے شہر میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔

اتنے میں خبر آئی کہ تاتاری بھاگے جاتے ہیں جس سے سب کو اور زیادہ اطمینان ہو گیا اور لوگ جشن فتح منا کے سوئے تو ایسے غافل کہ کسی کو سر و پا کی خبر نہ تھی۔

ناگہاں دجلہ کی ایک نہر میں جو خشک پڑی تھی اور جس کی ساری زمین پر سارے لشکر بغداد کا پڑاؤ تھا۔ ایسا عظیم الشان سیلاب آیا کہ سارے سپاہی سوتے کے سوتے رہ گئے اور نیند کے آغوش سے آغوش مرگ میں پہنچ گئے۔

یہ سن کے سارے بغداد میں کہرام مچ گیا۔

اس پر افسوس ہی کر رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ ہلاکو خان کا لشکر عظیم پلٹ آیا اور پھر بغداد پر دھاوا کر رہا ہے۔

مستعصم نے باہر نکل کے ایبک سے کہا:

"کیا خدائے تعالیٰ بھی ہمارے خلاف ہے؟"

ایبک بولا:

"امیر المومنین! معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔"

اب تحقیقات ہوئی تو ثابت ہوا کہ خود ابن علقمی نے جا کے اس نہر کو کھدوایا اور اپنے سامنے دجلہ کا پانی اس میں گرایا جس سے یہ سیلاب آیا۔

Marfat.com

یہ سن کے مستعصم کو بڑی حیرت ہوئی اور اس کے خاص ملازمین کو بلوا کے پوچھا تو پتہ چلا کہ ہلاکو خان ابن علقمی ہی کی سازش سے اور خاص اس کا بلایا ہوا ہے۔

ہلاکو خان نے پہلے لکھا تھا:

"تم جو لکھتے ہو کہ بغداد پر بلا مزاحمت قبضہ کرا دو گے۔ اس وعدے کا مجھے اعتبار نہیں۔ اگر مجھے اطمینان دلانا چاہتے ہو تو وہاں کی ساری فوج کو برطرف کر دو۔"

چنانچہ اسی ضرورت سے اس نے ترکی لشکر کو موقوف کرا یا اور برطرفی کے بعد انہیں بغداد میں رہنے بھی نہ دیا۔

اس پر بھی کل کی لڑائی میں مغلوں کو شکست ہوئی اور انہوں نے بھاگنے کا قصد کیا تو ابن علقمی نے انہیں خط بھیج کے روکا اور لکھا:

"اب میں آپ کی کامیابی کے لیے دوسرا بندوبست کرتا ہوں۔"

چنانچہ رات کو اس نے نہر کٹوا دی اور سارا لشکر بغداد آناً فاناً غرق ہو گیا۔

اب مستعصم بالکل مجبور و بے دست و پا تھا۔ نہایت ندامت کے ساتھ چلا اٹھا:

"افسوس! مجھے نہیں خبر تھی کہ میرا وزیر نمک حرام ہے۔ اگر زندگی و اقبال ہے تو اس سے انتقام لوں گا۔"

اتنے میں خبر آئی کہ لشکر مغول بغداد میں داخل ہو گیا اور جا بجا محلوں میں قتل عام ہو رہا ہے۔ یہ سنتے ہی مستعصم بدحواس ہو گیا کہ کیا کرے اور کدھر بھاگے۔ فوراً مجاہد الدین ایبک نے حاضر ہو کے کہا:

"اب یہ مناسب ہے کہ امیر المومنین اپنے حرم اور ہم سب لوگوں کو ہمراہ لیں اور کشتیوں پر سوار ہو کے بصرے میں چلے چلیں۔ چند روز بعد جب تاتاریوں کا یہ طوفان نکل جائے اس وقت پھر واپس آ جائیں گے۔"

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وزیر ابن علقمی آ پہنچا۔

مستعصم نے اس سے یہ تجویز بیان کر کے اس کی رائے پوچھی تو اس نے ادب کے ساتھ زمین بوس ہو کے عرض کیا:

"امیر المومنین! قاآن اعظم ہلاکو خان کا منشا صرف اسی قدر ہے کہ ان کی بیٹی کی شادی شہزادہ ابوبکر کے ساتھ ہو جائے اور انہیں سریر آرائے خلافت کر کے حضور تخت و تاج سے

Marfat.com

علیحدہ ہو جائیں۔ اطمینان کے لیے امیرالمومنین شہزادہ ابوبکر کو ان کے پاس بھیج کے دریافت فرمالیں۔"

ابن علقمی کی ان باتوں نے مستعصم کے دل میں امید کا ایک چراغ روشن کر دیا اور فوراً شہزادہ ابوبکر جلوس کے ساتھ ہلاکو خان کے پاس بھیجا گیا مگر اس سے پہلے ابن علقمی نے خفیہ طور پر ایک آدمی دوڑا کے ہلاکو خان کو بتا دیا کہ میں نے یہ فقرہ دیا ہے شہزادہ ابوبکر اس خیال سے آتے ہیں اور آپ ان کی خوب تعظیم و تکریم کریں۔

چنانچہ شہزادہ ابوبکر اس سے مل کے بہت ہی خوش ہوا اور مستعصم کو بھی مطمئن کر دیا جس نے وزیر سے کہا:

"اگر ہلاکو خان کا یہ ارادہ ہے تو میں ان سے ملنے کو چلوں گا اور خود ہی جا کے اظہار اطاعت کروں گا۔"

ابن علقمی: "وہ بھی اس کے متمنی ہیں۔ آپ تشریف لے چلیں۔ اظہار شان و شکوہ کے لیے اپنے عالی مرتبہ شہزادوں، ارکان سلطنت، اعیان شہر اور معزز و محترم علما و فضلا کو بھی ہمراہ رکاب لیتے آئیں۔ مگر فوراً تشریف لے آئیں۔ جب تک میں چل کے انہیں حضور کی رونق افروزی کی اطلاع دیتا ہوں تاکہ استقبال و خیر مقدم کا سامان کریں۔"

یہ کہہ کے ابن علقمی تو واپس چلا گیا اور مستعصم نے ہرکارے بھیج کے تمام اکابر شہر کو جمع کیا اور دو ہی گھنٹے کے اندر کل معززین شہر اور جملہ یگانہ روزگار علما و محدثین کو جمع کر کے بارہ سو معززین شہر کے ساتھ بیرون شہر کا رخ کیا۔

شہر کے مشرقی پھاٹک باب الشمامیہ سے نکلتے ہی تاتاریوں میں تھا جن کے بڑے بڑے گروہ استقبال کے لیے موجود تھے۔ ان لوگوں نے باقاعدہ سلامی لے کے اسے اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور ہلاکو خان کے وسیع و عالی شان خیمہ دربار میں لے گئے۔

ہلاکو خان نے خیمہ کے دروازے تک خود آ کے خیر مقدم کیا اور خلیفہ کو مع تمام ہمراہیوں کے اندر لیجا کے عزت سے بٹھایا مگر کوئی اور گفتگو چھیڑنے سے پہلے ہلاکو خان نے کہا:

"صلح کی کسی تحریک سے پہلے مجھے اپنے جواہرات کا خزانہ بتا دیجئے۔"

مستعصم کو جواہرات اور دولت کی تمام چیزیں جان کے برابر عزیز تھیں مگر ہلاکو کے اس سوال کا رد کرنا امکان سے باہر تھا۔ فوراً چند تاتاری افسروں کو قصر خلافت کے مہتمموں اور

Marfat.com

داروغہ خزانہ کے ساتھ قصر خلافت میں بھیجا اور حکم دیا کہ قصر النجر اور سارا جواہر خانہ ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے اور انہیں اختیار ہے کہ جن جن چیزوں کو پسند کریں لے آئیں "۔

ان جواہرات کے لانے میں کئی گھنٹے لگے جب تک مکار ہلاکو خان مستعصم باللہ سے نہایت ہی اخلاق و دلدہی کی باتیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ غروب آفتاب کا وقت قریب آگیا اور وہ تاتاری افسر محل کے تمام جواہرات اور قصر النجر کے نو چپے کھوٹے مرصع طلائی درختوں کو خچروں پر لدوا کے لے آئے اور مستعصم اور ہلاکو کے سامنے رکھ دیا۔

یہ عظیم الشان دولت وحشمت دیکھ کے ہلاکو خان کے ہوش اُڑ گئے۔ اس لیے کہ ایسی دولت اور ایسے جواہرات کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے اور نہ جانتا تھا کہ دنیا کی کسی سلطنت کے قبضہ میں دولت کا ایسا بے مثل و نظیر خزانہ ہوگا۔

وہ دیر تک جواہرات کو ہاتھ سے اٹھا اٹھا کے دیکھتا اور تعجب کرتا رہا۔ پھر سونے کی ایک کشتی میں ان میں سے چند منتخب جواہرات رکھ کے مستعصم کے سامنے پیش کیے اور تمسخر کے لہجے میں کہا،

" انہیں نوش جان فرمائیے "!

اس عجیب وغریب سوال پر متحیر ہو کے مستعصم باللہ ہلاکو خان کی صورت دیکھنے لگا تو ہلاکو نے کہا:

" آپ تعجب کیا کرتے ہیں۔ آپ انہیں لشکر پر خرچ کرتے تو آج یہ روز بد دیکھنا کیوں نصیب ہوتا؟ بجز اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے ان چیزوں کو کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے رکھ چھوڑا ہوگا "!

اس کے یہ الفاظ سن کے مستعصم نے ندامت سے آنکھیں نیچی کرلیں مگر اب ہلاکو خان کی وہ مہربانی و شفقت غیظ و غضب سے بدل گئی تھی۔ نہایت ہی خونخواری کے چشم و ابرو سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی مغل افسروں نے خیمہ میں گھس کے خلیفہ، اس کے بچوں اور تمام ہمراہیوں کی مشکیں کس لیں۔

مستعصم کی آنکھوں سے اپنی اس بے بسی پر ٹپ ٹپ آنسو ٹپک پڑے اور آنسوؤں کی دھندلاہٹ میں اسے اپنے سامنے وزیر ابن علقمی کا مطمئن اور بشاش چہرہ نظر آیا جو ملامت و تمسخر کی مسکراہٹ سے گویا کہہ رہا تھا کہ!

Marfat.com

کرخ کی تباہی یاد ہے؟"
مستعصم اس ملامت بھری نظر کی تاب نہ لا سکا اور آہ فلک دوز کھینچ کے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

اب قتل کی کاروائی شروع ہوئی۔
پہلے شہزادہ ابوبکر کا سر برگشتہ بخت باپ کے سامنے کاٹا گیا۔
مستعصم کی نسبت لوگوں نے کہا:
"اگر اس کا خون زمین پر گرا تو قیامت آجائے گی۔"
اس اندیشے سے وہ کپڑوں میں لپیٹ کے اس قدر کچلا گیا کہ روح مفارقت کر گئی۔ صرف مستعصم کی ایک حسین و نازک اندام شہزادی زندہ بچ کے ترکستان بھیجی گئی کہ منکو خان کے حرم میں داخل ہو۔

اس کے بعد وہ تمام معززین امرا و روسا علما و فضلا، اتقیا و اصفیا جو مستعصم کے ساتھ آئے تھے قتل کیے گئے اور غروب آفتاب سے پہلے ہی بغداد کے ان منتخب لوگوں کی زندگیوں کا خاتمہ ہوگیا۔

ان کی لاشوں کی نہایت توہین کی گئی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی گئیں اور ابن علقمی خوش تھا کہ!

"آج مجھے عداوت اہل بیت کا بدلہ مل رہا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہیں!"
مستعصم کے یہاں آنے کے وقت سے اس وقت تک قتل عام کی کاروائی ملتوی تھی۔ اب پھر بغداد میں قتل عام کا حکم دے دیا گیا اور مغلی تلواریں شہر کے تمام محلوں میں بلند ہونے لگیں۔ صرف ابن علقمی کی سفارش پر حلہ اور کرخ کے لوگوں کو اور نیز دیگر مقامات کے شیعوں کو البتہ پناہ دی گئی جن کے گھروں پر تاتاریوں کے پہرے کھڑے کر دیئے گئے تاکہ کوئی مغل ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنے پائے۔

انہیں محفوظ و مامون مقاموں میں قصر سیدوک بھی تھا جہاں یوسف بن احمد مروزی اور زبیدہ اس قصر کے بلند برجوں پر بیٹھے ہوئے شہر کی تباہی اور قتل عام کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور انہیں امان دیئے جانے کا یہ سبب تھا کہ یوسف شیعہ تھا اور ابن علقمی کا رشتہ دار۔

Marfat.com

ہلاکو خان کو شیعہ سنی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ ایک بت پرست کافر تھا جسے کسی کے ساتھ ہمدردی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی مگر چونکہ یہ فتح اسے ابن علقمی کی سازش اور شیعوں کی اعانت سے حاصل ہوئی تھی اس لیے پولیٹیکل مصالح اسی کے متقاضی تھے کہ شیعوں کی طرف داری کی جائے علاوہ بریں اس کے دربار میں بھی شیعوں کو رسوخ حاصل تھا۔ علامہ روزگار محقق طوسی کا ایسا فخر اسلام فلسفی و مہندس اس کا مشیر و عقل کل تھا مگر محقق صاحب بھی شیعہ تھے اور خاص اسباب سے مستعصم کے دشمن۔ چنانچہ وہ بھی اپنی کسی سابقہ توہین کا انتقام لینا چاہتے تھے۔

بہر تقدیر ہلاکو خان کی طرف سے جتنی کاروائیاں عمل میں آئیں سب شیعوں کے مشورے سے ہوئیں اور ان میں صاف طور پر شیعوں کی جنبہ داری ہوتی تھی۔

اسی کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ تمام طرفداران اہل بیت اور شیعیان علیؓ کو امان دے دی گئی۔ اور اس بات کے لیے کافی تدابیر کیے گئے کہ اس قتل و خون اور لوٹ مار میں کسی شیعہ کو ضرر نہ پہنچے اسی قدر نہیں بلکہ شہر کے تمام محلوں میں پکروا دیا گیا کہ!

"شیعیان علیؓ اور محبان اہل بیت اطہار سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ وہ اطمینان سے بیٹھے رہیں مگر ہاں گھروں سے باہر نہ نکلیں"۔

اب ایک شخص بغداد کے صدر پھاٹک پر بھیجا گیا جس نے جا کے عام طور پر پکروا دیا کہ!

"جو کوئی ہلاکو خان کی پناہ مانگے گا اور اپنے تئیں سپرد کر دے گا۔ اسے پناہ دی جائے گی"۔

اس خبر کے مشہور ہوتے ہی لوگ جنہیں کہیں پناہ نہ ملتی تھی جوق جوق آ کے قاآن اعظم ہلاکو خان کی دوہائی دیتے اور ہتھیار ڈال ڈال کے امان مانگتے، جو فوراً حراست میں لے لیے جاتے۔ اس طرح تھوڑی دیر میں لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمی جمع ہو گئے جو شہر کے باہر لیجا کے دس گروہوں میں تقسیم کر دیئے گئے، اور سب کو تاتار کے خونخوار بہائم نے گھاس کی طرح کاٹ کے ڈال دیا۔

اب اس کے بعد پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ قتل عام جاری تھا۔ بوڑھے، بچے، مرد، عورت، سپاہی اور تاجر، ادنی و اعلی بلا استثنا دقتل ہو رہے تھے۔ مکانوں میں آگ لگائی جا رہی تھی اور ہر طرف شعلے بلند تھے۔

Marfat.com

حریم خلافت کی نازک اندام و ماہ طلعت جادو نگاہیں چھوٹے پکڑ پکڑ کے عیش کدوں سے نکالی اور رسیوں میں باندھ باندھ کے ہلاکو کے سامنے پیش کی جاتیں۔

کتب خانہ جن میں چھ سو برس کا اسلامی لٹریچر جمع تھا، بے رحمی کے ساتھ برباد کیے جاتے تھے۔ تاتار کے جاہل و وحشی و بہائم کتابوں کو نکال نکال کے دجلہ میں پھینکتے اور ان کی عمارتوں میں آگ لگاتے تھے۔

دجلہ کا پانی جو خون کی ندیاں بہنے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اب کتابوں کے پھینکنے اور بہائے جانے سے سنگدل مغلوں کے دلوں کی طرح سیاہ ہو گیا۔ الغرض انسانی قتل و خونریزی کے ساتھ عربوں کا چھ سو برس کا تمدن اور ان کی صدیوں کی کمائی لٹ رہی تھی۔

جب مظلوم و بے پناہ اہل بغداد نے دیکھا کہ قتل عام کا سلسلہ کسی طرح موقوف ہوتے ہی کو نہیں آتا تو ہزاروں محلوں کی بیٹھنے والی پاکدامن خاتونیں اور معصوم بچے قرآن سروں پر رکھے ہوئے آہ و واویلا کرتے تاتاری لشکرگاہ میں آئے اور ہلاکو خان کی دوہائی دینے لگے جنہیں دیکھ کے ظالم و ناخدا ترس تاآن اعظم نے یہ حکم دیا کہ مغلی سوار عورتوں اور بچوں کے اس عظیم الشان گروہ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالیں اور جب تک ایک میں بھی سانس باقی ہو برابر پامال کیے جائیں۔ اس طریقہ سے ان نازک بدن پری جمالوں اور ننھے ننھے بچوں کا خاتمہ کیا گیا۔

یہاں تو یہ ہوا ادھر شہر کے اندر برابر تلوار چل رہی تھی اور ایسے مظالم ہو رہے تھے جن کو خود شیعہ بھی دیکھ دیکھ کے کانپ جاتے۔ تاتاریوں کا غصہ ہی ایسا تھا۔ وہ محض تفنن طبع اور اپنی دلچسپی کے لیے انسان کو قتل کرتے تھے۔ انہیں جان لینے اور خدا کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑنے میں بڑا مزہ آتا تھا۔

چنانچہ مسلسل چونتیس روز تک قتل عام ہوتا رہا اور بغداد کی چاردیواری کے اندر ہی اٹھارہ لاکھ آدمی قتل ہو گئے۔ جن کی لاشیں ہر طرف پٹی پڑی تھیں۔ سڑکوں پر، گلیوں میں، حماموں میں، مدرسوں میں اور زنخانوں میں، غرض سارے شہر میں کوئی جگہ نہ تھی جہاں برہنہ اور پھولی ہوئی لاشوں کے سوا اور کوئی چیز نظر آتی ہو جن کے کپڑے مغلوں نے اتار لیے تھے۔

ایک طرف کتے اور بلیاں اور دوسری طرف گدھ اور چیلیں لاشوں کو نوچ نوچ

Marfat.com

کے کھانے اور گھسیٹتے پھرتے تھے اور اس خوان یغما پر وحوش وطیور میں لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ لیکن آخر کار طیور کو فتح حاصل ہوئی۔ کیونکہ قتل کرتے کرتے تاتاریوں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جب تک انسان ملے انہیں قتل کیا۔ جب ان کا پتہ نہ رہا تو اپنی خوانخواری کی پیاس بجھانے کے لیے گائے، بھینسوں، اونٹوں اور خچروں کو قتل کرنے لگے اور جب وہ بھی نہ رہے تو بلیوں، کتوں اور وحشی درندوں پر جھک پڑے جن کی آج کل شہر بغداد نے بڑی جان فروشی سے دعوت کی تھی۔

اب ہر طرف خاموشی تھی۔ سناٹا تھا اور سارا شہر سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جنہیں پناہ دی گئی تھی وہ بھی رو رو کے آنسو بہا رہے تھے اور کونوں میں دبکے پڑے تھے۔ لاشوں کے سڑنے سے ایسی تعفن پیدا ہوئی کہ شہر سے باہر کوسوں تک کسی کو ادھر کا رخ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ وبائی امراض پیدا ہوئے اور ہلاکو خان کے سپاہی جنہوں نے ابھی قتل کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ وبا میں مبتلا ہو ہو کے مرنے لگے۔ جب یہ کیفیت نظر آئی تو ہلاکو اپنے لشکریوں کو لے کے بھاگ کھڑا ہوا کیونکہ اب وقت آگیا تھا کہ اگر اور کوئی نہیں ہے تو پھر خود قدرت مظلوموں کے خون کا انتقام لے۔

آہ! اے ارض عراق تو ہمیشہ مورد غضب الٰہی رہی ہے۔ جیسی تیری سیہ کاریاں تھیں ویسا ہی تجھ سے انتقام بھی لیا جایا گیا۔ یہاں نینوا بسا اور اجڑا۔ بابل بنا اور بگڑا۔ بغداد نے کوس لمن الملکی بجایا اور پامال ہوا۔ اس سرزمین پر خدائے وحدہٗ لاشریک نے سیہ کاریوں کا انتقام بابل والوں کے ہاتھوں نینوا سے، ایرانیوں کے ہاتھوں، بابل والوں سے عربوں کے ہاتھوں ایرانیوں سے اور اب تاتاریوں کے ہاتھوں عربوں سے لیا۔

آخر تاتاری وبا سے مرتے اور قہر الٰہی سے ڈرتے ہوئے بھاگے اور بغداد کے اجاڑ کھنڈروں کو اس حالت میں چھوڑ گئے کہ جن لوگوں کو امان دی گئی تھی یا جو کسی نہ کسی جگہ چھپ کے مغلوں کی خون آشام تلوار سے بچ گئے تھے وہ بھی ہیضہ میں مبتلا ہو ہو کے مرنے لگے اور انہیں بھی سوا بھاگنے کے مفر نہ تھا۔

Marfat.com

۲۳

تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے

○

اب بغداد میں بالکل سناٹا ہے۔ تمام اہلِ شہر قتل ہوئے اور جن چند لوگوں کو موقع مل گیا باہر صحراؤں میں چلے گئے اور آخر کار خونخوار حملہ آور بھی خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہاں شیعوں کے محلے آباد ہیں مگر وہ بھی اس قتل عام اور قہر الہٰی سے ایسے خائف و ترساں ہیں کہ گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں۔

جا بجا مردار خور طیور اور وحشی درندوں کا مجمع ہے جو گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے اور گھروں میں گھس گھس کے لاشوں کو نکال لاتے ہیں۔

لیکن یوسف اور زبیدہ ابھی تک قصر سیدوک اور رجنۃ العنقود ہی میں ہیں۔ ابن علقمی کی قرابت اور یوسف کے شیعہ ہونے کے بدولت قصر سیدوک اور رجنۃ العنقود سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔ باوجود اس کے دونوں حد سے زیادہ مغموم و محزون ہیں۔

یوسف مردانہ متانت کے ساتھ اپنے وطن کو جو مرقع عبرت بنا ہوا ہے۔ دیکھ دیکھ کے خون کے آنسو بہاتا ہے کہ افسوس کیا تھا اور کیا ہو گیا اور تعصب کے انتقام میں اللہ جل شانہٗ نے بغداد کو عبرت کدۂ روزگار بنا کے اس پر کیسا قہر نازل کیا ہے مگر زبیدہ کی حالت مجنونوں کی سی ہو گئی ہے۔ ہر وقت رونے اور آہ و زاری ہی میں مشغول رہتی ہے۔

Marfat.com

اسے اپنا محلہ، اپنا گھر، اپنے ماں باپ، اپنی وفادار لونڈی سوسن اور ہر چیز یاد آتی ہے اور کلیجہ میں زخم ڈال دیتی ہے۔

یوسف اس خیال سے کہ بغداد کی آب و ہوا بگڑ گئی ہے اور وبا کا زور ہے اور نیز اس خیال سے کہ بغداد کی حالت دیکھی نہیں جاتی چاہتا ہے کہ اس اجڑے ہوئے پامال حوادث شہر کو چھوڑ کے سرمن رای (سامرہ) میں چلا جائے اور وہاں ادب و عاجزی سے امام صاحب الزمان کی خدمت میں التجا کرے کہ اب دنیا کے فتنے برداشت کے قابل نہیں رہے۔ حضور ظہور فرمائیں اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں۔

مگر زبیدہ نہیں مانتی۔ وہ کہتی ہے:

"میں جب تک خود جا کے اپنے گھر کی حالت نہ دیکھ لوں گی، بغداد سے قدم نہ نکالوں گی۔"

اسے بار بار یہی ضد کرتے دیکھ کے یوسف نے کہا:

"میں تو تمہیں خود ہی دکھا لاتا مگر شہر کی حالت ہی ایسی نہیں کہ کوئی گھر سے باہر نکلے۔"

زبیدہ "تو نہ سہی۔ مگر میں بغداد چھوڑ کے نہ جاؤں گی۔ تم شیعہ ہو اپنے مذہب والوں کے ساتھ عیش کرو۔ وبا کا خوف ہے تو جا کے دوسرے شہروں کی سیر میں دل بہلاؤ۔ مگر میں سنّی ہوں۔ اس لیے میرا حشر بھی سنّیوں کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ میں یہیں رہوں گی اور یہیں مروں گی۔"

یوسف "افسوس! تم نہیں سمجھتیں۔ ہجوم آلام سے تمہاری عقل ٹھکانے نہیں رہی۔ اب بھلا بغداد اس قابل ہے کہ اس میں کوئی شخص رہے۔ ابھی تک تو دوسری جگہوں ہی سے وبا کی خبریں آتی تھیں۔ آج یہاں جنۃ العنفو میں بھی ایک مالی مر گیا۔ ایسی حالت میں یہاں رہنا کون سی عقل مندی ہے؟ ایسی سناٹے کی رات جیسی اس وقت ہے کبھی پہلے کسی نے بغداد میں دیکھی تھی؟ پیاری زبیدہ! یہ موت کا سناٹا ہے۔ یہ جان لینے والی خاموشی ہے۔ خدا کے لیے یہاں سے بھاگو۔ میں نے سامان سفر درست کر لیا ہے۔ اونٹوں پر ضروری اسباب لدوا دیا ہے۔ خچر کسے کھڑے ہیں فقط اتنی دیر ہے کہ

Marfat.com

تم منظور کر لو۔"

زبیدہ: "مجھے لے چلنا چاہتے ہو تو یہی شرط ہے کہ مامونیہ میں چل کے میرا گھر دکھاؤ۔ کاش ابا جان اور اماجان یہیں چلے آئے ہوتے۔ افسوس ان کے آنے کی وار ہی نہیں ملی اور خدا جانے ان کا کیا حال ہوا؟"

یوسف: "تم اپنی ضد سے باز نہیں آتیں۔ اچھا چلو۔ اسی وقت چلتا ہوں۔ اگرچہ آدھی رات ہونے کو آئی مگر خیر چاندنی ہے اور ہم دو مشعلچی اور دو چار غلام ساتھ بھی لے لیں گے مگر ہاں سب کے ہاتھ میں ایک نیزہ ضرور ہونا چاہیئے۔ سارے محلوں میں وحشی درندے دن ہی کو بھرے رہتے ہیں۔ یہ رات کا وقت ہے۔"

یہ سنتے ہی زبیدہ چلنے کے لیے تیار ہوگئی۔ دوڑ کے ایک نیزہ اٹھا لائی اور کہا: "چلو۔"

کشتی آج کل کہاں مل سکتی تھی۔ دونوں خچروں پر سوار ہو کے اور مشعلچیوں اور چند غلاموں کو ہمراہ لے کے چل کھڑے ہوئے۔

خرابۂ ابن جروہ تک تو میدان تھا۔ جا بجا لاشیں بے شک ملیں مگر زمین کی حالت میں کوئی تغیر نہیں نظر آیا لیکن آگے بڑھ کے آبادی کا سلسلہ شروع ہوا تو عجیب حالت تھی۔ منہدم مکانات جلی جھلسی ہوئی اینٹوں اور ملبے کے ڈھیروں کے سوا کوئی چیز نظر ہی نہ آتی تھی۔ نہ کسی سڑک کا پتہ تھا نہ کسی گلی کا۔

تھوڑی دور تک خچروں نے کام دیا پھر رک گئے اور نظر آیا کہ بغیر پیدل چلے آگے جانا دشوار ہے۔ آخر خچروں کو یہیں چھوڑا اور اینٹوں اور ملبے کے ڈھیروں پر چڑھتے ہوئے چلے۔

ہر گھر اور ہر مقام ایک مرثیہ کا صفحہ بنا ہوا تھا۔ زبان حال سینہ شگاف آواز میں بین کر رہی تھی۔ بڑی مصیبتوں سے گرتے پڑتے اس مقام پر پہنچے جہاں سے ایوان خلافت شروع ہوا تھا۔ اس کی حسرتناک حالت اور اجڑی ہوئی صورت دیکھ کے یوسف کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور حسرت زدہ بی بی سے کہا:

"زبیدہ! اگر تمہیں ناگوار نہ ہو تو ہم پہلے چل کے قصر خلافت کی حالت دیکھ لیں۔ آہ! ابھی

Marfat.com

چار روز ہوئے یہیں ہماری شادی ہوئی تھی۔"

زبیدہ: "میں تو خود ہی یہی کہنے کو تھی۔ ضرور چلو۔ لیکن مشعلچیوں اور غلاموں کو یہیں چھوڑ دو۔ یہ امیرالمومنین کی ڈیوڑھی ہے اور آگے بڑھ کے ان کا زنانہ محل ملے گا۔ یہ جگہ چاہے کیسی ہی حالت میں ہو ہمیں یہاں ادب ہی سے قدم رکھنا چاہیئے۔"

یوسف: "بے شک۔"

یہ کہہ کے ہمراہیوں کو یہیں چھوڑا اور آگے بڑھے۔ زبیدہ نے دو ہی قدم جا کے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا:

"آہ! کل یہاں کیا تھا اور آج کیا حال ہے؟ ہزاروں لونڈی غلام بھرے ہوئے تھے۔ شاہانہ چہل پہل تھی۔ نوبت بج رہی تھی۔ امیروں اور حکمرانوں کا مجمع رہتا تھا۔ آج کوئی دو آنسو بہانے والا بھی نہیں۔"

اب دونوں خاص حریم خلافت کے کھنڈروں میں داخل ہوئے۔ ان کی آہٹ پاتے ہی کئی چرخ اور گیدڑ نکل کے بھاگے جو کسی لاش کو جھنجھوڑ رہے تھے۔

آسمان پر چاند پوری روشنی سے چمک رہا تھا۔ بہت سے تاروں نے گویا اس ہولناک منظر سے سہم کے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ صرف چند ہی آسمانی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں جن سے شبنم کے آنسو ٹپک رہے تھے اور مریخ جو آسمان کے بیچوں بیچ میں تھا اپنی خونی آنکھیں اس مخسوف مقہور البقعۂ زمین پر گڑوئے تھا۔

محلسرا میں کوشکیں، عشرت گاہیں سب منہدم تھیں اور سواجلی ہوئی لکڑیوں، جھلسی ہوئی اینٹوں اور پھٹے ہوئے پتھروں کے کوئی چیز نہ تھی۔ نہ کوئی آدمی تھا نہ آدم زاد، ہاں جا بجا زمین پر صدہا نازنین و مہ جبین گل اندامیں پڑی سو رہی تھیں مگر کون سا سونا جو کبھی ختم نہ ہوگا اور قیامت سے پہلے آنکھ نہ کھلے گی۔

دونوں دولہا دلہن نے آگے بڑھ کے اس لاش کو دیکھا جسے جانور چھوڑ کے بھاگے تھے اور دیکھتے ہی زبیدہ نے ایک چیخ ماری اور کہا:

"آہ! نسیم السحر!"

Marfat.com

اب یوسف نے بھی جو غور سے دیکھا تو بولا:

"بے شک ملکہ نسیم السحر ہی ہیں۔ میں جب ان کو صندوق میں لیجا تا ہوا پکڑا گیا تھا تو گرفتاری کے بعد ایوان خلافت میں ان کی صورت دیکھی تھی۔ میرے حال پر بڑی مہربان تھیں اور انہیں کی سفارش سے میری جان بچی۔ افسوس جس کی ایک معمولی بیماری نے سارے بغداد میں ہلچل ڈال دی تھی، جس کے لیے صدہا حکیم ڈیوڑھی پر حاضر تھے۔ اس کی لاش بے کفن پڑی ہے اور کوئی اتنا نہیں کہ خاک میں دبا دے۔ گوشت خور جانوروں نے بھی انہیں کی لاش پسند کی۔"

زبیدہ: "میں بیٹھی ہوں بار قصر سیدوک میں عنقود کا مرثیہ سنا چکی ہوں جس پر زندگی بھر شرمندہ رہوں گی۔ یوسف تمہارے خلاف نہ ہو تو آج یہاں امیر المومنین کی یاد میں مرثیہ خوانی کروں؟"

یوسف: "میرے خلاف کیوں ہونے لگا تھا؟ یہ تو وہ حالت ہے جس پر میرا رویاں رویاں مرثیہ خوانی کر رہا ہے۔"

زبیدہ: ہاں آج آپ ہی کے مرثیہ اور بین سے اگلی مرثیہ خوانی کی ندامت مٹے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے بال کھول دیے اور سوگواروں کی وضع بنا کے یہ مرثیہ شروع کیا جو خدا جانے شیخ سعدی کو کہاں سے مل گیا کہ انھوں نے اپنے کلام میں شامل کر لیا۔

آسمان را حق بود گر خوں بگرید بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
اے محمد گر قیامت می بر آری سر ز خاک
سر بر آور وین قیامت درمیان خلق بین
نازنینان حرم را خون خلق نازنین
ز آستان بگذشت و ما را خون دل از آستین
زینہار از دور گیتی و انقلاب روزگار
در خیال کس نگشتے کانچنان گردد چنین

Marfat.com

ویدہ بر دار ایکہ دیدی شوکت بیت الحرم
قیصران روم سر بر خاک و خاقان برزمین
خون فرزندانِ عم مصطفےٰ اشد ریختہ
ہم بر ان خاکے کہ سلطانان نہادندے جبین
دجلہ خونابست زین پس گر نہد سر در نشیب
خاک نخلستان بطحیٰ زاکنند با خون عجین

اس مرثیہ خوانی سے متاثر ہونے والا اور کون تھا۔ خود ہی نوحہ خوانی کے بعد دیر تک آنسو بہاتے رہے اور یوسف نے کہا:

" زبیدہ! کوئی ایسی تدبیر ہوتی کہ ملکہ نسیم السحر کی لاش کو ہم خاک میں دبا دیتے۔ کہو تو دوڑ کے غلاموں کو بلا لاؤں تاکہ وہ جس طرح بنے زمین کھود کے گھاڑ دیں "

زبیدہ " ان کے بلانے کی ضرورت نہیں۔ یہ خود ہمارا کام ہے اور ہمیں کو اپنے ہاتھ سے پورا کرنا چاہیئے "

اس کے بعد دونوں نے ایک جگہ نرم زمین ڈھونڈھ کے اپنے نیزوں سے کھود کھود کے گڑھا کیا۔ اس میں لیجا کے نسیم السحر کو لٹایا۔ جلی ہوئی لکڑیاں ڈھونڈھ کے ٹیڑھا سیدھا پٹاؤ دیا۔ اس پر مٹی ڈالکے قبر کی صورت بنائی اور فاتحہ پڑھ کے آگے چلے۔

اب یہ دونوں قصر الشجر میں تھے۔ جہاں نہ اب کہیں جواہرات تھے اور نہ وہ سامان۔ یہ سب سے بڑا عبرت کدہ تھا۔ کیونکہ جو مقام چند ہی روز میں ساری دنیا میں لاجواب اور سلاطین ارض کا محسود تھا۔ وہاں آج خاک اڑ رہی تھی یا خاک کا ڈھیر ہے اور یا پری وشوں کی لاشیں۔ اس مرقع عبرت کو یوسف اور زبیدہ حیرت و حسرت کے ساتھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ ہی رہے تھے کہ کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ پہلے تو خیال ہوا کہ کوئی جنگلی جانور ہوگا مگر دور پر کسی شخص کی صورت دکھائی دی۔ یوسف نے آہستہ سے کہا:

" اس وقت یہاں کون آسکتا ہے۔ کیا کوئی بھوت ہے؟ مگر وہ تو ادھر ہی آرہا ہے۔ زبیدہ آؤ ہم تم اس منہدم دیوار کی آڑ میں ہو جائیں اور دیکھیں یہ کون ہے اور کیا کرتا ہے؟ "

Marfat.com

اس کے بعد نہایت ہی پھرتی کے ساتھ دونوں دبے پاؤں جا کے آڑ میں کھڑے ہو گئے اور یہ شخص جو مہذب امرائے بغداد کا لباس پہنے ہوئے تھا، قصر الشجر کے کھنڈروں میں آ کے کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ کچھ دیر تک ساکت و صامت کھڑا رہا۔ پھر آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور دست بدعا ہو کے کہنے لگا۔

"خداوندا شکر! تیری کبریائی نے اپنی شان دکھا ہی دی۔ اس سناٹے میں تیرا جلال و جبروت پکار پکار کے پوچھ رہا ہے کہ لمن الملک الیوم! اور منہدم در و دیوار جواب دے رہے ہیں کہ اللہ الواحد القہار۔ مستعصم کہاں ہے؟ ابوبکر کیا ہوا؟ اور ایبک و دوادار اور وہ سارے منتقی کدھر گئے؟ کسی کا پتہ نہیں۔ نہ کوئی ان کو یاد کرنے والا ہے اور نہ کوئی ان پر آنسو بہانے والا۔ بے کسان کرخ کی مظلومی کی داد مل گئی۔ ظالموں سے انتقام لے لیا گیا اور میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ مگر اے غضب الٰہی بس! اے قہر خداوندی اب رحم کا وقت ہے۔ خداوندا بس! بس! کرخ کے یتیموں کے آنسو پنچھ گئے۔ محب اہل بیت بیواؤں کے دل کو تسلی ہو گئی۔ اس لیے اے رحمت الٰہی جوش میں آ اور ہمارے حال پر رحم کر۔"

خموشی اور سناٹے کی آواز نے اس آخری التجا پر کہا:

"نہیں!"

جس آواز کو خود اس شخص نے چاہے نہ سنا ہو مگر یوسف و زبیدہ نے سن لیا اور یوسف نے زبیدہ کے کان میں کہا:

"پہچانا بھی یہ کون ہے؟ یہ میرے بزرگ اور محترم عزیز ابن علقمی ہیں۔"

یہ کہتے ہی یوسف اور زبیدہ یہاں سے ہٹ آئے اور رفاصلہ پر پہنچ کے یوسف نے کہا:

"زبیدہ! افسوس بغداد اور یہاں کی ساری عظمت سنیوں اور شیعوں کے تعصب کی نذر ہوئی۔ سچ یہ ہے کہ جیسے ہنگامے ان دونوں فریقوں نے پیدا کر رکھے تھے ان کا انجام اس تباہی کے سوا کیا تھا؟ یہ شخص اگرچہ میرا عزیز اور بزرگ خاندان ہے

Marfat.com

(مگر میں جھوٹ نہ کہوں گا) عبرت روزگار ہے۔ یہ ساری بنا ہی اس کی، مجاہد الدین ایبک اور شہزادہ ابوبکر کی لائی ہوئی ہے۔ ایبک اور ابوبکر مارے گئے اور اپنی سزاؤں کو پہنچے مگر یہ باقی ہے اور یہ یہ عبرت ناک تماشہ دیکھنے پر بھی اس کے دل میں ویسا ہی تعصب موجود ہے جیسا پہلے تھا جس کی سزا اسے ضرور ملے گی۔ اس کی رحم کی التجاؤں پر ہم نے سناٹے کی زبان سے "نہیں" کا لفظ سنا۔ دیکھئے ابھی کیا ہونا باقی ہے۔ مگر (آسمان کی طرف دیکھ کے) بارالہا! اب جو کچھ ہونا ہے اسی تک رہے۔ اے پروردگار عالم! دوسرے شیعہ سنیوں کو اس جرم اور اس سزا سے بچا۔

دعا سے زبان رکی ہی تھی کہ ناگہاں ایک شوروغل کی آواز آئی اور ایوان خلافت کے منہدم کھنڈروں میں ایک ہنگامہ مچ گیا

یوسف نے ارادہ کیا کہ دوڑ کے اس ہنگامہ کی کیفیت دریافت کرے مگر زبیدہ نے پکڑ لیا اور کہا:

"ایسے مقام پر بے سوچے سمجھے نہ جانا چاہیئے۔ خدا جانے کیا ہے اور یہ کون لوگ ہیں"

اتنے ہی معلوم ہوا کہ بہت سے آدمی اس طرف آتے ہیں۔ دونوں بھاگ کے چند گرے پڑے پتھروں کے پیچھے دبک رہے اور چند منٹ کے بعد دیکھا کہ بہت سے ترک اور شہری لوگ ابن علقمی کو مارتے اور ذلیل کرتے ہوئے لیئے جاتے ہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد یہ دونوں باہر نکلے اور یوسف نے کہا:

"خدا جانے یہ کون لوگ تھے اور کہاں سے آگئے اور ابن علقمی کو کیوں پکڑ لے گئے؟"

زبیدہ (جواب سہمی ہوئی تھی) "کوئی ہوں گے۔ بس اب یہاں سے چلو"

اب ان لوگوں کے شور کی آواز بُعد کے دامن میں فنا ہوگئی تو دونوں ایوان خلافت کے کھنڈروں سے نکل کے اپنے آدمیوں کے پاس آئے جن میں سے دو ایک زخمی اور پریشان دیکھ کے پوچھا:

"یہ کیا ہوا؟"

ایک غلام: "حضور ابھی بہت سے ترک وزیر ابن علقمی کو مارتے پیٹتے اِدھر سے گزرے اور ہمیں یہ خیال کر کے گرفتار کرنا چاہا کہ ہم بھی انہیں کے ساتھ ہیں مگر ہم نے قسمیں

Marfat.com

کھائیں اور ظاہر کیا کہ اپنے ایک عزیز کی لاش ڈھونڈنے کو آئے ہیں تو انہوں نے ہمارا مذہب پوچھا اور جب انہیں یقین آگیا کہ ہم شیعہ نہیں سنی ہیں تو ہماری جان چھوڑ دی مگر پوچھ گچھ میں ان کی دو ایک تلواریں ہم پر پڑ ہی گئیں"۔

یوسف: "آخر یہ کون لوگ تھے اور کہاں سے آگئے؟"

غلام: بھلا کس کی مجال تھی کہ ان سے کچھ پوچھتا؟ مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ بغداد ہی کے بعض ترک اور شہری تھے جو تاتاریوں کے قبضہ سے پہلے باہر بھاگ گئے تھے اور اب آئے ہیں کہ شیعوں سے اس تباہی کا انتقام لیں"۔

زبیدہ: "آہ! پھر وہی شیعہ سنی کا جھگڑا۔ دیکھوں یہ کیا قیامت ڈھا کے رہتا ہے"۔

یوسف: "وہ تو اس غیبی "نہیں" نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ خیر اب چلو محلہ ماموںیہ میں تمہارا مکان بھی ڈھونڈ کے دیکھ لیں۔

زبیدہ: "اگرچہ ہمت نہیں پڑتی مگر وہاں ضرور چلوں گی"۔

اب دونوں خاک کے ڈھیروں پر ٹھوکریں کھاتے ہوئے آگے چلے اور محلہ ماموںیہ میں پہنچے۔ مگر کچھ نہیں پتہ چلتا تھا کہ کہاں پر مکان تھے اور کہاں راستہ تھا اور جب اصلی محلہ ماموںیہ کی یہ حالت تھی تو بھلا سکۃ العروس کا کیا خاک پتہ لگتا۔ لاکھ سر مارا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ مجبوراً اس خیال سے باز آئے اور زبیدہ نے نہایت ہی یاس کے لہجے میں کہا:

"اب اماں جان اور والد سے قیامت ہی میں ملاقات ہوگی"۔

اور دونوں واپس روانہ ہوئے مگر بھٹک کے دریا کنارے نکل گئے۔ وہاں کا سین سب سے زیادہ قیامت خیز تھا اور چاندنی میں نظر آرہا تھا کہ تاتاریوں نے شہر کی صورت کیسی بنا دی ہے۔ مکانوں کے گرنے سے دریا کنارے راستہ بند تھا۔ پلوں کو جلا کے بہا دیئے جانے کی وجہ سے پار کی آمد و رفت بالکل مسدود تھی۔ خوش قسمتی سے قصر خلافت کے پشتہ کے نیچے ایک کشتی نظر آئی جسے دیکھ کے یوسف اور زبیدہ کی جان میں جان آئی۔

پاس جا کے دیکھا تو نہایت ہی شاندار کشتی نکلی جس میں امیروں کے مذاق کے موافق ایک سجا ہوا پر تکلف کمرہ تھا اور دو ملاح زرق برق لباس پہنے بلیوں کے سرے پکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ یوسف نے ان سے کہا:

Marfat.com

"ہمیں قصر سیدوک تک پہنچا دو۔"

جواب ملا:

"ہم وزیر ابن علقمی کو لے کے آئے ہیں اور یہ خاص انہیں کی کشتی ہے جس پر اور کوئی نہیں سوار ہو سکتا۔"

یوسف: "وہ اسی پر بیٹھ کر آئے تھے؟ خیر تو اب وہ یہاں نہیں آئیں گے۔ گھر ہی پر آ جائیں گے۔ تمہیں ان کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔"

یہ کہہ کے یوسف اور زبیدہ مع ہمراہیوں کے کشتی میں جا کے بیٹھ گئے اور ملاحوں سے کہا:

"چلو۔"

وہ خوشی سے نہ سہی لیکن مگر مجبوراً لے چلے۔ راستہ میں اس امر کو زبیدہ اور یوسف نے حیرت سے دیکھا کہ داہنی جانب رصافہ میں تو خاموشی اور بالکل سناٹا ہے مگر کرخ میں جو تاتاریوں کی دست برد سے بچا ہوا تھا ایک شور محشر بپا ہے۔ عورتوں اور بچوں کی فریاد اور لوٹنے مارنے والوں کے غیظ و غضب کی آوازیں آ رہی ہیں۔ مکانوں پر شعلے بلند ہیں اور ساری آبادی سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ یہ عالم دیکھ کے یوسف نے ملاحوں سے پوچھا:

"یہ کیا آفت ہے؟ تم تو ابھی کرخ ہی سے آ رہے ہو۔ کیا تاتاری اب شیعوں کے گھر بھی لوٹنے لگے؟"

ملاح: "جب ہم وہاں سے چلے ہیں اس وقت تک تو امن و امان تھا اور سب لوگ اطمینان سے اپنے گھروں میں بیٹھے تھے۔ اتنی دیر میں خدا جانے کیا ہو گیا؟"

یوسف: "اچھا تو تم کشتی کو اسی کنارے پر لے چلو۔"

زبیدہ (گھبرا کے) "اے ہے کہیں یہ غضب نہ کرنا۔ جسے جان دینا ہو وہاں جائے۔"

یوسف: "اچھا تو کشتی کو کنارے نہ لگانا مگر قریب لے چل کے یہ تو دیکھ لو کہ یہ ہے کیا؟"

زبیدہ: "اور جو کسی کا تیر دشمنوں کے لگ جائے تو؟"

یوسف: "کشتی کھلی نہیں ہے۔ تیروں کا خوف ہو گا تو اندر جا بیٹھیں گے لیکن دریافت تو کرنا چاہیے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟"

آخر یوسف کو مصر دیکھ کے خاموش ہو رہی اور ملاح کشتی کو اسی پار کنارے کے

Marfat.com

قریب لے گئے تو معلوم ہوا کہ جو ترک اور اہل شہر تاتاریوں کی تلواروں سے بچ کے صحراؤں میں بھاگ گئے تھے اب میدان خالی دیکھ کے واپس آئے ہیں اور کرخ کے شیعوں سے شہر کی تباہی کا انتقام لے رہے ہیں - ان کی تلواریں بلند ہیں - زن و مرد، بوڑھے، بچے بے دریغ قتل ہو رہے ہیں اور مکانوں میں آگ لگا دی گئی ہے۔

یہ سنتے ہی یوسف سہم گیا اور زبیدہ سے کہا:

"اسی لیے کہتا ہوں کہ اس مغلوب و مقہور سرزمین سے بھاگو۔ وہ ازغیبی "نہیں" اس دم تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ بے شک مشیت ایزدی یہی ہے کہ اس شہر میں کوئی زندہ نہ بچے اور سناٹے میں فرشتوں کی زبان سے سنا جاتا ہے کہ "رب لا تذر علی الارض دیارا" چلو۔ بھاگو اور ان لوگوں کے سائے سے بھی دور رہو جن کے دل میں اب تک تعصب باقی ہے"۔

زبیدہ "بے شک! اب یہاں سے بھاگنا ہی ٹھیک ہے"۔

یہاں سے روانہ ہو کے کشتی صبح سے پہلے قصر سیدوک میں پہنچ گئی اور اسی وقت دونوں بغداد سے چل کھڑے ہوئے اور سامرہ میں جا کے مقیم ہوئے مگر باوجود اس کے کہ اب بغداد کے نام سے انہیں وحشت ہوتی تھی یہاں کی دو باتوں میں دل لگا ہوا تھا۔ ایک تو یہ کہ وزیر مؤیدالدین ابن علقمی کا کیا حشر ہوا اور دوسرے یہ کہ مستعصم کی جس بیٹی کو تاتاری بغداد سے پکڑ لے گئے تھے اس غریب پر کیا گزری؟

یوسف کا وہاں معمول تھا کہ روز بلا ناغہ اسی غار کے دروازے پر حاضر ہوتا جو امام صاحب الامر کی جانب منسوب ہے اور گڑگڑا کے التجا کرتا کہ:

"یا امام اب آپ ظہور فرمائیے۔ دنیا فتنوں سے بھری ہوئی ہے اور مومنین کی حالت کی حالت نہایت ہی ابتر ہے"۔

مگر زبیدہ کو اس قسم کی باتوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کے دل میں نہ کوئی تمنا تھی نہ آرزو۔ صرف حسرت بھرا دل تھا جو اپنے خاندان کی مصیبت اور بغداد کی تباہی سے خون ہو رہا تھا۔

اسی مہینہ میں ابن علقمی کے متعلق دو خبریں مشہور ہوئیں۔

ایک تو یہ کہ جن ترکوں اور شہر کے سنیوں نے اسے گرفتار کر لیا تھا دوسرے دن گدھے

Marfat.com

پر سوار کرا کے اسے سارے شہر میں ہنڈوایا اور پھر طرح طرح کی تکلیفیں دے کے مار ڈالا۔

دوسری یہ کہ وہ ان ترکوں کے ہاتھ سے چھوٹ کے بھاگ کھڑا ہوا اور چلا کہ ہلاکو خان کی خدمت میں اپنی مظلومی کی فریاد کرے، مگر جس جگہ جاتا اور جدھر سے گزرتا لوگ گالیاں دیتے اور لعنت ملامت کرتے۔ ایک دن کسی گاؤں میں گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ کسی بڑھیا نے پہچان کے اس پر ایک مٹھی خاک پھینکی اور کہا:

"ابن علقمی! تو بغداد میں امیر المومنین کے سامنے یونہیں گزرا کرتا تھا؟

آخر عوام کے ہاتھ سے طرح طرح کی اذیتیں اٹھاتا ہوا ہلاکو خان کے پاس پہنچا تو اس نے صورت دیکھتے ہی بگڑ کے کہا:

"تمہیں مجھ سے کیا سروکار؟ اور میرے پاس کیوں آئے ہو؟ جب تم اپنے ولی نعمت اور اپنے آقا مستعصم کے نہ ہوئے تو پھر کس کے ہو گے؟ میرا کیمپ ایسے دغا بازوں کے لیے نہیں ہے۔"

اور یہ کہہ کے اسے قتل کر ڈالا۔

جب چار پانچ مہینہ بعد تصدیق ہوئی کہ آخری خبر صحیح ہے تو اس کے ساتھ ہی مستعصم کی لخت جگر اور ناز و نعم کی پلی ہوئی عباسیہ شہزادی کی سرگزشت سن کے دونوں میاں بیوی کا عجیب حال ہو گیا۔ خصوصاً زبیدہ کی تو یہ حالت ہوئی کہ اس شہزادی کی یاد میں اپنے عزیزوں اور سارے بغداد کی تباہی کو بھول گئی۔ چند تاتاری مغل جو اس شہزادی کو اپنی حراست میں لے گئے تھے انہوں نے آ کے بیان کیا کہ:

"شہزادی مذکور جب سمرقند پہنچی تو وہاں کے تاتاری صوبہ دار سے اجازت مانگی کہ یہاں میرے دادا قثم بن عباس کا مزار ہے۔ مجھے اتنی اجازت دو کہ اس مرقد پاک کی زیارت کر آؤں۔ صوبہ دار نے اس میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا اور شہزادی چند مغلوں کے ساتھ عم رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزند قثم رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچی جو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہاں جہاد کی غرض سے آئے تھے اور شہید ہوئے تھے۔ شہزادی نے یہاں وضو کر کے رقت قلب سے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر قبر کے سامنے کھڑے ہو کے کہا:

"آہ! ایک ہمارے یہ نامور جد امجد تھے جو یہاں جہاد کی غرض سے آئے تھے اور

Marfat.com

ایک ان کی بدنصیب پوتی میں ہوں جو ظالم وحشیوں کی لونڈی بننے اور اپنی عصمت دینے کے لیے یہاں آئی ہوں۔"

یہ کہہ کے اس نے اپنا سر قبر پر رکھ دیا اور درگاہ رب العزت میں دعا کرنی شروع کی کہ:

"بارالہا! اگر تیری درگاہ میں میرے ان دادا قثم بن عباس رضی کی کچھ بھی عزت و آبرو ہے تو مجھے ان نامحرموں کے دست ستم سے بچا اور اپنے پاس بلا لے۔"

بس اس دعا کے بعد پھر اس مرحومہ کی زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکلا۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد دیکھا تو جان بحق تسلیم کر چکی تھی اور اس عالم ناپائدار میں نہ تھی۔

اس خبر نے زبیدہ کے دل کو چاک کر دیا اور وہ حد سے زیادہ مایوس و بے قرار تھی۔ گو یوسف کی بھی یہی حالت تھی مگر بی بی کو اس درجہ بے قرار دیکھ کے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا:

"زبیدہ! اس رنج والم اور حسرت و یاس سے کوئی فائدہ نہیں۔ رونے دھونے اور حوادث ایام پر ملال کرنے سے کچھ نہ ملے گا۔ بس اب ان عبرت ناک تجربوں کے بعد ہمارے لیے صرف اس بات میں تسلی ہو سکتی ہے کہ تعصب سے احتراز کریں۔ پرانے قصوں کو بھول جائیں۔ کوشش کرتے رہیں کہ ہمارے دل تعصب کے زنگ سے کبھی آلودہ نہ ہوں اور درگاہ عز اسمہ میں دعا کریں کہ خداوندا! ہمیں اور ہماری طرح سارے سنیوں اور شیعوں کو اس تعصب سے بچا جس نے بغداد کے ایسے عالیشان شہر کو خاک میں ملا دیا، اور اسلام کو دیگر مذاہب و اقوام کی نظر میں حقیر و ذلیل کر دیا۔"

شوہر کی اس نصیحت سے زبیدہ کے دل کو تسکین ہو گئی کیونکہ دونوں نے باقی ماندہ زندگی عیش و آرام اور فارغ البالی میں بسر کی۔

مگر مسلمانو! کاش اس نصیحت کا کچھ اثر تمہارے دلوں پر بھی ہوتا کہ بجائے جھگڑے فساد کے امن و امان کی زندگی بسر کرتے۔ باہم ایک دوسرے کے رفیق و انیس رہتے اور سب ساتھ مل کے سچے دل سے خدا کی عبادت کرتے۔

Marfat.com

Marfat.com

نامور مؤرخ جناب صادق حسین صدیقی کے ولولہ انگیز اسلامی تاریخی ناول

جنگ خندق	صادق حسین صدیقی	90-00	سلطان فیروز شاہ تغلق	صادق حسین صدیقی	100-00
فتح شوستر	صادق حسین صدیقی	65-00	معرکہ صلیب	صادق حسین صدیقی	80-00
سراج الدولہ	صادق حسین صدیقی	150-00	عجیب جنگ	صادق حسین صدیقی	80-00
سلطان بایزید یلدرم	صادق حسین صدیقی	50-00	بت شکن	صادق حسین صدیقی	150-00
عرب کا چاند	صادق حسین صدیقی	125-00	سنگدل ملکہ	صادق حسین صدیقی	90-00
مغل اعظم اکبر	صادق حسین صدیقی	100-00	جنگ اصفہان	صادق حسین صدیقی	75-00
مشرق کی حور	صادق حسین صدیقی	80-00	بنت حلب	صادق حسین صدیقی	90-00
عجمی شہنشاہ	صادق حسین صدیقی	75-00	افریقہ کی دلہن	صادق حسین صدیقی	75-00
عروس بغداد	صادق حسین صدیقی	75-00	محبوبہ اور خان	صادق حسین صدیقی	75-00
فتح یرموک	صادق حسین صدیقی	75-00	جوشِ جہاد	صادق حسین صدیقی	75-00
انقلاب افغانستان	صادق حسین صدیقی	125-00	فتح کابل	صادق حسین صدیقی	75-00
دوشیزہ ہند	صادق حسین صدیقی	60-00	سعید و فلپانہ	صادق حسین صدیقی	80-00
فتح خیبر	صادق حسین صدیقی	80-00	حور مراکش	صادق حسین صدیقی	80-00
اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا	صادق حسین صدیقی	125-00	غربی دوشیزہ	صادق حسین صدیقی	100-00
محمد بن قاسم	صادق حسین صدیقی	150-00	دلمس ابوالہول	صادق حسین صدیقی	50-00
فتح بیت المقدس	صادق حسین صدیقی	100-00	دوشیزہ کابل	صادق حسین صدیقی	100-00
سلطان محمد غوری	صادق حسین صدیقی	65-00	بہادر کرد	صادق حسین صدیقی	75-00
فتح مصر	صادق حسین صدیقی	85-00	خلیفہ اعظم	صادق حسین صدیقی	95-00
عماد الدین زنگی	صادق حسین صدیقی	125-00	فتوح الشام	صادق حسین صدیقی	69-00
نازنین عرب	صادق حسین صدیقی	90-00	غیاث الدین بلبن	صادق حسین صدیقی	75-00
بہادر حور	صادق حسین صدیقی	200-00	مشرق کے چاند	صادق حسین صدیقی	85-00
جنگ فلسطین	صادق حسین صدیقی	100-00	فتح ایران	صادق حسین صدیقی	75-00
ساعقہ	صادق حسین صدیقی	100-00	حورِ ایران	صادق حسین صدیقی	150-00
فتح کافرستان	صادق حسین صدیقی	75-00	جنگ جرمن	صادق حسین صدیقی	80-00
غزوات النبیؐ	صادق حسین صدیقی	75-00	معرکہ روم و یونان	صادق حسین صدیقی	150-00
ہاشمی دوشیزہ	صادق حسین صدیقی	90-00	نقاب پوش پیغمبر	صادق حسین صدیقی	100-00
فتوح العجم	صادق حسین صدیقی	125-00	سسلی کی ساحرہ	صادق حسین صدیقی	100-00
حورِ عرب	صادق حسین صدیقی	75-00	شیر دکن	صادق حسین صدیقی	100-00
شہزادہ خضر خاں	صادق حسین صدیقی	100-00	اندلس کے دو چاند	صادق حسین صدیقی	200-00

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور۔ فون: 7231595

Marfat.com